

# بلاغ مُبْدِين

یعنے

مکاتیب شید المریدین صلی اللہ علیہ وسلم

مَوْلَانَا حَفِظَ الْحَرْزَ بِسُيُوْهَاهَا

مجدد اکیڈمی

اردو بازار © لاہور پختون



طابع : اسعد عبید

ناشر : امجد اکیڈمی

مطبوعہ : فالکن پریس لاہور

تعداد : ۱۰۰۰

۲۹۷۹۱

۲۵۹۲  
۱۱۲۹

DATA ENTERED



# فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	مقدمہ۔ وعظمان اہمیل تبلیغ و آیات قرآنی	۱۵۸	۲۳	ہجرت ثانیہ	۵۸
۲	طلوع آفتاب نبوت	۱۵۹	۲۴	قریش کا وفد	۵۹
۳	تبلیغ رسالت	۱۶۰	۲۵	پادریوں کو رشوت	۶۰
۴	درجات تبلیغ پہلادہ۔ معرفت تکمیل تکمیل نفس	۱۶۱	۲۶	ہاجرین دربار نجاشی میں	۶۱
۵	دور سردور۔ قیادت امامت ارکان خاندان	۱۶۲	۲۷	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر	۶۲
۶	تیسرا دور۔ محدود توسیع	۱۶۳	۲۸	نجاشی کا فیصلہ	۶۳
۷	چوتھا دور۔ بعثت عامہ	۱۶۴	۲۹	مسلمانوں کی ہمدردی نجاشی کے ساتھ	۶۴
۸	اسوہ حسنہ	۱۶۵	۳۰	دعوت اسلام	۶۵
۹	طریق دعوت	۱۶۶	۳۱	امیر شاہ حبشہ	۶۶
۱۰	حکمت	۱۶۷	۳۲	نامہ مبارک بنام امیر نجاشی حبشہ	۶۷
۱۱	موقف حبشہ	۱۶۸	۳۳	مکتوب امیر نجاشی حبشہ	۶۸
۱۲	مجادلہ حسنہ	۱۶۹	۳۴	در باب یہود و ممالک سے ہجرت کے نام در لکھنؤ	۶۹
۱۳	عنوان فرامین سید المرسلین	۱۷۰	۳۵	حضرت اُمّ حبیبہ	۷۰
۱۴	یا ایہا الرسول تبخّ الآیۃ	۱۷۱	۳۶	ایک اشکال کا جواب	۷۱
۱۵	عزم دعوت	۱۷۲	۳۷	ایک اشکال اور اس کا حل	۷۲
۱۶	عجیبہ واقعہ	۱۷۳	۳۸	سیرت حلبیہ کی تنقید	۷۳
۱۷	پہلا پیغام شاہ حبشہ کے نام حبشہ	۱۷۴	۳۹	علامہ شبلی کا ریاض کار	۷۴
۱۸	نجاشی	۱۷۵	۴۰	اصح التیسیر	۷۵
۱۹	ہجرت حبشہ	۱۷۶	۴۱	غزوہ تبوک اور نجاشی کی وفات	۷۶
۲۰	نزہت اسماء ہاجرین اہل	۱۷۷	۴۲	الغیبہ حافظ زید الدین عراقی	۷۷
۲۱	ہجرت ادنیٰ کے اصحاب کی تعیین	۱۷۸	۴۳	دوسرا پیغام تبیر روم کے نام روم	۷۸
۲۲	ہاجرین حبشہ کی واپسی	۱۷۹	۴۴	امم غلبت روم کا تذکرہ	۷۹



صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۳۵ ۱۳۶	کسری کے دربار میں حضرت عمارتہ کی تقریر	۶۷	۱۰۳	حدودِ روم	۴۵
۱۳۷ ۱۳۸	بابویر، دربارِ قدوسی میں	۶۸	۱۰۵	روم کی وجہ تسمیہ	۴۶
۱۳۹ ۱۴۰	باذان، حاکمِ مین	۶۹	۱۰۵	ہرقل قیصرِ روم	۴۷
۱۴۱ ۱۴۲	زوالِ حکومتِ فارس	۷۰	۱۰۶	حضرت وحید کلہی	۴۸
۱۴۳ ۱۴۴	چوتھا پیغامِ شاہِ ہریران کے نام	۷۱	۱۰۶	ہرقل کی پیشگوئی	۴۹
۱۴۵ ۱۴۶	نامہ مبارک بنام ہریران حاکمِ ہریران	۷۲	۱۰۷	دعوتِ اسلام	۵۰
۱۴۷ ۱۴۸	اشرس اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۷۳	۱۰۷	حضرت ابوسفیان اور قیصر کا مکالمہ	۵۱
۱۴۹ ۱۵۰	ہریران اور حضرت عمر بن الخطابؓ	۷۴	۱۰۸	نامہ مبارک بنام ہرقل قیصرِ روم	۵۲
۱۵۱ ۱۵۲	پانچواں پیغامِ عزیزِ مہرِ مقوقس کے نام	۷۵	۱۰۸	تیاق برادرِ قیصر	۵۳
۱۵۳ ۱۵۴	دعوتِ اسلام	۷۶	۱۰۹	سیرتِ علیہ کی روایت	۵۴
۱۵۵ ۱۵۶	حسن الحاقہ کی روایت	۷۷	۱۱۰	بخاری کی روایت	۵۵
۱۵۷ ۱۵۸	نامہ مبارک بنام شاہِ مقوقس مکن نارہ	۷۸	۱۱۰	ضناطر حاکمِ رومیہ	۵۶
۱۵۹ ۱۶۰	جوابِ مقوقس شاہِ مصر	۷۹	۱۱۱	ضناطر کی شہادت	۵۷
۱۶۱ ۱۶۲	حضرت مدینہ کا قبولِ اسلام	۸۰	۱۱۱	ابن سعید اور طبری کی روایت پر محاکمہ	۵۸
۱۶۳ ۱۶۴	شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی روایات	۸۱	۱۱۲	ایک عجیب واقعہ	۵۹
۱۶۵ ۱۶۶	زوالِ مصر	۸۲	۱۱۲	زوالِ روم	۶۰
۱۶۷ ۱۶۸	نامہ مبارک کی ایک تاریخی بحث	۸۳	۱۱۳	پہلا پیغامِ کسری خسرو پر وزیر کے نام -	۶۱
۱۶۹ ۱۷۰	پہلا پیغامِ ہزہ بن علی شاہِ یارک کا طاہر ہزہ	۸۴	۱۱۳	فارس -	۶۲
۱۷۱ ۱۷۲	نامہ مبارک بنام ہزہ بن علی	۸۵	۱۱۴	نامہ مبارک بنام خسرو پر وزیر کسری -	۶۳
۱۷۳ ۱۷۴	حضرت علیؓ کی تقریر	۸۶	۱۱۴	فارس -	۶۴
۱۷۵ ۱۷۶	ہزہ بن علی کا پیغامِ نیکم صلوات علیہ وسلم کے نام	۸۷	۱۱۵	سولانا نظامی اور دستاویز خسرو پر وزیر	۶۵
۱۷۷ ۱۷۸	زاد اللطاف کی روایت	۸۸	۱۱۵	نامہ مبارک نیکم	۶۶
۱۷۹ ۱۸۰	ساتواں پیغامِ حارث بن عمر غسانی کے نام	۸۹	۱۱۶	ناصر رسولِ اکرم اور خسرو شاہِ ایران	۶۷
۱۸۱ ۱۸۲	حارث بن عمر غسانی	۹۰	۱۱۶	انجام	۶۸



صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۲۸	داعی بن جبر	۱۲۳	۱۲۸	نامہ مبارک بنام حدیث	۹۱
۱۲۹	حطرت کی زبان میں نامہ مبارک	۱۲۴	۱۲۹	زوال حکومتِ شام	۹۲
۱۳۰	دوسرے نامہ مبارک	۱۲۵	۱۳۰	آٹھواں پیغام جلیل بن ابیہم کے نام	۹۳
۱۳۱	حضرت اہل بیت اور حضرت معاویہ کی دو کتب گفتگو	۱۲۶	۱۳۱	حضرت شجاع کی تقریر	۹۴
۱۳۲	سردار زکریا کے نام پیغامِ اسلام۔ اربعمیان	۱۲۷	۱۳۲	جیل اور مساجدِ اسلامی	۹۵
۱۳۳	ایست سوارِ حبر کے نام پیغامِ اسلام	۱۲۸	۱۳۳	زناں پیغامِ مذہبِ سادی حاکمِ بحرین کے نام	۹۶
۱۳۴	تغاریت کے نام پیغامِ اسلام	۱۲۹	۱۳۴	مخند بن سادی	۹۷
۱۳۵	واقعی کی روایت پر تبصرہ	۱۳۰	۱۳۵	ابن سعد کی روایت	۹۸
۱۳۶	نبی خدہ کے نام پیغامِ اسلام	۱۳۱	۱۳۶	نامہ مبارک۔ مکس نامہ مبارک	۹۹
۱۳۷	شاہِ سادہ کے نام پیغامِ اسلام	۱۳۲	۱۳۷	مذکر کے نام دوسرے نامہ مبارک	۱۰۰
۱۳۸	امراء بن داعی کے نام پیغامِ اسلام بکر بن داعی	۱۳۳	۱۳۸	ہمال بن امیس کے نام پیغامِ اسلام	۱۰۱
۱۳۹	منزل بن مالک	۱۳۴	۱۳۹	امیر بصرے کے نام پیغامِ اسلام	۱۰۲
۱۴۰	نبی زبیر کے نام پیغامِ اسلام	۱۳۵	۱۴۰	جعفر بن جلدی کے نام پیغامِ اسلام	۱۰۳
۱۴۱	قبائل عرب کے سرداروں کی فہرست	۱۳۶	۱۴۱	دعوتِ اسلام	۱۰۴
۱۴۲	زود بن عمرو گور زوسان کا قبولِ اسلام	۱۳۷	۱۴۲	حضرت عمرو بن العاص اور عبد کی گفتگو	۱۰۵
۱۴۳	عنوانِ تاجِ دہبر	۱۳۸	۱۴۳	قیصر کے نام دوسرے پیغامِ شہد	۱۰۶
۱۴۴	پیغامِ دعوت و تبلیغ -	۱۳۹	۱۴۴	دعوتِ اسلام شاہِ حبشہ کے نام	۱۰۷
۱۴۵	اشہد قسطنطنیہ کا مطلب -	۱۴۰	۱۴۵	نامہ مبارک بنام شامی دوم	۱۰۸
۱۴۶	اشہد قسطنطنیہ کا یکساں نکتہ -	۱۴۱	۱۴۶	ایڈوی کے نام دعوتِ اسلام دوتہ الجندل	۱۰۹
۱۴۷	راعی اور رعیت -	۲۴۲	۱۴۷	یوحنا بن دبدسز ان ایلی کے نام پیغامِ اسلام	۱۱۰
۱۴۸	یونکس اور کمرین -	۲۴۳	۱۴۸	ایلی	۱۱۱
۱۴۹	دعوت و دعوتِ مکہ -	۲۴۴	۱۴۹	نامہ مبارک بنام یوحنا	۱۱۲
۱۵۰	سیلہ کذاب اور فیصلہ نبوی	۲۴۵	۱۵۰	سزار ان نبی کلب کو دعوتِ اسلام شدہ	۱۱۳
۱۵۱	مکفیر اہل قبلہ	۲۴۶	۱۵۱	ذوالکھلج دوزخ مرتب کے نام پیغامِ اسلام	۱۱۴
۱۵۲	تکسرتہ -	۲۴۷	۱۵۲	سیلہ اور دعوتِ اسلام شدہ	۱۱۵
۱۵۳	تبلیغ و جہاد -	۲۴۸	۱۵۳	سیلہ کا جواب	۱۱۶
۱۵۴	جاد -	۲۴۹	۱۵۴	نبی اکرم صلی علیہ وسلم کا دوسرا نامہ مبارک	۱۱۷
۱۵۵	تبلیغِ اسلام -	۲۵۰	۱۵۵	عماہ کو عطایا	۱۱۸
۱۵۶	اسلام اور رہبانیت -	۲۵۱	۱۵۶	شاہین بکر کے نام پیغامِ اسلام شدہ	۱۱۹
۱۵۷	اسلام اور اس کے اصولی جنگ	۲۵۲	۱۵۷	نامہ مبارک	۱۲۰
۱۵۸	جہاد سے قبل قبولِ اسلام واجب کی تلقین	۲۵۳	۱۵۸	نبی اکرم صلی علیہ وسلم کی نبوت	۱۲۱
۱۵۹	جسزہ	۲۵۴	۱۵۹	سوارانِ دعوت کے نام پیغامِ اسلام	۱۲۲
۱۶۰	فہرستِ کتب	۲۵۵	۱۶۰		



# تعارف

از

جناب مولانا مولوی سعید احمد صاحب فاضل دیوبند مولوی فاضل، بی اے۔ پروفیسر

علوم مشرقیہ کالج فتحپور می دہلی

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - آمَنَّا بَعْدَ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاکیزہ سے متعلق صد ہا مصنفین اسلام نے قابل قدر تصانیف لکھی ہیں اور اس کثرت سے لکھی ہیں کہ آج تک کسی علمی یا ادبی موضوع پر اس قدر سیر حاصل کتابیں تصنیف

ہیں کی گئیں۔ سیرت مقدسہ کی ان کتابوں میں مصنفین نے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے مختلف گوشوں پر پوری شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اسی کے ذیل میں

انہوں نے آپ کے ان ذرا میں ذمکاتیب عالیہ کا بھی ذکر کیا ہے جو مختلف حالات کے زیر اثر دنیا کے مختلف حصوں میں ارسال کئے گئے۔ سیرت مقدسہ کی کوئی تصنیف مکاتیب عالیہ کے ذکر سے

خالی نہیں ہے۔ اور ان میں خطوط سے متعلق دوسرے حالات بھی کسی قدر تفصیل کے ساتھ ملکتے ہیں لیکن یہ کہنا غالباً مبالغہ سے بیکسر عالی ہے کہ اردو میں آج تک کوئی کتاب ایسی تصنیف نہیں لکھی

جس کا موضوع واحد صرف ان ذرا میں مقدسہ کی جمع و ترتیب اور ان سے متعلق بیش قیمت تاریخی حواجبات و اسانید کا پوری محنت و جاں کاہی کے ساتھ ہم ٹہنچا نا ہو۔ جو خالص تبلیغ اسلام

کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور اس سلسلہ میں جو اہم حدیثی و تاریخی اشکالات پیدا ہو جاتے ہیں ان کو ایسے پسندیدہ اسلوب اور وسیع النظری کے ساتھ رفع کیا گیا ہو کہ تاریخی بیانات اور آثار و

روایات میں کوئی تناقض باقی نہ رہتا ہو۔



مقام شکر ہے کہ محترم بھائی حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حفظ الرحمن صاحب سیو بارڈی جو اپنی متعدد تصانیف کے باعث ہندوستان کی علمی دنیا میں اچھی طرح روشناس ہو چکے ہیں۔ آپ نے اس اہم ضرورت کی نظر توجہ فرمائی۔ چنانچہ آپ ایک مدت کی محنت و کاوش کے بعد پیش نظر کتاب جو اپنی نوعیت میں تقیناً بے مثل ہے، ملک و قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ قارئین کرام اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس حقیقت کا خود اقرار کریں گے کہ اس میں موضوع کتاب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو تشنہ تحقیق رہ گیا ہو۔ اور جرح و نقد و روایات کا کوئی اسلوب ایسا نہیں ہے جس سے اس کتاب میں کام نہ لیا گیا ہو۔ موضوع تصنیف کے سلسلہ میں آپ کو جہاں کہیں کوئی مواد مل سکتا تھا آپ نے اس کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ مختلف فنون علوم کی وہ تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں جو آپ متیار کر سکتے تھے اور جن سے کسی حد تک بھی اس موضوع کی تحقیق میں مدد مل سکتی تھی وہ سب اس کتاب کی تصنیف کے وقت آپ کے پیش نظر رہی ہیں۔ اس بنا پر بے خوف تر وید کہا جاسکتا ہے کہ زندگی و الحاد کے اس ہولناک درمیان میں نبوی سے متعلق ایک ایسی کتاب کا شائع کرنا جو اس سلسلہ کی تمام علمی و تاریخی مباحث پر مشتمل ہو، اور جس کے مقدمہ میں تبلیغ کے اصول و طرق سے مفصل بحث کی گئی ہو، یقیناً علم و مذہب کی ایک عظیم الشان خدمت ہے۔ فخر اہل اللہ عناد عن سائر المسلمین۔ کتاب تین حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصہ کا نام اصول تبلیغ ہے۔ آپ نے اس میں بتایا ہے کہ دنیا کی نشر و اشاعت اور کلمہ حق کے اعلیٰ حقیقی کا صحیح طریقہ کیا ہے اور اسلام نے اس کے لئے کیا اصول وضع کئے ہیں۔ اس فیصل میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عہد حاضر میں مناظرہ کا جو طریقہ مروج ہے اور جس کو بالعموم مذہب کی ایک بڑی خدمت سمجھا جاتا ہے وہ کس حد تک اسلام کے مقرر کئے ہوئے اصول تبلیغ کی روشنی میں شرعی اور درست کہا جاسکتا ہے؟ فاضل مصنف نے موجودہ طرق تبلیغ کی تحلیل کرنے کے بعد بتایا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر بلکہ سب طریقے غیر مسلم جماعتوں کے اختراع ذہنی کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ محض اس لئے اختراع کئے گئے تھے کہ وہ دوسرے مذاہب اور مان کے پیرواؤں کی تحقیر کر کے خود



اپنے مذاہب کے لئے پردہ پوشی کا سامان کر سکیں۔ اور دوسروں کو اس کا موقع نہ دیں کہ وہ ان کے مذہب باطل کی غلط تعلیمات کی طرف متوجہ ہو کر اس کے عیوب کو آشکارا کر سکیں۔

دوسرے حصہ: فرامین سید المرسلین کے عنوان سے مضمون ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین مقدسہ کو جمع کیا گیا ہے جو اپنے دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام روانہ فرمائے تھے اور ان فرامین کے ساتھ ان سے متعلق تاریخی و حدیثی حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بہت زیادہ متمم بالشان ہے۔ یہ حصہ اول سے آخر تک حضرت مصنف کی وسیع النظری، دقیقہ رسی، اور مہارت علمی کا شاہد عدل ہے۔

تیسرا حصہ نتائج و عبرت کے نام سے موسوم ہے اس میں وہ تمام معرکۃ الآراء با حنفیہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اور پھر سلاطین عالم جن کے نام یہ فرامین ارسال کئے گئے تھے ان کے اس دعوتِ نبوت کو قبول یا انکار کرنے سے پیدا ہو گئے ہیں۔ تبلیغ کا مفہوم، جہاد کی حقیقت، اس کے اصول و اسباب، قتل مرتد، تکفیر اہل قبلہ، جزیہ کی تعریف، اسلام اور اس کا نظام، سلام کا دوسرے مذاہب پر تفوق و امتیاز، اسلام کلمہ کا مطلب، یہ سب قابلِ قدر اور مشکل بحثیں ہیں جن کو عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں پوری شرح و بسط کے ساتھ کتاب کے اس اخیر حصہ میں محققانہ رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ ملتِ اسلام کے ایک فاضل و محقق فرزند کی یہ مذہبی عظیم الشان خدمت با قبولِ پانچ اور حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے مستمع ہونے کی توفیق اور فاضل مصنف کو اجرِ بزرگ و ثواب عظیم مرحمت فرمائے۔ آمین۔

ایں دعا از من فارز جملہ جاں آیین باد

سعید احمد اکبر آبادی



# اُصُولِ تَبْلِيغِ

جِزَّةِ اَوَّلِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

(اخزاب)

ترجمہ

اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کارسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ مومنین کو بشارت دینے والے ہیں اور کفار کو ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

ادْع إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ

أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ رَعْل

ترجمہ

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کیساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔ آپ کا رب خوب جانتا ہے۔ اُس شخص کو بھی جو اُس کے راستے سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

## طلوع آفتاب نبوت

<p>اور وہ وقت یاد کر جبکہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا لے بنی اسرائیل میں خدا کا رسول ہوں اور تمہارے کورٹ کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جس کا نام احمد ہے۔</p>	<p>وَإِذْ قَالَ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (صف)</p>
---	---

تقریباً چھ سو برس ہوئے کہ نبوت عیسوی کا دور گزر گیا، دنیا میں بننے والی  
مخلوق نور نبوت اور فیضان رسالت سے محروم ہو چکی، جہالت و ضلالت کے  
ناریک بادل تہ بہ تہ جمع ہوتے اور شرک و کفر کی بارش برساجاتے ہیں، کسی قوم یا  
کسی خاندان، کسی ملک یا کسی سرزمین کی تخصیص نہیں۔ عجم ہو یا عرب، مشرق ہو  
یا مغرب، کائنات کا ذرہ، ذرہ خواب غفلت میں سرشار، اور پردہ ظلمت میں مستور  
ہے، بھائی سے بھائی کو محبت ہے نہ باپ کو بیٹے سے، شکل و صورت میں اگرچہ  
انسان ہیں، مگر خصائل و شمائل حیوانوں سے بھی بدتر، اُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ  
سرزمین عرب، لات و عزیٰ اور نائلہ و سبل پر فدا تھی تو عجم کے بننے والے

۱۱۔ یہ شکل جو ہاویں کے ہیں، بلکہ اسے بھی بدتر۔ ۱۱



جہاد یو اور کرشن کی مورتیوں کے پجاری، آگ کے پرستار، اور شمس و قمر یا اہرن و زردان کے والد و شیدا!

غرض ربع مسکوں کا چپہ چپہ خدائے واحد، مالکِ حقیقی، کو فراموش کر کے خود ساختہ اصنام پرستی میں مصروف و منہمک تھا،

تقدیسِ الہی کا وہ خاص مقام جو "وادی غیر ذی زرع یعنی بن کھیتی کی سر زمین میں" کعبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور رحمتِ الہی کا وہ گہوارہ جس کی بنیاد ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) جیسے معاروں کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی، دنیا کے بتکدوں میں سب سے بڑا اور عظیم الشان بتکدہ مانا جاتا تھا۔ یکایک خدائے قدوس کے جلال و جبروت اور غیرت کو حرکت ہوتی۔ اور وقت آپہنچا کہ ظلمت کدوں کی ظلمت مٹ جائے بتکدوں کے بت فنا ہو جائیں، آتشکدوں کی آتش بجھ جائے، اور کرۂ عالم کا گوشہ گوشہ نور نبوت اور آفتاب رسالت کی بے پایاں روشنی سے منور ہو جائے، یا یہ کہئے کہ دعائے خلیل اور بشارتِ عیسیٰ (علیہا الصلوٰۃ السلام) کی قبولیت و اجابت کی تکمیل کا وقت آگیا۔

۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۷ء کی صبح وہ صبح سعادت تھی، جس میں آفتاب رسالت نے پہلے آمنہ سے ہویدا ہو کر ظلمتکدہ عالم کو بقیعہ نور بنا دیا، اور اس کی رحمت بھری شعاعوں نے کفر و ضلالت کی تاریکیوں کے تمام پردے چاک کر دیئے۔

وحیِ الہی کا نور مجسم، رحمتِ باری کا ہیبتِ اعظم، بحرِ سخا، ابرِ کرم، پیکرِ ہدی، صورتِ آدم، عالمِ وجود میں آیا اور اس نے بشارتِ "وَبَشِّرِ اَبْرَسُوْلَ یٰۤاٰتِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ اِسْمٰہُ اَحْمَدُ" سے سرفراز ہو کر دنیا میں توحید کا علم بلند کیا، اور سیکڑوں برس کے بھنگے ہوئے غلاموں کو لے کر حقیقی مالک اور آقا کے سامنے جہاد کیا اور صدیوں کے بھولے ہوئے



سبق کو یاد دلا کر دلوں کی بستی میں وہ آتش شوق بھڑکانی جس نے کفر و شرک کی دنیا کو جلا کر آن کی آن میں خاک سیاہ کر دیا،

اخوت و ہمدردی کا وہ رشتہ جو حرف غلط کی طرح دنیا میں مٹ چکا تھا اسکے ایک اشارہ چشم و ابرو سے پھر استوار ہو گیا۔ دشمن دوست بنے، اور بیگانوں میں یگانگت نے راہ پائی، بے راہوں نے راہ دیکھی اور بے چینوں کو چین نصیب ہوا۔

يَا رِبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا      عَلٰى جَدِّكَ مِنْ زَانَتْ يَوْمِ الْعَصَا

## تبلیغ رسالت

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ رَمَادَهُ، اے پیغمبر جو کچھ تمہارا گیا ہے اسکو لوگوں تک پہنچا دو۔

ایک وقت وہ تھا کہ خدا کے پیغمبر، اور اس کے رسول، دنیا کے ہادی اور عالم کے رہنما، خاص قوموں یا خاص ملکوں میں نذیر و بشیر نکراتے، اور اپنی رسالت کی تبلیغ و اشاعت کے محدود حلقوں میں خدا کا پیغام سنا کر حقیقی رسالت و نبوت ادا کرتے رہے، آدم و نوح، شیث و ادریس، ابراہیم و اسماعیل، یعقوب و یوسف، داؤد، سلیمان، موسیٰ و عیسیٰ، زکریا و الیاس، یونس و ذوالکفل، (علیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ اور ان کے علاوہ تمام کو ایک نبوت اپنے اپنے زمانہ میں "وحی الہی کی آغوش میں تربیت پاکر، دنیا کو روشن اور درختاں بناتے، اور اپنی اپنی قوم کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ لیکن نبی امی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا فیضان کسی خاص قوم، یا خاص ملک کے لئے نہ تھا بلکہ اس ذاتِ قدسی صفات کی بعثت "بعثت عامہ" تھی۔ اسی لئے اس آفتابِ نبوت کے طلوع نے مشرق و مغرب، شمال و جنوب، یورپ و ایشیا،



افریقہ وامریکہ، تمام رینگ سکوں کو زرخشاں و تباہ بنا دیا۔

اس کی تبلیغ عام ہوئی اور اس کی آغوش رحمت میں کل جہاں نے راحت

درازم پایا۔

مگر یا تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغام الہی اور تبلیغ حق کا یہ مقصد ایسے مہول سے یکے خالی ہے کہ جن کی روشنی میں دعوت ربانی کا یہ کام آئندہ بھی انجام پائے؟ یا تمہارا یہ خیال ہو کہ اس مقدس فریضہ کی تکمیل، ایک ایسا تافان ہے جو فوش آئندہ الفاظ اور نظر فریب اعمال سے انجام پاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

بیشک، تبلیغ و دعوت وہ مقدس فرض ہے جو ہر ایک کلاگر مومن کی حیثیت اور اس کی ہستی کا مقصد و حیدر ہے یہ درست، کہ پیغام حق ابوبکر و عمر، بنی شیبلی کے ہی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انتہیت مرحومہ کا ہر ایک فرد، عالم ہو یا جاہل، عورت ہو یا مرد، اس امانت الہی کا حامل اور پاسبان ہے۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس مقصدِ عظیم کی تکمیل، اور اس امانت ربانی کی صحیح پاسبانی، جب ہی بار آور ہو سکتی، اور اپنی صد ہزار لطافت و حسن کے ساتھ دنیا ہو سکتی ہے جبکہ ہم اپنی زندگی کے بیش بہا لمحات کو اس طرح کام میں لائیں جس کی عملی مثال ہر قرآن عزیز نے بتائی اور علیٰ نظیر خدا کے برگزیدہ نبی نے دکھلائی۔

اسلئے ضرورت تھی اس امر کی کہ جس مقدس ہستی کے وجود میں اس کے ہر ایک قول و فعل ہیں، اور اس کے ہر ایک حرکت و سکون میں، اہمیت مرحومہ کیلئے امور و حسنہ ہو اس کی پاک زندگی کے اس اہم مقصد (تبلیغ کا حق ادا اور دویر کمال مشروع ہی سے بساط عمل پہنچا آہٹانے۔ بلکہ اس کے لئے مراتب ہوں، اور درجات ہوں کہ ان کی تکمیل کے لئے



کوئی اس شاہراہِ عمل سے گذر ہی نہ سکے کہ جس کے بعد گوہرِ مقصود ہاتھ آتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ ”کن فیکون“ ذاتِ احدیت کا طفرائے امتیاز، اور قادرِ مطلق کا قدرتِ کمال ٹھہرا تو انسان ضعیف البیان کا شرف ہی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مہربانیِ حقیقی کی آغوش میں آہستہ آہستہ اپنی استعداد کے مطابق تربیت پائے اور کمالِ الہی کے فیضان سے مستفیض ہو یا یوں کہئے کہ ضرورت تھی اس بات کی کہ اُمتِ مرحومہ بھی ”کہ جس کا ہر ایک قول و فعل، ہر ایک حرکت و سکون لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہونا چاہئے، ”آفتابِ رسالت کی عالیشان روشنی میں قیامت تک ”دینِ مبین“ اور ”ملتِ حنیف“ کی تبلیغ و دعوت میں سرگرم عمل رہے۔ اور خاتم النبیین کی پیروی اور اقتداء میں پیغامِ حق کو اپنا شعار بنائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اب نبوت و رسالت کی تکمیل ہو چکی، اور خدا کا آخری پیغام آچکا،

وہ پیغام جس کی بشارت انجیل و توراہ نے دی، وہ پیغام جس کی مسرت میں زبور نے نغمے گائے۔

تو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ خدا کے آخری پیغمبر، داعیِ اسلام، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اس مقصد و حید کے مابج کو کس طرح طے کیا۔ اور وحیِ الہی نے کس کس گوشہ سے ان مابج کی تکمیل کے لئے انکی امداد فرمائی؟

سنو اور غور سے سنو!

لَا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
تم بہترین امت ہو تمہاری حیات و دُعا کیلئے یہ کہ انکو نیکی کا درس دو اور برائیوں سے باز رکھو۔



# درجاتِ سلینگ

پہلا دور  
(معرفت و تکمیل)

تکمیلِ نفس

کئی دسے، اٹھ اور لوگوں کو بری باتوں سے ڈرا اور اپنے  
سب کی بڑائی بیان کر، کپڑے پاک رکھ اور ناپاک چیزوں  
کو چھوڑ اور لوگوں پر ایسے احسان نہ کر کہ اس کے عوض احسان  
سے زیادہ حاصل ہو جائیگا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ، وَرَبَّكَ  
فَكْتَبْ، وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ  
وَلَا تَمَنَّ عَلَى الْكُفَّارِ (مذہب)

معرفت کامل سہی اپنی عبودیت اور معبود حقیقی کی ربوبیتِ کاملہ کا اعتراف بھی حاصل  
مگر جب تک اس پر استقامت و استواری نہ ہو اور اس کے مختلف گوشے ابھی تک تشنہ  
کمال ہوں تو دور ثانی کی زندگی ہنوز محتاج تربیت و تکمیل ہے۔ حراکی گھائی کا وہ پہلا  
منظر کس قدر عجیب، کتنا پر عظمت و جلال اور کیسا دلربا بیان تھا کہ رحمتِ عالمیان اس پر  
کون و مکان ایک طرف تو وحی الہی کی عظمت کے دیدہ بہ سے متاثر ہو کر زلونی زلونی  
فرماتے ہیں اور دوسری طرف اس کی دلربا بیانہ شان اور پر کیف و معجز نما اداء نے اس قدر  
بیقرار اور بچپن کر رکھا ہے کہ چالیس روز اس کے رک جانے سے پہاڑ کی چوٹیوں پر  
چڑھتے اور اپنے آپکو ہلاک کر دینے پر آمادہ نظر آتے ہیں آخر کار امتحان کی یہ منزل بھی ختم ہوتی  
ہے اور تربیتِ کاملہ اپنی دوسری جہلک دکھا کر حکم دیتی ہے کہ اٹھ! آج تو خدا کا نذر بننا  
ہے۔ مگر پہلے خود خدا کی ہستی اور اس کی کبریائی کا اقرار کر قول و عمل سے، اور اس کی عظمت



وجہِ موت کو تسلیم کر دل و زبان سے، لباس کو پاکیزہ رکھ کہ یہی طہارتِ ظاہری، طہارتِ باطنی کو بڑھاتی، اور قربتِ الہی تک پہنچاتی ہے۔ اور علیحدہ رہ ان غلطیوں اور نجاستوں سے جو عالمِ نفس کو تباہ اور دنیا کے قلب کو برباد کرتی ہیں۔ اور مکارمِ اخلاق کی ان پہنچائیوں سے آراستہ ہو کہ احسان جیسے خلق کو فرض سمجھا داکر اور اس کو ذاتی فائدہ کا آلہ نہ بنا، اسلئے کہ اخلاقِ حسنہ کی اساس ہی پر قائم ہوتی، اور اس کی تعمیر اسی سے استوار ہوتی ہے۔ یعنی خدا کا پیغام بر بننے کے لئے پہلے اغوشِ رحمتِ الہی میں رہ کر اعمالِ ظاہری و باطنی کی تکمیل۔ اور معراجِ ترقی کے انتہائی درجات کی تحصیل، از بس ضروری ہے۔ اسلئے کہ کابل ہی ناقص کو درجہ کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ خود گم کردہ راہ کیا کسی کو راہ بتائے گا۔

(دوسرا دور)

## قیادتِ امامت

ارکانِ خاندان

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿۱۰۶﴾ اپنے اہل خاندان کو تبلیغ کیجئے۔

• خدائے برتر کے عطا و نوال، اور جو دو کرم کی بارش نے جب سید المرسلین، محبوب ربِّ العالمین، کو اس مرتبہ علیا پر فائز کیا۔ جس کا تصور بھی انسانی تخیل سے بالاتر ہے اور تکمیلِ نفس کے ان مدارج پر پہنچا دیا جس کے حصول سے اولین و آخرین عاجز و حیران ہیں اور کیوں نہیں؟

ابن سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدایے بخشندہ

منہ ہر طرف نشا و نو کہ انسان اخلاقی حسنہ اور انسانیت کبریٰ کے بلند سے بلند مقام تک پہنچا دے اور اس کو جلد سے جلد ہی اسکو مرتبہ نبوت عاقل نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ علیہ خلدی ہے اور ان کی عطا سے نصیب ہوتا ہے۔ اسلئے بیحد تخیل رسالہ ۱۔ اسمی جاننا ہے کہ ماٹھی، سالک کس کو بچھتے۔



تو اب حکم ہوتا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھاؤ، اور خدائے واحد کی توحید کا شیر میں پیغام  
 سب سے پہلے اپنے خاندان، اور قرابت والوں کو سناؤ۔ اور بتاؤ کہ عبادت کی لائق اور  
 پرستش کے سزاوار صرف ایک ہی ذات ہے، صرف ایک خدا کو پوجو اور مصنوعی معبودوں  
 کی گمراہی کو ترک کرو **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآتَيْنَاهُم مِّنْ فَضْلِنَا** اللہ الواحد القہار۔ تم ہی انصاف  
 کرو کہ دس بیس ہزار آقاؤں کا غلام ہونا بہتر ہے یا فقط ایک آقا و مالک کا غلام ہونا۔  
 پھر تم نے دیکھا کہ صفا کی پہاڑی پر وہ کیا آواز تھی جس کی گرج نے بہروں کو شنوا،  
 اندھوں کو بینا، اور گونگوں کو گویا کر دیا۔ اور اسی ایک آواز کی پکار نے اپنوں کو بیگانہ،  
 دوستوں کو دشمن، اور موافقوں کو مخالف بنا دیا؟۔

خدائے واحد کا منادی، توحید کا پیغامبر! خدا کی یکتائی کا پیغام لیکر صفا کی چوٹی  
 پر اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ نہ کوئی یار و مددگار ہے، نہ ہمدرد و غمخوار، تنہا خدا پر بہرہ رسد کر کے  
 حکم الہی کی تعمیل میں مکہ کے بسنے والوں کو، اہل خاندان کو، ندا دیتا ہے، **يَا صِبْيَانُ!**  
**يَا صِبْيَانُ!** یہ آواز قبیلوں اور خاندانوں کو چونکا دیتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ غنیمت کا لشکر  
 سر پر آپہنچا۔ اسی لئے ہمارا پاسبان ہو گا اس آواز پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے، انہیں  
 معلوم نہ تھا کہ پکارنے والی ہستی جان و مال کے خطرہ کا اعلان نہیں کر رہی۔ وہ تو اس  
 آنے والے خطرہ کے لئے بیدار کرنا چاہتی ہے جو جان و مال اور عورت و آبرو کے خطرہ  
 سے بھی زیادہ خطرناک ہے، وہ خطرہ جس کو صدیوں سے قوموں نے بھلا دیا۔ وہ خطرہ  
 جو درندہ ناسانوں کی ہلاکت آفرینیوں سے پیش نہیں آتا بلکہ حقیقی مالک آقا کے پیغم  
 ترو اور مسلسل سرکشی کی بدولت رونما ہوتا ہے اور ایک لخت ملکوں اور قوموں کو تاخت و  
 تاراج کر کے آنے والی قوموں کے لئے بہت کچھ عبرت کا سامان فراہم کر دیا کرتا ہے۔



الْمُرِّيْرَاكْمَا هَلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ  
 مَكَتَهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ يُمْكِنْ لَكُمْ وَ  
 أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأُ  
 نْهَارَ بَجْرِيٍّ مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ  
 بِدُئُوبِهِمْ وَاَنْشَانَا مِنْ بَعْدِهِمْ  
 قَرْنًا الْآخِرِينَ ۝

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے آتے پہنچے کتنی  
 ایسی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کو پہننے زمین میں وہ قوت  
 و سطوت عطا کی تھی جو تم کو بھی نصیب نہیں انہیں ہم نے  
 بارشیں برسائیں اور انکے قدموں کے نیچے نہریں جاری  
 کر دیں پھر انہیں کی بد اعمالیوں کی بدولت انکو ہلاک کر دیا  
 اور انکے بعد دوسری قوموں کو انکا جانشین بنا دیا ۝

وہ جوق جوق جمع ہو رہے ہیں اور منادی کی ندا کے منتظر ہیں، یکایک ہادی  
 برحق کی زبان وحی ترجمان سے یہ صدا بلند ہوئی۔

لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک زبردست شکر  
 موجود ہے جو عنقریب تمکو تاراج کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم مجھکو جھٹلاؤ گے یا میری بات  
 کو باور کرو گے؟ متفقہ آواز آئی۔ تیری بات کبھی غلط نہیں ہوتی اور تو نے کبھی جھوٹ  
 نہیں بولا۔ اسی لئے تجھکو "الصادق الامین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر آج ہم تیری  
 بات کو کس طرح غلط جان سکتے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو گوش ہوش سے سنو، اس جہان کے علاوہ ایک  
 اور جہان ہے۔ وہاں سب کو جانا ہے اور مالکِ حقیقی کے سامنے اپنی کردار کا حسابہ  
 کرانا ہے۔ یہ عمل کی کثرتِ زار ہے، اور وہ پاوایشِ عمل کا کارزار، خدائے واحد ہی وہ  
 ذات ہے جو ہر طرح پرستش کی لائق ہے۔ خود ساختہ بتوں کو چھوڑ دو، اور ایک خدا کو  
 پوجو۔ اللہ احد، اللہ احد، سوچو اور غور کرو تمہارے عمل کی پونجی کس رہی ہے مگر تم بے خبر  
 ہو۔ تم کہوٹے کو کھرا۔ اور قلع کو نسل سمجھ رہے ہو۔ اے گم کردہ راہ عزیزو! راہِ سقیم کی طرف



آؤ اور کجروی سے بچو۔

یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی۔ چہا رطرف ایک آگ لگ گئی، ایک دوسرے کا منہ تک رہا ہے۔ کوئی غضبناک ہے۔ تو کوئی حیران و پریشان۔ عزیز بگڑے، دوست دشمن بنے، اور اہل خاندان نے مقابلہ کی ٹھان لی جتنی چچا ابو لہب نے کہ جس نے آپ کی ولادت با سعادت کی وقت صرف اس خوشی میں کہ میرے بہائی عبداللہ کے لڑکا پیدا ہونے کی خبر سنائی ہے اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر کے اپنی انتہائی محبت کا ثبوت دیا تھا، آج اس نداؤ حق پر اس قدر مشتعل اور آمادہ پیکار ہے کہ جسم اطہر پر دونوں ہاتھ مار کر کہتا ہے "تَبَاكَ لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ إِلَيْهِمْ أَدْعُوْنَا" یعنی تجھ کو ہمیشہ خرابی ہو کیا اسی لئے تو نے ہم کو بلایا تھا۔ رالعیاذ باللہ، لیکن اس مقدس ہستی پر اپنی بیگانگی اور عزیزوں کی روگردانی کچھ بھی اثر نہ کر سکی اور پیغامِ حق کی وہ آواز وحی الہی کے فیضان سے اسی طرح فضا میں گونجتی رہی۔ اور ایک وہ دن بھی آیا جبکہ انہی دشمنوں کی دشمنی، دوستی سے اور انہی عزیزوں کی بیگانگی، یگانگت سے بدل گئی اور۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَرْشِ مِنَ الرِّسَالِ۔ کی تعمیل نے آخر اُس کو ہوا الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولًا بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کی انتہائی معراج پر پہنچا دیا۔

اسی تعمیلِ ارشاد کا ایک منظر وہ بھی ہے کہ اپنے عبدِ مناف کی اولاد میں سے

تقریباً چالیس آدمیوں کو دعوت دی اور ارشاد فرمایا۔

عزیزو! میں تمہارے لئے وہ نادر تحفہ لیکر آیا ہوں جس کی مثال دنیا کی دوسری

قوموں میں ناپید ہے۔ میں تمہاری فلاح اور راہِ نجات لیکر آیا ہوں۔ خدا سے برتر کا

قرآن عزیز کی سورہ لہب اسی شقی ازلی کی ابدی ذلت اور دائمی خسران کی یادگار ہے۔



حکم ہے کہ میں تمکو راہِ حق دکھاؤں اور اس کی طرف دعوت دوں۔ قسم بخدا اگر میں تمام دنیا کے سامنے جھوٹ بولتا تب بھی تم سے جھوٹ نہ بولتا۔ اور اگر کل عالم کو بھی دھوکا دیتا تب بھی تمکو دھوکا نہ دیتا۔ ذاتِ واحد کی قسم کہ میں تمہارے اور کل عالم کے لئے اس کی طرف سے پیغمبر اور رسول ہوں۔“

فطرت کا تقاضا ہے کہ اگر اہلِ خاندان اور اقربا و اعزہ کے سامنے مصلح کی اصلاح، اور ہادی کی ہدایت، برسرِ کار آتی ہے تو انکے قبول و عدم قبول کا اثر خود بخود دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ اسکی خلوت و جلوت، اور اس کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے حال سے واقف ہوتے اور اس کی ہر ایک حرکت و سکون سے مطلع رہتے ہیں۔ ماں۔ جب قبول و عدم قبول اور موافقت و مخالفت کا میدان کارزار گرم ہوتا ہے تو حاسد کا حسد اور متلاشی حق کی تلاش حق، خود کسوٹی بنکر سامنے آجاتی ہے اور اس وقت کذب و صداقت کا معیار خود مصلح کا قول و عمل بنتا ہے نہ کہ کسب کا اقرار و انکار۔ اسی اصول کو قرآن عزیز نے اپنے پیغمبر کی شان میں اس معجزہ ناطر میں بیان کیا ہے۔

لَقَدْ كَذَبْتَ فَيَكْفُرْ عَمَّا مِنْ قَبْلِي  
میں نے اپنی اس زندگی سے قبل عمر کا بہت بڑا حصہ  
آفَرَا تَعْقِلُونَ۔ تمہارے اندر گدازا ہے کیا پہر بھی تم نہیں سمجھتے۔

یہی میری صداقتِ نبوت کی ایک سب سے بڑی اور روشن دلیل یہی ہے کہ دعویٰ نبوت سے پہلے عہدِ طفولیت سے آج تک کی میری تمام زندگی تمہاری آنکھوں کے سامنے گزری اور تمہیں اعتراف ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا نہ کبھی کوئی دھوکہ کی بات کی نیز تمہارے ہی سامنے میری تربیت ہوئی یہ میں نے کسی سے تعلیم حاصل کی نہ لکھنا جانتا ہوں نہ پڑھنا۔ نہ کسی عالم و مصلح کی ہنشین کی جسکے وجود ہی سے عرب کی سرزمین خالی رہتی، پہر



یک بیک میرا یہ دعویٰ اور اس دعویٰ کی اتنی زبردست دلیل یعنی قرآن عزیز جیسی کتاب کا پیش کرنا ہی کیا میری صداقت کیلئے روشن دلیل نہیں بن سکتی؟

## مذہب و توسع

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا  
لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا (شوریٰ) مکہ اور اطراف مکہ والوں کیلئے نذیر بنے۔

دعوتِ حق پر استقامت، توکل علی اللہ۔ صبر آزمائی کا لیف پر چلیں بہ جہیں تک ہونا! ایسے امور نہ تھے جو موثر نہ ہوتے۔ سرتاج انبیاء ختمِ رسل کا مادی طاقتوں اور خاندانی مصیبتوں سے بے پرواہ ہو کر خدا کی یکتائی کا پیغام سناتے، اور جاوہِ مستقیم کا داعی بن کر ہر قسم کی تکالیف برداشت کرتے رہنا بے اثر جاتا! ناممکن

آخر عزیزوں اور اہل خاندان کو حق کی آواز کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا اور کلمہ توحید کی سر بلند یوں نے خود بخود ان کے قلوب میں اپنی راہ پیدا کر لی۔ بے یار و مددگار ہستی کی آواز اب تنہا آواز نہ تھی۔ حرم بیت اللہ میں خدا کے سامنے اب ایک ہی پیشانی سرسبز و نظر نہیں آتی۔ ابو بکر، عمر، عثمان و علی۔ حمزہ و عباس جعفر و عقیل۔ فضل و عبد الرحمن رضی اللہ عنہم، اب اسی درگاہ کے آستانہ بوس ہیں۔ کل جس کی آواز پر "صَدَقْتَ" کہنا ہی ہر دم عظیم سمجھا جاتا تھا وہ عمر رضی اللہ عنہ، جو گردن میں تلوار حائل کئے سر قلم کر نیکی نیت سے گہرے نکلے تھے ایک ادنیٰ غلام کی طرح دربارِ قدسی میں حاضر ہو کر اور سر نیاز جہاں کا کعبہ تقصیر کے خوشگوار ہیں بیچ کہا کا لائل نے "سیر و زیندہ سیر و در شپ" ہیں۔

قیصرِ روم کے دربار میں جب آپ کا دعوت نامہ پہنچا تھا تو اس نے بھی آپ کی تائید میں یہ کہا تھا۔ مَا كَانَ لِبَدَاةِ الْكَذِبِ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ۔ نہیں ہو سکتا کہ جو لوگوں پر چوٹ ڈالنا ہو وہ خدا پر چوٹ



”جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے  
اسلام بزورِ شمشیر پھیلا یا وہ جھکو بتائیں کہ ”ابوبکر و عمر، عثمان و علی، عبید  
ناموران قریش کو کس تلوار نے زیر کیا تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے  
دوسروں کو بزورِ شمشیر مسلمان بنایا“

یہی وہ جذبہ حق کا مستلاطم سمندر تھا جو ہزاروں بند لگانیکے باوجود بھی نہ رکا۔ یہی  
وہ نورِ توحید کی چمک تھی جس کی تابش عالمِ تابنے اپنے دائرہ کو ایک خاص حصہ ہی میں  
محدود نہ رہنے دیا۔ توحیدِ الہی کا یہ بے پایاں سمندر، اور تبلیغِ حق کا یہ آفتابِ عالمِ آگے  
بڑھتا ہے اور وحیِ الہی کی روشنی میں اب دعوتِ اسلام نے ایک اور کروٹ بدلی ہے۔ حکم  
ہے کہ خاندان، قبیلہ، اور عزیزوں کی تبلیغ کے بعد اب دائرہ وسیع کرو اور مشعلِ ہدایت کی  
روشنی کو مکہ اور اطرافِ مکہ میں پھیلاؤ کہ دعوتِ حق کی ہمہ گیری کے لئے راہِ ہمت آئے اور  
مقصدِ عظیم کی تکمیل سے سارا عالم روشن اور منور ہو جائے۔

کلامِ ربانی کے ناطقِ فیصلہ، اور نبیِ آخر الزماں کی انتہائی قوتِ عمل کے باعث پہرہ سبکھی  
ہوا جسکو منکرِ عقل حیران اور پر از خیال پریشان ہی بیان وسائل کی پڑا اور تباہی کی تنہا۔ ایک لگن  
ہے جو کبھی عکاظ کے بازار میں لیجاتی ہے تو کبھی ذوالحجازہ کے مجمع میں!! محفل و مجلس میں  
کوچہ و بازار میں، خلوت و جلوت میں، ایک ہی ندا اور صرف ایک ہی صدا ہے! اللہ  
اللہ الصمد۔

مکہ اور اطرافِ مکہ کے بننے والے جاہلیت کے طرزِ برج کرنے آئے ہیں۔ خدا  
کا منادی، توحید کا پیغامبر، ”کعبہ“ کے سامنے کھڑا ہو اور نعرہٴ توحید بلند کر رہا ہے! اطرافِ  
مکہ کا ایک رئیس بھی طواف کی غرض سے ادھر آتا ہے۔ ابو جہل اور ابولہب سامنے



کہڑے ہیں۔ اسکو دیکھ کر آگے بڑھتے، اور کہتے ہیں کہ عرصہ سے یہاں ایک شخص سحر کے  
 کرشمے دکھا رہا ہے۔ بنی عبد مناف اور بنی عبد المطلب اس کی ساحرانہ باتوں میں آکر  
 دین کو خیر باد کہہ چکے۔ ہم نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ تمام قریشی اس خدمت کو انجام دین  
 کہ ایسے عظیم الشان مجمع میں جو کہ موسم حج میں ہوا کرتا ہے باہر سے آنیوالے ناواقف لوگوں  
 کو اطلاع دیں اور سمجھائیں کہ وہ اس شخص کے کلام کو نہ سنیں ورنہ سحر کی کشش ان کو  
 جذب کر لے گی اور وہ اس مدعی نبوت کی پیروی پر مجبور ہو جائیں گے۔

یہ تھیں قریش کی وہ معاندانہ کوششیں اور مجنونانہ کاوشیں جو اعلانِ حق اور نداء  
 ایمان کی راہ میں سنگ گراں بنی ہوئی تھیں۔ اطرافِ مکہ کا یہ شخص اول تو ان حاسدان  
 کج فہم کی باتوں سے قدرے متاثر ہوا۔ طواف کے لئے آمادہ ہو تو کانوں میں رونی رکھ کر  
 تاکہ وہ کلمات ہی کان میں نہ پڑیں جن کے اثر سے قریشیوں کا یہ گروہ اس قدر خائف ہو وہ  
 دوچار پھیرے پھرتا ہے۔ مگر نیچی نظروں سے جمالِ جہاں آرا کو دیکھتا جاتا ہے۔ اور کبر  
 ہدایت کے معجز نما الفاظ کی کرشمہ سازیوں کا جو اثر اطراف و جوانب کے سامعین پر ہو رہا ہے۔  
 اس کو بنظر غور دیکھ رہا ہے۔

یہ ایک بلندی ہمت اور علوِ حوصلہ کا رہنما ہوتے اور اس کی بزدلی پر نفرت  
 و حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ یہ کیسی بزدلی اور نامردی ہے کہ ایک شخص کی  
 محض تقریر نہ سننے کے لئے یہ کچھ اہتمام کیا جائے۔ وہ ساحر ہی، کاہن ہی لیکن پہر ایک انسان  
 ہے کسی شخص کے مدعا کو سننے بغیر اسکی نفرت و اغماض انسانیت کے شیوہ سے دور  
 ہے۔ یہ سوچ کر کانوں میں سے رونی نکال پینکتا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معجز نما تقریر  
 سننے کیلئے آگے بڑھ کر گوشِ حق نبوت سے متوجہ ہو جاتا ہے۔ تو زبانِ وحی ترجمان سے یہ



کلماتِ طیبات سنتا ہے۔

”لوگو ایک خدا کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ گناہوں کے  
بچو اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ انسان سب برابر ہیں نہ کوئی اپنی شہرت  
میں کمینہ ہے اور نہ کوئی شریف۔ شرافت و نجابتِ عمل سے ہے نہ کہ  
حسب و نسب، اقوام و قبائل کی تفریق دوسروں کو ذلیل اور خود کو شریف  
سمجھنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تعارف و امتیازِ باہمی کا ایک وسیلہ ہے۔  
إِنَّ الْكِرْمَ كُرْمٌ عِنْدَ اللَّهِ اتِّقَاكُمْ بَرِّزْ كِبْرًا حَقِيقِي كَيْسَا تَهَّ صَحْح تَعْلُق پید  
کرنے سے جاہل ہوتی ہے نہ مال و متاع اور ذاتی حسب و نسب سے۔  
چھوٹوں پر رحم کرو اور بڑوں کی تعظیم و توقیر، یتیموں اور بیواؤں کی غمخواری  
کرو اور غربا پر دسی کو اپنا شعار بناؤ، کربھی فلاح و بہبود کی صحیح راہ ہے اور

نجاتِ ابدی کا اصلی رستہ“

رئیس نے یہ کلام معجز نظام سنا تو حیران و ششدر رہ گیا اور دل میں تڑپ پیدا ہوئی  
وہ ابو جہل و ابولہب پر نہیں خود پر نفرت کرتا ہے کہ خدا کے اس برگزیدہ نبی ہقدس رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بینظیر تعلیم سے آج تک کیوں محروم، اور اخلاقِ کاملہ اور انسانیت  
کبریٰ کے اس ہادی برحق کے چشمہ ہدنی کی سیرابی سے اس وقت تک کیوں تشنہ کام رہا۔  
سیرِ نیاز خم کئے پروانہ وار حاضر خدمت ہوتا، اور دل کی گہرائیوں سے توحیدِ رسالت  
کا اقرار کر لیتا ہے۔

کہنے والوں نے کیا کچھ نہ کہا۔ حاسدوں نے وہ کوئی بات اٹھا رکھی جو بغضِ حسد  
میں نہ کہی جاتی ہو مفسدوں کی مفسدہ پردازی، موزیوں کی ایذا اور ظلم و جور کے تمام



اسلو استعمال کئے گئے۔ کبھی کاہن کہا تو کبھی ساحر، اور کبھی جنون بنایا تو کبھی سفتری،  
والعیاذ باللہ،

لیکن حق و صداقت کی شمع ان پھونکوں سے نہ بجھ سکی اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے  
صدائے مکہ اور اطراف مکہ میں عشق الہی کی بنیادیں ایسی استوار کر دیں کہ بلا ل جہشی اور  
صہیب رومی جیسے حق کوش اور شیدایانِ توحید کے جذبات کو نہ شعلہ ہائے آتش و با  
سکے اور نہ جلتے ہوئے پتھر اور پتے ہوئے ریت کے تودے فنا کر سکے "احد" "احد" کا  
نعرہ جس نے انکے قلب میں خرمین شرک کو سوختہ کر کے شمع توحید کو روشن کر دیا تھا  
تکلیف و مصیبت کے ہر لمحہ میں ورد زبان تھا۔

مشرکین اداہہ رکھتے ہیں کہ احد کا نور اپنی پھونکوں سے  
بجھاویں اور احد اپنے نور کو پورا کر نیوالا ہے اگرچہ کافروں کو  
ناگوار گذرے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ  
وَاللَّهُ مُمْتِنٌ نُّورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

## بعثت عامہ

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔

کہہ دیجئے۔ اے تمام دنیا کے لوگوں میں تم سے  
کی طرف خدا کا فرستادہ رسول ہوں۔

اس عالم فانی کی ہر ایک شے اپنے ارتعار اور نشوونما میں ترقیبی درجات کی محتمل  
ہے۔ خدائے برحق نے جو "کن" کے ایک اشارہ سے ہیرودہ ہزار عالم کو پردہ عدم سے  
ہستی وجود میں لانے پر قادر ہے، تخلیق عالم کو چھ دن پر تقسیم کر کے ہی حکمت بالغہ  
ظاہر فرمایا۔

پس جبکہ مادی دنیا کا ذرہ ذرہ اپنی تربیت کاملہ میں مدارج ترقیبی کا محتاج ہے



تو کائناتِ روحانیت کا نظام بھی کب اس حقیقت سے جدا اور بے نیاز رہ سکتا تھا۔ اسلئے کہ کائناتِ روحانی کا خالق بھی وہی ہے جو عالمِ مادیات کا خالق ہے۔ پھر روحانی درجات میں بھی وہ درجہ، جو اس عالم کی ہستی کا مقصدِ وحید اور کارزارِ حیات کا منتہائے مقصود ہے یعنی پیغامِ الہی کی دعوت، امانتِ ربانی کی پاسبانی، اور حق و صداقت کی تبلیغ!! تم نے دیکھا کہ داعیِ اسلام، پیغمبرِ حق و صداقت، منادیِ امن و ایمان، کی زندگی مبارک کا پہلا دور کس طرح تکمیلِ نفس کے سانچے میں ڈھل کر آغوشِ رحمتِ الہی سے ہمکنار ہے۔ یہ خدا کی عطا و نوال، پروردگارِ عالم کی وسعتِ رحمت تھی کہ اس نے اپنے آخری پیغام کے لئے اس ذاتِ قدسی صفات کو منتخب فرمایا جس نے حرا کی گھاٹی میں پہلی ہی صدیِ روحی سے وہ کچھ حاصل کر لیا جس کا تصور اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی ممکن نہیں۔

اللَّهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ۔ اقربا اور اہلِ خاندان کی تبلیغ و دعوتِ حق کا دور ہی اپنی خصوصیات میں اس طرح روشن ہے جس کی نظیر بننے والی دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور اس کا معجزہ تا اثر دنیا نے فانی میں خود آپ اپنی مثال ہے۔

اعلانِ حق کی یہ وہ منزل تھی جس نے اُمِّ قرنی (مکہ) اور اسکے اطراف کو خود بخود اس ذاتِ اقدس کا گرویدہ اور والہ و شیدا بنا دیا اور صرف چہرہ مبارک پر نظر کرتے ہی انکو یہ کہنا پڑا۔

”وَاللَّهُ هَذَا الْوَجْهُ لَيْسَ لَوْجُهُ كَاذِبٌ“ خدا کی قسم یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

ظلم ہوتا اگر رحمۃً للعالمین کی وسعتِ رحمت اور داعیِ اسلام کی دعوتِ حق اگلوں کی طرح کسی خاص دائرہ میں ہی محدود ہو کر رہ جاتی اور آپ کا رشتہ نبوت و رسالت کسی خاص قبیلہ یا خاص قوم ہی کے ساتھ مخصوص ہو کر رہ جاتا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ خدا کا آخری پیغام، رشد و ہدایت کا آخری سرچشمہ، ابلاغ و اعلانِ حق کا بحرِ بے پایاں، توحیدِ الہی کی آخری شمع،



اس طرح محدود ہو کر رہ جائے کہ اس کی روشنی یا اسکے ابر رحمت سے فقط "امم القریٰ" اور اس کے اطراف و جوانب کے بسے والے ہی مستفید ہو سکیں اور باقی کائنات ہستی اس سے محروم ہے "نہیں ہرگز نہیں"۔ وقت آپنچا کہ آفتاب نبوت و رسالت کی شعاعیں سارے عالم کو روشن اور کائنات ہستی کو منور کر دیں اور اس جہانِ فانی کا ہر ایک گوشہ اس کی تابش سے جگمگا اٹھے۔ اس کی لائی ہوئی کتاب "قرآن" خدا کا آخری پیغام، وہ قانون ہے جس نے مذہبی دنیا کے تمام قوانین کو یک قلم منسوخ کر دیا۔ وہ حق و باطل میں امتیاز، شرک و توحید میں تفریق، اور کھرے اور کھولے میں تمیز، دینے آیا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ کندن سے کھوٹ کو کسی طرح دور کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے ضروری یہ ہے کہ اسکے انوار و تجلیات کا پر تو عرب و عجم، ایشیا و یورپ، افریقہ و امریکہ، ہندوستان، سب پر یکساں پڑے اور سارا عالم اس فیضانِ روحانی سے مالا مال ہو۔

دنیا کا وہ کونسا گوشہ ہے جو کلامِ ربانی کا محتاج نہیں اور خدا کے اس آخری قانون سے بے نیاز ہے؟ شرک و کفر کے بادل کہاں نہیں چھاتے؟ جور و ظلم کی حکومت کس خطہ پر نہیں رہی؟ فساد و تخریب کا میدان کا رزار کہاں گرم نہیں رہا؟ رسوم بد سے کونسا گوشہ خالی ہے؟ رومۃ الکبریٰ میں ایک طرف تثلیث کا زور ہے تو دوسری جانب شرابِ خوری، مردم آزاری اور صنفِ ضعیف کی تذلیل و توہین کا شور ہے۔ حکومتِ ایران کی سطوت و جبروت کے زیر سایہ مظالم کی وہ کونسی داستان ہے جو فردا کیلئے باقی رکھی گئی؟ مزدک کی تعلیم نے عورت کی عصمت کو تجارت کا مال بنا کر کیا کچھ رنگ رلیاں نہیں سنائیں؟ اور صنفِ ضعیف کی ہمت کا وہ کونسا گوشہ ہے جو تحقیر و تذلیل کی ترازو میں نہیں تو لاگیا؟ زنا کاری و شرابِ خوری تو ہر کہ وہہ کیلئے بہترین مشغلہ تھا۔ آتش



پرستی کا یہ عالم کہ (العیاذ باللہ) خدا کی خدائی پر ہی کو کار فرما بنا دیا۔ اور خالق آتش کو فراموش کر کے مخلوق کو خالق کا درجہ دیدیا۔

ہندوستان کی وہ سرزمین جسکو قدرت کے عظیم النظیر ہاتھوں نے بہشت زار بنایا کب خدائے واحد کو یاد رکھ سکی۔ شجر و حجر حیوانات و نباتات سب ہی معبود بنے انکی پرستش ہوتی۔ انہی کو مالک خیر و شر سمجھا گیا اور نہ سمجھا تو ایک ذات واحد کو جس کے سامنے سب ایچ اور تمام کائنات ایک خواب پریشان ہے۔

ستی کی رسم، اور دیوتاؤں کی نذروں میں انسانی قربانی کی تاریخ، خود اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ غریب عورت یہاں بھی ایک لونڈی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔ پہر ان غیر متہد قوموں اور ملکوں کا ذکر ہی کیا ہے جو اس وقت اپنے بدن ڈھانکنے اور انسانیت کی زندگی بسر کرنے کے لئے طریقوں سے ہی واقف نہ تھے۔ یا عرب کی سرزمین کا تذکرہ ہی کیا ہو سکتا ہے کہ جبیں شجاعت و بہان نوازی کے علاوہ دنیا کی کوئی برائی نہ تھی کہ موجود نہ ہو اور کوئی ترو و سرکشی نہ تھی کہ جو نہ پائی جاتی ہو۔

پہر کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ خدا کی کائنات کا ذرہ ذرہ تو اس طرح گمراہی اور بے راہی میں مبتلا ہو سکا اس کی رحمت کی بارش صرف ایک ہی خطہ کو سیراب، اور اس کی ہدایت کی شعل کسی خاص قوم ہی کی راہنمائی کرے؟ نہیں، اس نے اپنے ایلچی اور پیغام حق کے پیغامبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کو حکم دیا کہ اب وہ اپنے تبلیغی دائرہ کو تمام عالم پر حاوی کر دیں اور دنیا میں پکار دیں کہ فلاح دارین اور نجات ابدی کی راہ اگر چاہتے ہو تو میری سنو اور جو کچھ میں کہوں اسکو مانو اور تسلیم کرو۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

عہ ۱۱، سرزمین یسپ اور اہل یسپ مراد ہیں۔



فانتھوا جو رسول نے تم کو دیا ہے وہ قبول کرو اور جس سے منع کرو یا اس سے باز رہو یا اس نے حکم الہی کے بموجب دنیا کو دعوت دی اور تم نے دیکھ لیا کہ آج عالمِ ارضی کا چہرہ چہرہ اس دعوتِ حق کی آواز سے مست و بخود ہی اور کائناتِ ہستی کا کوئی گوشہ نہیں جہاں نعرہ توحید بلند نہ ہوا ہو یا جہاں دلدادگانِ توحید اور ریر ستارانِ ذاتِ احدیت موجود نہ ہوں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا۔

خدا وہ ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو دینِ حق اور ہدایت  
دیکر اسلئے بھیجا کہ وہ تمام مذہب پر غالب آئے  
اور اللہ کا شاہد ہونا کافی ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ  
جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ  
فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْبَرِّيِّ الْأَرَقِيِّ  
الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَابْتَعُوهُ  
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف  
اللہ بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں  
اور زمینوں میں ہے اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق  
نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت سوا سپر  
ایمان لاؤ اور اسکے اُس نبی پر ایمان لاؤ جو خود اشراف  
اور اسکے احکام پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اس نبی کا اتباع  
کرو تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔

## اسوۂ حسنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ  
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ  
الْآخِرَ

ضرورتاً ہمارے لئے خدا کے پیغمبر میں بہترین نمونہ  
ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن  
کا امیدوار ہے۔

را حزاب

الآخِرَ



بیشک قرآن عزیز قانون الہی ہے، کلام ربانی ہے، یا یوں کہئے کہ علم الہی کی معجز ستاویز ہے، اس کا ایک ایک حرف، اور اس کی تمام نظم و ترتیب، علم کا سرچشمہ اور الہیات ہے، مگر نظام فطرت قدرتنا رہبری کرتا ہے کہ کوئی علم بغیر عمل کے موثر اور کوئی قانون تعمیر کے نمایاں نہیں ہو سکتا۔

پس ضرورت تھی اس امر کی کہ احکام قرآنی کے نشر و تبلیغ اور دعوت و طریق دعوت کے لئے ایک ایسا نمونہ عمل ہو جس کی نشست و برخاست، قول و عمل، خندہ و بکار، خلوت و جلوت، غرض ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون علم قرآنی کے سانچے میں ایسا ڈھلا ہوا ہو جو ایک نظریہ علم و عمل کی دنیا کو کندہ بنا دے۔

یہی وہ حقیقت ثابتہ تھی جسکو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سوال کے جواب میں "کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا کچھ حال بیان فرمائے" ارشاد فرمایا تھا کہ تعجب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال معلوم کرتے ہو کیا تم کو علوم نہیں کہ "کان خلقہ القرآن" اس ذات اقدس کی تمام زندگی اور حیات! قرآن عزیز اور علم الہی کا عملی نمونہ اور اسوۂ حسنہ رہی ہے۔

پس اے طالب حق، اور اے جو یائے رضائے الہی، اے منصب تبلیغ کے طالب اور اے رشد و ہدایت کے داعی! جبکہ اخلاق حسنہ کی تکمیل، اور فضائل کاملہ کا ارتقاء اس ذات اقدس کے اتباع اور اس مقدس ہستی کی پیروی کے بغیر ناممکن اور محال ہے۔ تو پھر کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اصلاح نفس، اور تبلیغ مذہب ملت کا وہ اہم فریضہ کہ جس کی اساس و بنیاد پر سلام کی عمارت قائم ہے، بغیر اس روشنی کے ادا ہو سکتا۔ یا پایہ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے؟ نہیں بہ گز نہیں!



یہی وجہ ہے کہ خاتم النبیینؑ محبوب رب العالمین، سرور کائنات، فخر موجودات، رحمت عالمیان، سید کون و مکان، رضی اللہ علیہ وسلم، کی زندگی، دعوت اور طریق دعوت کے تمام بہترین اصول پر حاوی اور اس کے اعلیٰ نظام کو شامل ہے۔ اور اس سلسلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو اسکے علم و عمل سے جدا اور اسکے اسوۂ حسنہ کی روشنی سے الگ، پرودہ تاریکی میں باقی رہا ہو۔

پس جبکہ توحید کی تعلیم، دین حنیف کا ابلاغ، اور ملت بیضا کی تبلیغ، ہر ایک مسلم کا فرض ہے اور ہر ایک مومن کا مقصد حیات، اور ہر شخص بقدر وسعت و تبلیغ علم اسکا اہل ہے تو پھر اس عظیم الشان خدمت کی تکمیل اور موثر تدبیر اس اسوۂ حسنہ کی تعمیل کے بغیر ناممکن ہے اور اس کی تعمیل کے بغیر تمام بساط عمل بیکار اور ساری جدوجہد رائیگاں۔

## طریق دعوت

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ  
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ  
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۝

اپنے رب کی راہ دکھاؤ و انائی اور عمدہ نصائح  
کے ساتھ اور مکالمہ کرو اچھے طریق پر۔

اسلام ایک مکمل قانون کا نام ہے جو دنیا و دین اور مذہب و ملت کے تمام قوانین اور اصول کو حاوی، اور زندگی و مابعد زندگی کے ہر گوشہ کے لئے شمع درخشاں ہے اس نے اپنے پیروں کو کسی ایک جزئی میں بھی غیر کا محتاج نہیں رکھا اور اس کے فداکاروں کے لئے اس کا کوئی جزو بھی پرودہ تاریکی میں باقی نہیں رہا۔

پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ملت بیضا کی تبلیغ حق و صداقت کی نشر و اشاعت، اور دعوت الہی کسی خاص طریقہ عمل، طریق دعوت کے مستقل نظام، اور اصول و قواعد محکم،



سے جدا، ایک بے ترتیب، اور منتشر اجزا، علم و عمل اور بے نظمی کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے؟  
قرآن عزیز نے جس طرح اس مقصد و حید اور حیاتِ ابدی کے بہترین مدارج  
نصب العین اور صحیح اصول صاف صاف بیان کر دیئے۔ ٹھیک اسی طرح اس کے  
طریقِ دعوت کے بھی تمام مدارج کو واضح اور صاف و صریح طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ اور  
آیتِ مسطورہ بالا میں اسی حقیقت کو شرح بیان کیا ہے۔

کیا تم فطرت کے اس قانون سے ناواقف ہو کہ عالمِ انسانی کے اس کارزارِ حقیقی میں  
جب ایک دوسرے کو گفت و شنید اور کلام و خطابت کی نوبت آتی ہے۔ یا یہ کہتے کہ اس  
دورست و بود میں جب کبھی معرکہ سوال و جواب پیش آتا ہے۔ خواہ بحثِ مباحثہ کا یہ  
پہلو، اور مکالمہ و مناظرہ کا یہ عنوان، مذہبی زندگی سے متعلق ہو یا دنیوی حیات سے۔ تو عموماً  
میں صورتوں سے خالی نہیں ہوتا؟

ایک سائل جب اپنی گفتگو شروع کرتا ہے تو شک و شبہ کی پہلی منزل ہی اس کے  
سامنے آتی ہے۔ ابھی نہ جرح و قدرح کا وقت ہے اور نہ مخالفت و تجرد کا اسلئے حق پسند  
مجیب اور شیدائے حق و صداقت مرشد، اپنا فرض اس طرح ادا کرتا ہے کہ سائل کے سامنے  
اس کے سوال کا نقص، اس کے تمام گوشوں کی خامیاں، اور اس کے شک و شبہ کے  
تمام اطراف و جوانب کی کمزوریاں، حکمت و دانائی کی ترازو پر وزن کرتا، اور یہی کی روشنی  
میں اپنے دلائل و براہین کی بنیادیں قائم کرتا ہے۔ گوشِ حق نیوش نے اگر یارائی کی تو سائل  
پہلی ہی منزل میں گوہرِ مقصود پالیتا اور تسکینِ قلب حاصل کر لیتا ہے اور اگر نفس کی ہرشی  
یا غفلت اور طبیعت کی کجی نے راہنمائی سے باز رکھا اور انکار و وجود نے طول کھینچا، راہنما  
کے تسکین وہ جوابات اسکی تشنہ کامی کو سیراب نہ کر سکے، تو اب داعیِ حق و صداقت



دوسری کروٹ بدلتا ہے اور اپنی حکمت آموز دلائل کو عمدہ مثالوں، بہترین نظائر، دلکش اسلوب بیان، اور بیش بہا نصح سے مزین کرتا اور انکے ذریعہ اپنے دلائل کی شمشیر کو آبدار بناتا ہے اور آخر کار متلاشیانِ حق کی ایک بہت بڑی جماعت اس دوسری منزل پر آکر سیر نیاز جہکا دیتی اور شمعِ حق پر پروانہ دار تازہ ہو جاتی ہے۔ لیکن کیا ضرور ہے کہ عالم انسانی کا ہر فرد پہلی اور دوسری منزل ہی میں رطراست پر آجائے۔ آخر نفس کی تباہ کاریاں اور ماحول کی فتنہ انگیزیاں، معمولی چیز تو نہیں ہیں؟ طبیعت میں استعدادِ قبولِ حق کے باوجود خارجی اثرات غالب آجاتے ہیں اور مسائل کا انکار وجود اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جسکو اصطلاح میں مناظرہ اور مجادلہ کہتے ہیں۔ لیکن رہبرِ راہِ مستقیم کی صبر آزمائندگی یہ سب کچھ دیکھتی ہے اور خندہ پیشانی کے ساتھ مناظرہ و مجادلہ کے اس حوصلہ کو بھی برداشت کرتی ہے۔ اور شرعی کا جواب نرم خوبی سے، متعصبانہ سختی کا جواب وسعتِ قلبی سے، اور جہالت کا جواب حسنِ طریق کیساتھ دیتی اور آخر کار اسکو جاوہِ مستقیم پر لے آتی، یا خود اسکی نگاہ میں اسکو باطل پرست ٹھیرا دیتی ہے۔ یہی وہ طریقِ دعوت ہے، جسکی طرف فطرتِ سلیم لہجاتی ہے اور یہی وہ طریقِ مکالمت ہے جسکو عین مقننہ فطرت کہا جاتا ہے۔ قانونِ فطرت کے انہی مراتب کو قرآنِ عزیز نے آیہ مذکورہ عنوان میں اپنے معجزانہ انداز میں حکمتِ موعظہ حسنہ، اور مجادلہ حسنہ کیساتھ تعبیر کیا ہے۔ اور ان تینوں درجات کی تشریح و توضیح قرآنِ عزیز میں ایک سے زائد جگہ بیان فرمائی ہے۔

## حکمت

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا  
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

وہ ذاتِ پاک ہے جس نے امیوں میں انہی میں سے رسول بھیجا وہ انکو اللہ کی آیات سناتا اور انکو



وَلِيَعْلَمَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ رَجَباً، پاکباز بناتا ہے اور قرآن و حکمت کہتا ہے۔  
 حکمت و دانائی وہ جوہر ہے جو انسان کو ذلت و نکت کے غار سے نکال کر  
 رفعت و بلندی کے انتہائی درجہ پر پہنچاتا، اور فلاح و نجات کی راہ دکھاتا ہے۔ یہ  
 نہیں تو پھر انسان زمین کا بوجھ، اور بساط، ہستی کا بیکار مہرہ ہے۔ یہی ہیں جن کے  
 لئے کہا گیا ہے۔ **أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّيْتُمْ أَضَلُّ**، انسان تو انسان یہ تو حیوانوں  
 سے بھی بدتر ہیں۔ ترقی و دولت و ثروت، بلندی مرتبت، فوز و فلاح، غرض کامرانی  
 عقبی و کامیابی دنیا کا راز بہت کچھ اسی میں مضمر ہے۔ اور بیشتر اسی کے ساتھ وابستہ۔  
 اسی لئے وہ ہم نواقب جو صحیح ملت و مذہب کی طرف راہنمائی کرے، اور وہ ملکہ راسخ  
 جس سے داریں کی فلاح و نجات کی راہ ہاتھ آئے "حکمت و دانائی" کہلاتا ہے اور  
 دینی ہم و ذکار، ہم قرآنی، معرفت کر و کار، معرفت احکام الہی، سب اسی کی شاخیں  
 اور برگ و بار ہیں۔

پس لے مبلغ اسلام، داعی حق و صداقت، رہبر معرفت باری، ہادی سبیل  
 رب، اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آواز دل نشین ہو اور سویدار قلب میں اتر جائے اور  
 اگر تیری خواہش ہے کہ تیرا پیغام صداقت پایہ تکمیل کو پہنچے تو خود ساختہ مذاہب کے  
 غیر فطری طریق کار سے الگ اپنی دنیا قائم کر، اور خدا کا پیغام، فطرت کے اس  
 بتائے ہوئے قانون کی مطابق سنا جس کی ابتداء حکمت و دانائی کے چشمہ شریف  
 سے شروع ہوتی، اور نشہ کا مان رش و ہدایت کو سیراب کرتی ہے۔

یہی وہ حکمت ہے جس نے محبوب رب العالمین کی آغوش میں اس طرح پرورش  
 پائی کہ اسکی بدولت سرزمین عرب کا ذرہ ذرہ آپ کا شیدائی اور فدائی بن گیا جس کا



گوشہ گوشہ آپ کا دشمن اور جس پر بننے والی دنیا آپ کے خون کی پیاسی تھی، اور یہی وہ حکمت ہے جس نے مدینہ کی گلیوں اور اس کے کوچہ و بازار بلکہ ہر گھر میں توحید کا ڈنکا بجا دیا اور یہی وہ حکمت ہے جس نے آتش کدہ فارس اور صنم کدہ عرب کو پرچم توحید کے سائے سرنگوں کر دیا۔

یہی وہ حکمت ہے جس نے صدیوں کے تفرقوں اور عداوتوں کو فنا کر کے اور رنگ و روپ کے امتیاز کو مٹا کر، اخوتِ باہمی اور مساواتِ اسلامی کا سبق سنایا اور دنیا و انسانی کے خونی مناظر کو برباد کر کے امن و امان کے پہلوں سے گودوں کو بہر دیا۔

یہی وہ حکمت ہے جس کو خود قرآن عزیز نے خیر کثیر فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَشَرٍ مِّنْ اٰیَاتِ الْحٰکِمَةِ فَقَدْ اٰتٰیٰنَا خٰیْرًا کَثِیْرًا۔ وہ جسکو چاہے حکمت عطا کرے اور جس کو حکمت عطا کی گئی حقیقتاً اس نے بہت کچھ خیر و فلاح پائی۔

تاریخ ماضی کی ورق گردانی کرو اور دیکھو کلاہل مکہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف ہیں تعمیر جب اُس مقام تک پہنچتی ہے کہ جس جگہ حجرِ اسود نصب کیا جائیگا تو تمام سردارانِ قریش بگڑ بیٹھتے ہیں اور ہر ایک شخص اسپر مصر ہے کہ حجرِ اسود کے نصب کرنے کی سعادت بچھو ملنی چاہئے۔ اختلاف نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے اور قریب ہے کہ نیزہ و تلوار چل جائے۔ مگر بات اس پر آ کر ٹھیری کہ صبح جو شخص حرم میں سب سے اول داخل ہو وہی اس بارہ میں "حکم" قرار دیا جاتے۔ صبح ہوتی ہے تو سب سے اول وہی شخص حرم میں جلوہ افروز نظر آتا ہے جس کی صداقت و امانت نے دشمنوں سے بھی لے "الصادق الامین" کا لقب دلایا۔



تمام جماعتیں آپ کے فیصلہ دینے پر خوش و رضا مند ہیں۔ آپ حکم فرماتے ہیں کہ تمام جماعتوں کو چاہئے کہ وہ اپنا ایک ایک نمائندہ منتخب کر لیں۔ انتخابِ نمائندگان کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اس پتھر کو چادر کے درمیان رکھ دو اور پھر تمام قبائل کے نمائندے اس چادر کے کونوں کو پکڑ کر پتھر کے نصب کرنے کی جگہ تک اٹھائیں۔ تمام نمائندے خوشی خوشی چادر کو اٹھا کر اس مقام تک پہنچاتے ہیں اور خدا کا محبوب اپنے دستِ مبارک سے پتھر کو اس کی جگہ نصب کر دیتا ہے اور اس طرح تمام قبائل کو حجرِ سود کے نصب کرنے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہی وہ حکمت تھی جس نے محبوبِ خدا سے یہ معجز نما فیصلہ دلا کر جنگ کے بہرے ہوئے شعلوں کو امن و عافیت سے بدل دیا اور نہ سلجھنے والی گتھی کو ایک اشارہ میں سلجھا دیا۔ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

موعظہ حسنہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِينُ مَوْعِظَتِكُمْ  
مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ  
وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ۔  
لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وہ  
چیز آتی ہے جو برے کاموں سے روکنے کیلئے نصیحت  
ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا اور جہان  
دلوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

ہاں خوب یاد رکھو کہ اگر تیرے روشن دلائل اور درخشاں برہین بھی کسی کی نظر میں  
کھٹکتے، اور معترضانہ انداز میں سنے اور دیکھے جاتے ہیں تو تو نلول نہو اور غیظ و غضب،  
طعنہ ہاتے دلخراش، اور سب و شتم سے قطعاً دور رہ کر اپنے دلائل کے استحکام، اور  
اپنی تقریر کے اثبات کے لئے شیریں مقالی، دل نشین طرزِ کلام، اور پُر از معلومات



پند و نصائح، کو کام میں لا۔ اور تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کو اس خوبی سے انجام دے  
 کہ ایک متعصب سے متعصب انسان سے بھی، باوجود اپنی درشت روی، سخت کلامی، دلخراش  
 طرز گفتگو، اور طعنہ ہائے پرہتیر کے تیری حکمت و دانائی کے جواہر ریزوں اور مواظظ  
 حسہ اور نصح دل پسند کے گوہر بے بہا کے سامنے بجز ہر تسلیم خم کر دینے کے اور کچھ بن  
 ہی نہ سکے۔

کیا تم نے نہیں سنا کہ جب مشرکین مکہ نے ہر پہلو اور ہر گوشہ سے آپ پر مصیبتوں اور ایذاؤں  
 کے دروازے کھول دیئے تو خدا کے اس نبی برحق نے ان کے جواب میں بجز "اللہم اھدنی  
 قومی فاتھم" "لا یعلمون" "اللہ میری قوم کو راہ ہدایت دکھا اسلئے کہ یہ نہیں جانتے  
 کہ میں کون ہوں" کے کوئی سخت جملہ ارشاد نہیں فرمایا۔

اور کیا نہیں نہیں معلوم کہ مسجد نبوی میں ایک بدوی آتا اور صحن مسجد میں پیشاب  
 کرنے بیٹھ جاتا ہے صحابہ یہ دیکھ کر دوڑتے اور اسکو اسکی حرکت پر سخت وسست کہنا  
 شروع کر دیتے ہیں۔ بارگاہ رسالت سے اپنے دوستوں کو حکم ہوتا ہے کہ خاموش ہو جاؤ اور سکو  
 اپنی حاجت پوری کر لینے دو اسکو پریشان نہ کرو۔ تمام صحابہ خاموش ہیں اور حیرت سے اسکو  
 دیکھ رہے ہیں۔ جب بدوی پیشاب کر کے فارغ ہو جاتا ہے تو درگاہ رسالت سے حکم ہوتا ہے کہ  
 اب اسکو میرے پاس لاؤ بدوی ڈرتا کانپتا، حاضر خدمت ہوتا ہے ابھی بدوی نے عذر  
 خواہی کے لئے زبان تک نہیں کھولی کہ آپ محبت کے ساتھ اسکو پاس بٹھاتے اور ارشاد  
 فرماتے ہیں کہ مسجد خدا کی عبادت اور پرستش کی جگہ ہے اسکو نجس نہ کرنا چاہئے جاؤ آئندہ  
 خیال رکھو اور صحابہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ ڈول لیکر اس جگہ پر پانی بہا دو۔ ان چند واقعات  
 ہی پر کیا موقوف ہے۔ آپ کی زندگی مبارک کا ہمیشہ یہ نمایاں طرز عمل رہا کہ جب کسی کو



کوئی نصیحت فرمانا چاہتے، کسی شخص کو اسکے برے عمل سے روکنا مقصود ہوتا تو کبھی مجمع میں اسکو مخاطب نہ فرماتے بلکہ بسبیل گفتگو ایک عام ناصحانہ طرزِ بیان میں اس طرح اسکو ادا فرمادیتے کہ مجرم و ملزم خود اپنے قلب میں محسوس کر لیتا کہ اس نصیحت کا گوشہ التفات میری جانب ہے اور مجمع میں کسیکو شک بھی نہ گذرتا کہ اس ارشادِ مبارک کا کوئی خاص مخاطب ہے۔ یہی وہ طریقِ نصیحت تھا جس نے دشمنوں کو فدائی اور مخالفوں کو آپکے اور آپکی مقدس تعلیم کا والد و شیدائنا دیا۔ **وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظًا لَلْقَلْبِ لَا انْقَضُوا مِنْ حَوْلِكَ**۔ اور اگر آپ درشت مزاج اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپکے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ قبیلہ کندہ کا وفد حاضر خدمت ہوتا ہے۔ امیر و فدا شعث بن قیس آگے بڑھتا ہے اور مٹھی میں کچھ چھپائے ہوئے عرض کرتا ہے۔

شعث۔ بتائے میری مٹھی میں کیا ہے؟

نختمِ رسل۔ سبحان اللہ یہ کاہن کا کام ہے پیغمبر کا نہیں۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ کاہن اور پیشہ کمانتِ جہنم کی اشیاء ہیں؟ مجھے خدا نے اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا ہے اور وہ کتاب عطا فرمائی ہے جس کے پس و پیش باطل کا گذر تک نہیں ہو سکتا۔ شعث ہکو بھی اس میں سے کچھ سناتے۔

نختمِ رسل (والصافات) پڑھکر سناتے ہیں۔ جب آیت پڑھکر خاموش ہوتے ہیں تو شعث دیکھتا ہے کہ ریش مبارک پر قطراتِ اشک گر رہے ہیں۔

شعث۔ آپ رورہے ہیں۔ کیا اس فدا کے خوف سے روتے ہیں جس نے آپکو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟

نختمِ رسل ہاں اسی کے خوف سے روتا ہوں اسلئے کہ اس نے مجھکو اس صراطِ مستقیم پر



قائم کیا ہے جو شمشیرِ آبدار کے درمیان ہے کہ اس صراط سے ادنیٰ کبھی ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا  
إِلَيْكَ نَتَرَا لَكَ بِمِ عَلَيْنَا  
وَكَيْلًا إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ  
فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا۔

اگر ہم چاہتے تو اس شے کو چھین لیتے جو تیری طرف  
ہم نے وحی کی ہے پہر تجھے ہم پر اس کے بارہ میں کوئی  
دکیل نہ ملتا مگر یہ کہ تیرے رب کی رحمت ہی ہو جائے  
بیشک تیرے رب کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

پہر ارشاد فرمایا اے اشعث کیا تم اب بھی اسلام قبول نہ کرو گے۔  
اشعث اور اس کی جماعت۔ بیشک ایسے پاک اور مقدس مذہب کو ہم بخوشی قبول کرتے ہیں  
ختمِ رسل۔ تب یہ حریری لباس اتار پھینکو کہ اسلام مردوں کے لئے اسکی اجازت نہیں دیتا  
بھی وجہ ہے کہ خدائے برتر نے خود اپنی کتاب اور آخری قانون کو ایک جگہ موعظتہ ہی سے  
تعبیر فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ۔ لوگو بیشک تمہارے پاس تمہارے  
رب کی نصیحت آچکی۔ گویا قرآنی اصطلاح میں موعظہ اسکا نام ہے جو موعظتہ حسنہ ہو ورنہ  
اس کے برعکس طریق کار کو موعظتہ کہنا ہی قطعاً غلط اور لغو ہے۔

### مجاولہ حسنہ

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ  
كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ  
يَنْظُرُونَ۔ (انفال)

وہ آپ سے سچی بات میں اس کے صاف طور  
پر ظاہر ہونے کے بعد بھی جھگڑ رہے تھے گویا وہ  
دیکھتی آنکھوں موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہیں  
بعض آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے بارہ میں بغیر کسی



بَغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ  
مَیْنَد (رج)

واقفیت (دلیل، اور ہدایت اور روشن کتاب کے  
بھگڑتے ہیں۔

رہبرِ راہِ صداقت، ہادیِ صراطِ مستقیم، ایک گم کردہ راہ کے سامنے اپنی حجت و  
دلیل قائم کرنے، رشد و ہدایت پر لانے اور نورِ صداقت سے اس کے قلب کو روشن  
کرنے میں پہلے اور دوسرے طریق کار یعنی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ بھی کامیاب  
ہو سکے تو خدائے برتر کی برگزیدہ کتاب، اور مقدس قانون، "قرآنِ عزیز" نے بحث  
و نظر کے تیسری اور آخری فطری طریق سے ہی اسکو نہیں روکا بلکہ واضح طور پر ترغیب  
دی ہے کہ اسکے بعد مباحثہ اور مناظرہ "کہ جسکو قرآنی زبانی میں مجادلہ کہا جاتا ہے" کی  
راہ اختیار کی جائے تاکہ خدا کی حجت تمام ہو اور روزِ فردا عذر و معذرت کے تمام دروازے  
اس پر بند ہو جائیں۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ  
كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ  
يَنَالُهُمُ صَبَابٌ مِّنَ الْكِتَابِ  
حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُخَبِّرُهُمْ  
قَالُوا إِنَّمَا كُنَّمُ تَدْعُونَ مِن  
دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا  
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ

اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ  
پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتائے  
ان کے نصیب کا جو کچھ ہے انکو بلجائے گا۔ حتیٰ کہ  
جب ہمارے فرشتے ان کی روح قبض کرنے  
آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ وہ کہاں ہیں  
جنکی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے۔  
وہ جواب دیں گے کہ ہم سے غائب ہو گئے  
اور اپنے کافر ہونے کا خود ہی اقرار کرینگے،

اور اگر خدا کی رحمت اس کی یاورد و گوار ہے اور اس آخری منزل ہی پر وہ غمِ غیب



کا پروانہ بنجاتا اور حق و صداقت کی روشنی سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ توڑ ہے سعادتمندی؛  
اسلئے کہ یہی قبول حق اور فداکاری صداقت "روز قیامت" فلاح ابدی، اور کامرانی  
سرمندی کے ساتھ بصد خوشی و مسرت اس سے یہ کہلائے گی۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا  
رَقْفًا، وَمَا كُنَّا لَنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ  
هَدَانَا اللَّهُ، لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ  
رَبَّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تَتَّخِذُوا  
أَدْرَاةً مِمَّا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور وہ کہیں گے اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس  
نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری یہاں  
تک کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں تک  
نہ پہنچاتا۔ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر بھی بائیں  
لیکر آتے تھے۔ اور انہیں پکار کر کہہ دیا جائیگا کہ یہ

جنت تمکو تمہارے اعمال کے بدلے دی گئی ہے،

مگر یہ خوب سمجھ لو کہ دعوت الی اللہ اور تبلیغ حق و صداقت کے اس تیسرے دور

میں بھی قانون الہی کے اس طریق کو نہ بھول جانا جس کو اس مقصد و حید کا مدار اور محور بتایا گیا ہے

مجادلہ ضرور ہو لیکن جدالِ حسن کے ساتھ ضرورتِ مناظرہ کی وقت مناظرہ ہونا چاہئے

مگر حسنِ اداء، حسنِ خطابت، اور دل نشین طرزِ کلام کو ہاتھ سے نہ دیا جائے۔

اور صرف یہی کافی نہیں بلکہ قرآنِ عزیز نے جدالِ حسن اور جدالِ غیر حسن کا فرق

ایک دوسری جگہ اس طرح واضح کر دیا ہے کہ ہر کوئی تفصیل معلوم ہو جانے کے بعد ایک

لوحہ کے لئے یہی کسی مزید انکشاف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ قرآنِ عزیز نے

مجادلہ کی ضرورت واضح کر دینے کے باوجود آیت زیر عنوان میں ان لوگوں کی سخت مذمت

کی ہے جو اللہ کے بارہ میں مجادلہ اور مکالمہ تو کرتے ہیں لیکن انکے پاس اپنے دعوے کا

نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ اس سلسلہ کی کوئی واقعیت۔



حقائقِ مذہبی و دینی کے لئے، یا یوں سمجھئے کہ علم الہیات میں اثبات مقصد کیلئے وحی الہی، علم صحیح، اور رشد و ہدایت کی روشنی کے بغیر کبھی کوئی شخص کامیاب و فائز المرام نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص بھی ان اسباب سے خالی ہو کر میدانِ مجاہدہ میں آئیگا اس پر نیز "خسرانِ مبین" کے کبھی راہِ حقیقت نہیں کھل سکتی۔ اور بس قسم کے مجادلہ کو جو دلیل و براہین سے جدا، علم و ہدایت کی روشنی سے الگ ہو کبھی مجادلہِ حسنہ نہیں کہا جاسکتا۔

اور اگر بحث و نظر کا یہ آخری طریقِ با علم صحیح، دلائلِ مثبتہ، اور رشد و ہدایت کے اصول پر مبنی ہو تو پھر مجادلہِ حسنہ کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ اسی کو قانونِ الہی نے ایک جگہ اس طرح ادا کیا ہے۔

وَلَقَدْ جَدْنَا هُمْ يَكْتُمُونَ فَصَلْنَا لَهُمْ  
عَلَىٰ عِلْمِهِمْ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ  
يُؤْمِنُونَ

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب  
بھیجی جسکو ہم نے اپنے علمِ کامل سے بہت ہی افح  
کر کے بیان کر دیا ہے۔ جو مومنوں کے لئے ہدایت

اور رحمت کا ذریعہ ہے،

کیا تم کو وہ واقعہ یاد نہیں؟۔ ہجرتِ نبوی کا دسواں سال شروع ہے کہ قبیلہ  
طے کے مشہور سخی حاتم کے لڑکے عدی حاضرِ خدمت ہوتے ہیں آپ انکو عزت و احترام  
کے ساتھ اپنے قریب جگہ دیتے ہیں اور جب دربارِ نبوی برخواست ہوتا ہے تو عدی  
پنمبرِ خدا کے ہاں بنگرہ، سمرہ ہیں۔ راہ میں ایک بوڑھی عورت آپ کو روکتی اور عرض  
حال کرتی ہے آپ اس کے کام کی خاطر راہ ہی میں بیٹھ جاتے، اور ایک عرصہ تک اس  
کے معاملہ میں مشغول رہتے ہیں۔



عدی یہ دیکھ کر دل میں کہتے ہیں کہ بخدا یہ شخص بادشاہ نہیں ہے بیشک اس کی شان ایک پنیر کی شان ہے۔ عورت جب اپنے معاملہ کو ختم کر دیتی ہے تو عدی آپ کے ہمراہ در اقدس پر پہنچتے ہیں دیکھتے ہیں کہ سردارِ دو عالم کا مسکن قصرِ شاہی کی جگہ غربت کدہ ہے جس کی کل کائنات فقیرانہ ضروریات کو بھی مشکل پورا کر سکتی ہے اور چڑے کا ایک بستر جس میں کچور کی چہال بہری ہے آپ کا بسترِ استراحت ہے یا رشتاد ہوتا ہے کہ عدی اس پر بیٹھو۔ عدی عرض کرتے ہیں کہ آپ کی موجودگی میں میرا منصب نہیں ہے کہ اس جگہ بیٹھوں لیکن ہمان کی عزت افزائی آپ کو عزیز ہے اسلئے اصرار ہے کہ اسی جگہ بیٹھو عدی بستر پر بیٹھ جاتے ہیں اور فخر کائنات، ختمِ رسل، زمین پر عدی کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ شرفِ ہمانی کے بعد پیغامِ الہی کی تلقین شروع ہوتی ہے۔

ختمِ رسل۔ عدی! دین حق اختیار کرو کہ دارین کی فلاح کی یہی راہ ہے۔

عدی۔ میں تو ایک دین پر قائم ہوں یعنی نصرانی ہوں۔

ختمِ رسل۔ نصرانیت کی حقیقت مجھ کو خوب معلوم ہے۔

عدی۔ کیا آپ مجھ سے زیادہ میری نصرانیت سے واقف ہیں۔

ختمِ رسل۔ بیشک۔ کیا تم باوجود ادعا نصرانیت، مشرکین عرب کے بہت سے

معتقدات و اعمال کو نصرانیت میں شامل نہیں کر چکے؟ اور دین عیسوی کی صداقت کو

تثلیث جیسے شرکانہ عقائد کے ساتھ خلط ملط نہیں کر چکے؟ عدی! میں جانتا ہوں کہ

تم کس لئے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے؟ تمہارے لئے تین چیزیں قبول اسلام

سے مانع ہیں۔

تم سمجھتے ہو کہ مسلمان مفلس ہیں، نادار ہیں، اور مشرکین کے مقابلہ میں پست



زبون حال ہیں سو وہ وقت قریب ہے جبکہ خدا کے فضل سے ان ناداروں کی ناداری اور ان مفلسوں کی مفلسی اس طرح دولت و ثروت سے بدل جائے گی کہ انہیں تمکو سائل و فقیر بھی ملنا مشکل ہو جائیگا۔

نیز تمہارا خیال ہے کہ مسلمانوں کے پاس قوت و شوکت نہیں۔ انہیں اپنے دفاع کی بھی طاقت نہیں۔ عدی! وہ وقت دور نہیں کہ خیرہ کی ایک عورت حرم کعبہ کے طواف کے لئے آئے گی اور شام کے اس خطہ سے حرم تک اس پر کسی کو نگاہ ڈالنے کی بھی جرأت نہ ہو سکے گی۔

تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ انکے پاس حکومت نہیں ہے سو وہ وقت آ رہا ہے کہ بآہل کے قصور و محلات شاہی انہی مسلمانوں کے پیروں سے پا مال ہونگے اور یہی فاتح قوم ہونگی جو ان محلات کے خزانوں پر قبضہ کریگا۔ عدی کا دل آپ کے اس پیغمبرانہ کلام، کریمیانہ اخلاق، اور معجزانہ بشارات سے بید متاثر ہوتا ہے اور وہ برضا و رغبت اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

اور کیا تم نے وہ واقعہ نہیں سنا؟ یہی سلسلہ ہجری کا دارمانہ ہے اور وفود کی آمد کا سلسلہ اس طرح جاری ہے کہ "یدخلون فی دین اللہ افواجاً کاتطرثا" کا باعث بن رہا ہے۔ انہی میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کا نامزدہ صنّام بن ثعلبہ بھی ناقہ پر سوار دربارِ قدسی میں حاضر ہوتا ہے۔ رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں صحابہ کے درمیان اس طرح جلوہ افروز ہیں جس طرح کہ ستاروں کے جھرمٹ میں بدرِ کامل۔ صنّام نانہ کو مسجد کے دروازہ سے بانڈہ کر مسجد میں پہنچتے ہیں اور آدابِ مجلس اور احتراماتِ محفل کے

سلسلہ خیرہ ایک مقام کا نام ہے جو شام کے علاقہ میں واقع ہے۔



بغیر سادگی سے دریافت کرتے ہیں تم میں ابن عبد المطلب کون ہے؟ آپ نے زیرِ تبسم فرمایا ابن عبد المطلب میں ہوں۔ صمام نے کہا محمدؐ آپ نے فرمایا ہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صمام آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں تم سے چند سوال کرتا ہوں مگر بوجہ سخت ہو گا اور طرزِ خطاب درشت، پرانہ ماننا بہ حضرت نے ہنستے ہوئے ارشاد فرمایا۔ نہیں میں ناراض نہ ہوں گا۔ تم شوق سے جو جی چاہے اور جس طرح جی چاہے دریافت کرو۔ صمام نے کہا کہ اُس خدا کی قسم جو تمہارا خالق ہے اور لگے اور بچپوں کا بھی خالق ہے کیا واقعی تم خدا کے رسول اور ایلچی ہو؟ آپ نے فرمایا ”اللہم نعم“ اللہ گواہ ہے واقعی میں اُسکا پیغمبر ہوں۔ صمام نے پھر اسی طرح قسم دیکر پوچھا کیا تم واقعی خدا کے سوا اور معبودوں کی پرستش کو منع کرتے ہو؟ آپ نے پھر جواب دیا ”اللہم نعم“ اس طرح صمام بے تکلف بے باکانہ فرائنِ اسلام کے بارہ میں آپ کو قہقہے دے دے کر سوال کرتے جاتے ہیں اور آپ بغیر کسی ناگواری خاطر کے زیرِ لب تبسم کے ساتھ جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ صمام پر آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور اس بے ساختگی، سادگی، اور سادہ دلیانہ کا بجد اثر ہوا اور وہ فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور اپنی قوم میں جا کر قبیلہ کے تمام مرد و زن کو آپ کے صدق و دیانت کا حال سنایا اور ان سب کو بھی حلقہ بگوشِ اسلام بنا لیا۔

یہ ہے دعوت و طریقِ دعوت کا وہ مختصر نمونہ جو قرآنِ عزیز کی سچی تعلیم اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بہکوا حاصل ہوتا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس صحیح طریقِ کار پر عامل ہوتے اور خود ساختہ مذاہب کے غیر فطری اصولی مباحث سے جدا رہ کر دعوتِ حق کو سرانجام دیتے ہیں۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

ڈسٹرکٹ جیل دہلی

۱۲ اپریل ۱۹۳۲ء



فرائین سید المریدین  
صلی اللہ علیہ وسلم



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ  
وَأِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ  
مِنَ النَّاسِ

ترجمہ

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے  
اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔ اور اللہ  
آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### عزم و دعوت

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ  
فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ  
الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ  
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (اعراف)

آپ کہدیجئے لوگوئیں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا  
پیغامبر ہوں جس کی بادشاہی ہر تمام آسمانوں اور زمینوں  
میں، اسکے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی زندگی دیتا ہے  
اور وہی موت، سو آپس پر اور اس کے اس نبی امی پر  
ایمان لاؤ جو خود اللہ اور اسکے احکام پر ایمان لایا ہے  
اور اسکا اتباع کرو تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔

ہجرت کا چھٹا سال ختم ہو رہا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حدیبیہ کی صلح سے  
فارغ ہو کر مدینہ میں رونق افروز ہیں۔ حسب معمول فداکارانِ اسلام، اور شیدائیانِ توحید،

لے رحمتہ للعالمین جب صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت ذی الحجہ ششم ہجری کی  
آخری تاریخیں تھیں فوراً تشریف لاتے ہی آپ نے اس اہم مقصد کی تکمیل کا ارادہ فرمایا۔ صحابہ کی اس درخواست  
پر کہ دعوتِ اسلام کے ذوالاناموں پر اسم مبارک بطور کبہ کے ثبت ہونا چاہتے۔ آپ نے چاندی کی گھڑی  
بنوائی اور اس کے ٹکینے پر اسم مبارک نقش کرایا اس مصروفیت میں کچھ روز صرف ہو گئے اور جب مہر خندہ  
نامہ ہائے مبارک سفر کی سپرد کئے گئے اور صحابہ کی یہ جماعت اس خدمت کیلئے مدینہ سے روانہ ہوئی  
تو محرم ششم ہجری شروع ہو گیا۔ اسلئے عام کتب میں اس واقعہ کے متعلق جو سلسلہ و سلسلہ کا اختلاف نظر  
آتا ہے اس کی حقیقت فقہی قدریہ۔ طبقات ابن سعد کی ایک روایت میں اسکی مزاحمت موجود ہے۔ ان رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم لما رجع من الحدیبیۃ فی ذی الحجۃ سنتہ ست ارسل الرسول الی الملوک یدعوہم الی الاسلام  
وکتب الیہم کتباً الخائفے جکر کہتے ہیں۔ فجر ستہ نفر مدم فی یوم واحد و ذالک فی الحرم ستہ سبعم اعلیٰ



شیخ رسالت کے گرد پروانہ وار جمع ہیں یکایک زبان وحی ترجمان سے آپ نے ارشاد فرمایا!! خدائے برتر نے مجھ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور میں کل دنیا کیلئے پیغمبر بنا کر آیا ہوں! اسلئے میرا ارادہ ہے کہ خدا کا یہ پیغام امر اور سلاطین تک پہنچا دوں تاکہ خدا کی حجت تمام ہو اور پیغام الہی اور دعوت ربانی سے دنیا کی کوئی جماعت محروم نہ رہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ شاہانِ عجم کا دستور ہے کہ وہ کوئی تحریر جو جب تک کہ ہر شدہ ہو مستند نہیں مانتے اور نہ اسکو پڑھتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے اس قول کی تائید دوسرے صحابہ نے بھی کی۔ صحابہ کی اس درخواست پر ارشاد ہوا کہ چاندی کی انگشتری پر اس مبارک نقش کیا جائے۔ ارشادِ قدسی کے مطابق چاندی کی انگشتری تیار کی گئی جس کا نگینہ حبشہ کی ساخت و تراش کا بنایا گیا۔ نگینہ پر اس مبارک اس طرح نقش تھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہی وہ مہرِ نبوتؐ تھی جو دعوتِ اسلام کے خطوط کے علاوہ مختلف فرامین رسالت پر ثبت ہوتی تھی۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو مسجد ہی میں ذکر و شغل میں مشغول رہتے اور حضراتِ صحابہ بھی آپ کے ہمراہ مسجد نبوی میں خاموش ذکر و شغل میں مصروف رہتے۔ جب آپ تسبیح و تہلیل ختم فرمالیتے تو صحابہ سے شبِ گذشتہ کے حالات و واقعات دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کوئی شخص خواب

(۱) یہ انگشتری خلافتِ صدیقی۔ فاروقی اور ابتدائے زمانہ خلافتِ عثمانی تک باقی رہی اور خلفاء راشدین کے احکامات پر ثبت ہوتی رہی لیکن خلافتِ عثمانی ہی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مدینہ طیبہ کے ایک کنوئین میں جسکو بیراریس کہتے ہیں گر گئی۔ تین روز برابر تلاش کرائی گئی لیکن کسی طرح نہ مل سکی (طبری، درقانی،



ان کرتا اس کی تعبیر بیان فرمادیتے اور اگر کسی نے کوئی حاجت بیان کی تو اس کی حاجت پورا فرماتے۔

شروع حرم شہہ ہجری کی صبح کو آپ نے حسب معمول صحابہ سے انکے حالات یافت فرمائے اور اس سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کہ وقت آپہنچا کہ میں تمکو تبلیغ اسلام کے لئے مختلف ملک کی طرف بھیجوں۔

دیکھو! تمہارا وجود اور تمہاری ہستی امر بالمعروف کے لئے وقف ہونی چاہئے کی جنت اُس شخص پر حرام ہے جو دنیا والوں کے معاملات میں شریک رہتا ہو۔ اُن کو امورِ حیر کی نصیحت نہیں کرتا۔ جاؤ خدا کے بہرہ و سہ پر دنیا کے بادشاہوں کو نام کا یہ پیغام سنا دو۔ تمکو حواری عیسیٰ بن مریم علی الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہونا ہے کہ جب خدا کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام نے انکو دعوت اسلام کیلئے مختلف دلوں میں بھیجا تو انہوں نے اپنی راحت طلبی کی خاطر قریب کے شہروں میں تو رت عیسیٰ کا اتمثال امر کیا لیکن دو دروازہ مقامات تک پیغام حق پہنچانے میں قاصر رہے اور نفس کی کار فرمائی ذہنیں ابلاغِ ملت کے مقدس کام سے باز رکھا۔

یہ واقعہ

ابن سعد نے طبقات میں اور محدث ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اس ملہ میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو مختلف سلاطین کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے قاصد بنا کر مایا ہا تو ہر ایک قاصد قدرتا اس ملک کی زبان بولنے اور سمجھنے لگا جس کی طرف روانہ کیا جا رہا تھا۔ حضرت صحابہ نے اس معجز نما واقعہ کا خدمت اقدس میں



ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا۔ "ہذا اعظم ماکان من حق اللہ علیہم فی ماہر عبادہ"  
 لیکن بخاری و مسلم اور انکی مشہور عالم شرح فتح الباری۔ عمدۃ القاری اور نووی  
 میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں، قاضی  
 عیاض نے شفا میں، اور زرقانی نے شرح مواہب میں جہاں ان بیانات کا تذکرہ فرمایا  
 ہے اس روایت کا کوئی پتہ نہیں دیا۔ با اینہما ابن سعد اور ابن ابی شیبہ کی یہ روایت  
 سند کے اعتبار سے قابل قبول ہے اگرچہ اس رتبہ اور پایہ کی نہیں ہے جو ان محدثین  
 کی بیان کردہ شرائط پر پوری اتر سکے۔

لیکن ابن ہشام نے اس واقعہ کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے حواریوں کے ساتھ کی ہے۔ یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ اسلام  
 کے لئے حواریوں کو مختلف شہروں میں روانہ کرنا چاہا تو جنکو قریب کے شہروں میں  
 مامور کیا وہ جانے پر راضی ہو گئے مگر جنکو مسافت بعیدہ پر مامور کیا انہوں نے جانیے  
 گریز کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ محسوس کیا تو خدائے تعالیٰ سے دعا کی اور آپ کو  
 دعا کا یہ اثر ہوا کہ مسافت بعیدہ پر جانے والے ان ملکوں یا شہروں کی زبان بولنے لگے جہاں  
 انکو بھیجا جا رہا تھا۔ بہر حال روایت اپنے صحت و ستم کے اعتبار سے خواہ قابل بحث  
 محل نظر ہی ہو لیکن یہ امر مسلم ہے کہ جن صحابہ کو مختلف ممالک میں ان والا ناموں کی سفارت  
 پر مامور کیا گیا وہ ان ممالک کی زبان بولنے اور سمجھنے پر اس قدر ضرور قادر تھے کہ وہ اپنے  
 مقصد تبلیغ کو بخوبی ادا کر سکیں۔ واقعات کی تفصیل اس کی شاہد ہے۔

غرض اس سال اپنے چھ بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے سبب  
 میں نامہائے مبارک بھیجے۔



سفراء و سلاطین کی فہرست یہ ہے

نام سفیر	نام بادشاہ
عمر بن امیہ ضمری	امجد بن ابجر نجاشی حبشہ
وجیہ کلبی	ہرقل قیصر روم و مناظر حاکم رومیہ
عبداللہ بن مذاہبہ	خسرو پرویز کجکلاہ ایران و ہرمزان
عاطب بن ابی بلتہ	مقوقس عزیز مصر
شجاع بن وہب الاسدی	حارث غسانی گورز جد و دشام
سلیط بن عمرو بن عبد سلئی	ہوڈہ بن علی

## پہلا پیغام شاہ حبشہ کے نام

حبشہ۔

یہ نام عربی ہے۔ یونانی اس قطعہ زمین کو ایتھوپیا اور اہل یورپ ابی سینیا کہتے ہیں۔ اور یہی قوم عربی میں حبشی، یونانی میں ایتھوپین، یوروپین زبانوں میں ابی سینین، اور خود انکی اپنی زبان میں حبشہ کہلاتی ہے۔

عربی زبان میں حبش کے معنی خلط کے ہیں۔ اہل عرب کے نزدیک یہ ایک مختلف النسب قوم ہے اسلئے اس کا نام بھی حبش رکھا گیا یہ قوم دراصل سامی عرب اور حامی نسل کے ان مختلف قبائل کے مجموعہ سے عالم وجود میں آئی جو کہ سواصل عرب کے جنوبی حصہ اہل عرب کے باشندہ تھے اور ولادت مسیح علیہ السلام سے قبل حبشہ میں



جانبے تھے جرمن مستشرق نوادری کی ماہر السنہ سامیہ کا بیان ہے۔

حبشی (ایتھوپیا) زبان و خط، سبائی سے قریب و مشابہ ہے۔ اہل حبش (اکسوم) بالکل سامی نہیں ہیں بلکہ اہل باشندوں کے ساتھ عرب کے مختلف قبائل مختلف اقلع کے مل گئے ہیں۔ (۱)

عرب کے یہ سبائی قبائل جنکے اختلاط سے حبشی قوم بنی اس اختلاط کے بعد دو مستقل خاندانوں پر منقسم ہو گئے۔ سبار حبش اور سبار حمیر۔ سبائے حبش کی حکومت تقریباً تیسری صدی عیسوی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع میں ملک حبش پر قائم ہوئی اور اس حکومت کا دارالسلطنت حبشہ کے مشہور صوبہ (بحرے) کے شہر اکسوم میں قرار پایا۔ اہل حبش اسکو مقدس شہر سمجھتے ہیں اس شہر کے کھنڈرات تک باقی ہیں۔ (۲)

## بخاشی

اسی حکومت کے حکمرانوں کو اہل عرب "بخاشی" کے لقب سے پکارتے ہیں۔ "بخاشی"

در اصل لفظ "بخوس" کا معرب ہے اور بخوس حبشی زبان میں بادشاہ کو کہتے ہیں یہ خاندان پہلے بت پرست تھا۔ شاہان روم نے مصر کے ذریعہ یہاں عیسائیت کی بنیاد ڈالی اور چوتھی صدی عیسوی کے شروع میں اسکندریہ کے ایک بشپ نے یہاں اپنے مشن کا مرکز قائم کیا اور ۳۳۳ء میں سبک پہلے اذینہ بخاشی حبش نے نصرانیت کو قبول کیا اور اس طرح رفتہ رفتہ تمام حبشہ بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گیا۔

اصحہ بخاشی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حبشہ کا بادشاہ تھا اسی اذینہ کی اولاد سے تھا۔ اور آئینوالے تمام واقعات اسی سے متعلق ہیں۔

(۱) ارض القرآن جلد اول ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ (۲) ارض القرآن۔ (۳) اصحابہ و مجاہدان۔



## ہجرتِ حبشہ

قریشِ مکہ نے اسلام دشمنی میں جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار اصحاب کو حد سے زیادہ تکالیف پہنچائیں اور پرستارینِ توحید کے لئے سرزمینِ مکہ تنگ ہو گئی۔ تب خدا کے مقدس رسول نے صحابہ کو اجازت دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر جائیں اور ارشاد فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عیسائی ہے اسلئے امید ہے کہ مشرکین کے مقابلہ میں وہ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیگا۔

ہاجرین کے اس پہلے قافلہ میں جو جب شہہ نبوت میں وطنِ مالوف کو خیر باد کہہ کر حبشہ جا رہا ہے تقریباً بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ اور سنالار کارواں حضرت عثمان ذی النورین تھے۔ آپ کے ساتھ آپکی بی بی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت روانگی ارشاد فرمایا کہ "لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے خدا کی راہ میں ہجرت کی" ۱۱

خوبی قسمت کہ جب یہ کارواں بندرگاہِ جدہ پر پہنچا تو دو تجارتی جہاز حبشہ جا رہے تھے۔ جہاز رانوں نے معمولی اجرت پر انہیں بٹھالیا۔ ہر ایک شخص کو صرف ۵ درہم ادا کرنے پڑے۔ ہاجرین کی روانگی کی جب قریش کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے تعاقب کیا۔ لیکن موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ہجرت کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ تا آنکہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ ترائی آدمیوں کا جم غفیر حبشہ میں جمع ہو گیا۔ ہاجرین اول کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) زاد المعاد جلد اول۔

(۲) روض الانف جلد اول۔



# فہرست اسمائے مہاجرین اول

نام مہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	سنہ ولادت ۳۵ھ سے تقریباً آٹھ سال بعد	سنہ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری جمعہ کا روز	خلفائے راشدین میں سے تیسرے خلیفہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں حضرت رقیہ و حضرت امّ کلثوم کے شوہر ہونے کی وجہ سے ذی النورین کہلائے ۲۲ھ انہتر سال کی عمر میں خلیفہ مقرر ہوئے انکی والدہ (اروی) رسول پاک کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔
حضرت رقیہ	سنہ نوسٹھ قبل	سنہ ۲ھ ہجری	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں حضرت خدیجہ کے لطن سے تولد ہوئیں اول عتبہ بن ابی لہب کے عقد میں آئیں اور قبل از رخصتی باپ کے کہنے سے بیٹے نے ان کو طلاق دیدی اس کے بعد حضرت عثمان سے ان کا عقد ہو گیا۔ اور ہجرت سے ایک سال دس ماہ تین یوم بعد انکا انتقال ہو گیا۔
ابو خدیفہ بن عتبہ			ان کا باپ عتبہ قریش کا مشہور سردار تھا۔ اس کے کافر ہونے کی وجہ سے بیٹے کو وطن چھوڑنا پڑا ابو خدیفہ



نام ہاجر	سند ولادت	سند وفات	مختصر حالات
			یامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔
سہلہ بنت سہیل			حضرت ابو حذیفہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔
زینب بنت العوام	سنہ ۳۶ ولادت سے تیس سال بعد	سنہ ۳۶ ہجری جمادی الاولیٰ	مشہور صحابی ہیں رسول اللہ کے بھوپتی زاو بہائی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے ہیں اور حضرت حذیفہ کے رشتہ کے بھتیجے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کے شوہر ہیں۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ بروایت واقدی چونسٹھ سال اور بروایت ابو الیقظان ساٹھ سال عمر پائی، ابن جرود نے "وادئ سبع" میں شہید کیا اور وہیں دفن ہوئے۔
مصعب بن عمیر	سنہ ولادت سے تقریباً سترہ سال بعد	سنہ ۳۶ ہجری	ہاشم کے پوتے اور جلیل القدر صحابی ہیں مدینہ میں اسلام کے سب سے پہلے مبلغ ہیں عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ پہنچے اور سب سے پہلے مدینہ میں جمعہ قائم کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ بیجے گئے اور عقبہ ثانیہ میں اہل مدینہ میں سے سترہ انصاریوں کو لیکر مکہ حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہوئے بعد مسلمان ہوئے اور احد میں شہید ہوئے اور چالیس



نام مہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
عبد الرحمن بن عوف	عام الفیل سنہ ولادت	۳۱ھ	سال یا اس سے زیادہ کی عمر پائی۔ جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں فاروق اعظم کی منتخبہ مجلس شوریٰ کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہیں قبیلہ بنی زہرہ کے خاندان سے ہیں قدیم الاسلام ہیں صدیق اکبر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پچھتر سال کی عمر پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نتہالی رشتہ دار تھے۔
ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی	جمادی الاخریٰ ۳۱ھ	۳۱ھ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوپتی زاد بھائی برہ بنت عبدالطلب کے بیٹے اور آپ کے رضاعی بھائی تھے سابق الاسلام ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا۔ صحابہ بدر میں سے ہیں۔ عبدالعہ نام ہے۔
ام سلمہ			حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کی بی بی تھیں ابوسلمہ کے انتقال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔
عثمان بن مظعون	شعبان ۳۱ھ	۳۵ھ	ابوسائب کنیت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہت پیارے صحابی ہیں قریشی نسل میں



نام مہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
			چودھویں مسلمان ہیں مدینہ منورہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا آپ کے انتقال پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا "نعم السلف ہونا" ، بقیع میں دفن ہوئے۔
عامر بن ربیعہ غزوی		۳۲ھ	سابق الاسلام ہیں مشہور صحابی ہیں زمانہ جاہلیت میں آل خطاب کے حلیف تھے حضرت عثمان نے سفر حج میں ان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔
یاسی بنت ابی حشمہ			حضرت عامر بن ربیعہ کی بی بی ہیں۔
ابوسبیر بن ابی اہم			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بہائی بڑھ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے ہیں سابق فی الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ یہ ہجرت ثانیہ میں گئے تھے۔
حاطب بن عمرو		۳۰ھ	حاطب بن ابی بلتعہ کے نام سے مشہور ہیں۔ بدری صحابی ہیں۔ ۶۵ سال کی عمر پائی مدینہ میں انتقال ہوا
ہذیل بن بیضار		۳۰ھ	جلیل القدر صحابی ہیں بیضار والدہ کا نام ہے باپ کا نام وہب ہے بدری ہیں تبوک کی واپسی پر انتقال ہو گیا قبریشی نسل ہیں۔
عبداللہ بن مسعود		۳۲ھ	خاندان ہذیل سے تھے بنی زہرہ کے حلیف تھے



نام ہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
عبداللہ بن مسعود	۳۲ھ		<p>ابو عبدالرحمن کنیت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت رضوان و بدر وغیرہ میں شریک رہے فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں اور اہل ماہ حضرت عثمانؓ میں کوفہ کے قاضی رہے اور بیت المال کے خازن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر خصوصیت تھی کہ دیکھنے والے اہل خاندان سے سمجھتے تھے۔ خادم رسول تھے بقیع میں مدفون ہوئے ساٹھ سے کچھ زیادہ عمر تھی مجتہدین صحابہ میں سے ہیں۔</p>

## ہجرتِ اولیٰ کے صحاب کی تعیین

اصحاب حدیث و ارباب سیر میں حبشہ کی پہلی اور دوسری ہجرت کے افراد کی تعیین کے متعلق قدرے اختلاف نظر آتا ہے یہ اختلاف محض اختصار نویسی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے عینی شرح بخاری میں دو قول منقول ہیں ایک یہ کہ پہلی ہجرت جو شہدہ میں ہوئی اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شریک تھیں اور قبیل کہکریل کہتے ہیں کہ ابن جریر اور بعض دیگر اصحاب سیر کہتے ہیں کہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ بیاسی ہاجرین تھے اور سیرت ابن ہشام میں ہاجرین اولین کی فہرست میں وہی پندرہ مرد اور عورتیں شمار کرائی ہیں اور آگے چل کر کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ یہ تعداد علاوہ بچوں اور عورتوں کے بیاسی یا تراسی تک پہنچ گئی۔ اور یہی حضرات ایک مشہور قصہ کی بنا پر تین ماہ قیام کے بعد مکہ واپس آگئے۔



اور اس کے بعد شہ ہجری میں سو آدمیوں نے ہجرت کی ابن سعد کا یہی قول ہو بعض دیگر محققین نے بھی اپنی سیرت میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

لیکن واقعات پر تفصیلی نظر ڈالنے اور سیرت و احادیث کے اقوال کو باہم جمع کر کے نتیجہ نکالنے سے یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا اور اسی لئے عینی نے اس کو قید کی کہ بیان کیا ہے حقیقت حال یہ ہے کہ شہ ہجری میں صرف سو صحابہ نے ہجرت کی اور تین ماہ کے بعد ہی جماعت حبشہ سے مکہ معظمہ واپس آگئی اور اس کے بعد شہ ہجری میں علاوہ بچوں اور عورتوں کے تر اسی صحابہ نے دوبارہ حبشہ کو ہجرت کی اور یہی مجموعی تعداد سو تک پہنچتی ہے۔ اس دعویٰ کی صحت کیلئے چند امور قابل لحاظ ہیں

(۱) کتب سیر و احادیث میں جس طرح ان پندرہ یا سولہ ہاجرین کی روانگی کی تفصیلات یعنی انکا جدہ پہنچنا اور جدہ میں تجارتی جہازوں کا حسب اتفاق بلجانا اور ہر ایک شخص سے نصف دینار (پانچ درہم) اجرت لیکر ان کو جہازوں میں سوار کر لینا مذکور ہیں۔ یا شہ ہجری کے سو ہاجرین کی روانگی اور ان کے پیچھے قریش کا وفد بھیجا اور اس کے تمام واقعات کے حالات منقول ہیں۔ اس طرح سو صحابہ کے بعد بقیہ ہاجرین کے رفتہ رفتہ روانہ ہونے اور تین ماہ میں ان کی تعداد تر اسی تک پہنچ جانے کی نہ صرف تفصیلات ہی معدوم ہیں بلکہ اصحاب سیر کی عبارتیں ان کی اس روانگی کے زمانہ کے بارہ میں بھی مختلف ہیں مثلاً ابن ہشام طبری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول پندرہ یا سولہ اصحاب نے ہجرت کی اور بعد میں یہ تعداد علاوہ عورتوں اور بچوں کے تر اسی تک پہنچ گئی۔ لیکن یہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس تعداد میں شہ ہجری کی تعداد ہی شامل ہے یا تین ماہ کے عرصہ ہی میں یہ تعداد پوری ہو گئی تھی بلکہ ابن ہشام کے طرز



بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اختصار کیلئے سٹنہ ہجری کی تعداد کو بھی شامل کر لیا ہے اسلئے کہ ان ناموں کی نقل کے بعد ہی اس نے مسلمانوں کے تعاقب میں قریش کے وفد کا حبشہ جانا اور اس کا پورا قصہ نقل کیا ہے جس کے بارہ میں اتفاق ہے کہ یہ سٹنہ ہجری میں دو بارہ حبشہ کی ہجرت کے زمانہ میں پیش آیا ہے صرف ابن سنی نے یہ صراحت کی ہے کہ اول مرتبہ یہ تعداد تراسی تک پہنچی اور سٹنہ ہجری میں سو صحابہ نے ہجرت کی لیکن پہلی تعداد میں عورتوں اور بچوں کا استثنا اور دوسری تعداد میں اختصار کے ساتھ فقط سو کی گنتی بیان کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تراسی اور سو کی تعداد ایک ہی واقعہ سے متعلق ہے اور صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے نیز یہ تعداد دراصل سٹنہ ہجری ہی کے زمانہ سے متعلق ہے۔

(۲) اس ہجرت کی مدت کل ۳ مہینہ ہے۔ رجب المرجب میں ہجرت ہوئی اور شوال میں یہ سب حضرات مکہ معظمہ واپس آگئے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اس زمانہ میں سفر اسقدر آسان نہ تھا کہ مکہ سے حبشہ کا سفر اور ہجری سفر اور جہاز ہی باد بانی۔ پس اس قلیل مدت میں مختلف اوقات میں قافلوں کی روانگی اور حبشہ میں ان کی پہنچ جانا اور قیام کے بعد شوال تک واپس آ جانا تاریخ اور عقل دونوں کے فیصلے کے خلاف ہے۔

(۳) احمد بخاری حبش نے سٹنہ ہجری نبوت میں حضرت جعفر کے ہاتھ پر اسے قبول کیا اور اس پر اتفاق ہے کہ حضرت جعفر حبشہ کی ہجرت اولیٰ میں نہیں بلکہ ہجرت ثانیہ میں شریک ہوئے اور ہجرت اولیٰ میں بیابان کی تعداد ذکر کرنے والے اس تمام واقعہ کو ہجرت اولیٰ کے واقعے میں ذکر کرتے ہیں یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔



بہر حال مہاجرین کا یہ قافلہ مکہ سے چلکر ساحلِ جدہ پر پہنچا خوبی قسمت یہ کہ جدہ کی گودی پر دو تجارتی جہاز حبش جانیوالے لنگر انداز تھے اور فوراً ہی واپس ہو جانیوالے تھے۔ مہاجرین نے اُنے معاملہ کیا اور پانچ درہم فی کس کے حسابے کرایہ طے پایا اور اس طرح وہ بخیر و خوبی حبشہ جا پہنچے۔

### مہاجرین حبشہ کی واپسی۔

ابھی مہاجرین کو یہاں آئے ہوئے تین ہی ماہ گزرے تھے کہ سوالِ شہِ نبوت میں یہ تمام مہاجرین مکہ معظمہ واپس آگئے مہاجرین کی اچانک واپسی کے متعلق عام کتبِ سیر میں جو واقعہ نقل کیا ہے پہلے اس کو بیان کر دیا جائے اور اس کے بعد اصل حقیقت پر غور کیا جائے۔

طبری۔ ابنِ اسحاق۔ ابنِ مردویہ۔ ابنِ منذر اس واقعہ کی اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں سورہ والنجم تلاوت فرمائی اور جب آپ آیت و مناتۃ الثلثۃ الاخریٰ پر پہنچے تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوائے تِلْكَ الْغُرَانِيقُ الْعَلِيٌّ اِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَشَرِيحِي۔ یہ ربت بہت محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔

مشرکین یہ سنکر بید مسرور ہوئے اور جب ختم ہو تو آپ نے سجدہ کیا تو تمام مشرکین نے اس خوشی میں آپ کا اتباع کیا اور سب سجدہ میں گر گئے۔ شدہ شدہ یہ خبر حبشہ میں مسلمانوں تک پہنچی اور اس اضافہ کے ساتھ پہنچی کہ تمام مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے۔ مہاجرین کے لئے یہ معمولی مسرت نہ تھی یہ خبر سنکر مکہ معظمہ واپس آگئے مہاجرین کی واپسی کا یہ واقعہ شہِ نبوت میں پیش آیا۔



یہ بے سرو پا روایت عقل و نقل دونوں اعتبار سے ناقابل اعتماد ہے  
قاضی عیاض شفا میں اس واقعہ کو نقل کر کے کہتے ہیں۔

لم تخرجہ احد من اهل الصیحة  
ولا رواہ ثقۃ بسند سلیم  
علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں  
فلا صحۃ لہ نقلًا ولا عقلاً  
اور نووی رح لکھتے ہیں۔

لا یصح فیہ شیء الا من جہۃ النقل  
ولا من جہۃ العقل۔  
اس بار میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے نہ عقلی اعتبار  
سے نہ نقلی اعتبار سے۔

اسی طرح بیہقی حافظ منذری۔ ابن کثیر وغیر ہم کبار محدثین اس روایت کے بطلان  
پر متفق ہیں۔ البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کی مختلف اسانید میں سے تین سندوں  
کو صحیح کی شرط پر بتاتے ہیں با اینہم یہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ تینوں سندیں مرسل ہیں یعنی  
در میان سند سے صحابی کا نام رہ گیا ہے۔  
وہ لکھتے ہیں۔

وقد ذکرنا ان ثلاثہ اسانید منہا  
علی شرط الصحیح وہی مرسل  
یحییٰ بمنزلہا من یحییٰ بالمرسل  
ہم بیان کر چکے ہیں کہ تین سندیں اس روایت  
کی صحیح کی شرط کے مطابق ہیں اور یہ روایتیں مرسل  
ہیں اور جو لوگ مرسل روایتوں کو قابل حجت سمجھتے  
ہیں وہ اس سے استدلال کر سکتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ کبار محدثین کی ایک جماعت مرسل روایات کو قابل حجت سمجھتی ہے لیکن



ن کے نزدیک بھی ان کی صحت اسی وقت قابل قبول ہے جبکہ ارسال کے علاوہ اس روایت میں عقل و نقل کے اعتبار سے کوئی سقم نہ ہو اور جبکہ کبار محدثین اس روایت کو عقلاً نقلاً باطل ٹھہراتے ہیں تو محض ان کی مرسل اسناد کی صحیح روایت کی صحت کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

متن حدیث کی عدم صحت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اگر اس روایت واز اول تا آخر صحیح مانا جائے تو اس کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایک منتظم کلام میں بیک وقت ایک شے کی مدح بھی پائی جائے اور مذمت بھی صحابہ اور نہ صرف صحابہ بلکہ تمام مشرکین جو اہل زبان تھے کس طرح یہ یقین کر سکتے تھے کہ جس سورۃ (والنجم) میں اصنام کے لئے یہ آیت موجود ہو کہ جس میں ان اصنام کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

ن ہی الا اسماء سمیتہا انحر و یہ اب ت، کچھ بھی نہیں ہیں صرف تمہارے اور تمہارے باؤ کم ما انزل اللہ بہا من سلطان باپ دادا کی من گھڑت ہیں جنکے لئے اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی۔

ی سورت میں ان اصنام کی اس طرح مدح سرائی بھی موجود ہو جو تلک لغز انیق العلیٰ سے معلوم ہوتی ہے۔

ایک معجز کلام باری میں تو اس کی کس طرح گنجائش ہو سکتی ہے جبکہ ایک فصیح و بلیغ کے کلام میں بھی ممکن نہیں؟

لہذا یہ ہرگز تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی مشرکین یا صحابہ کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ سورۃ والنجم میں یہ جملے بھی شامل ہیں یا پیغمبر کی زبان سے العیاذ باللہ شیطان نے ادا کر دیے۔



نیز جبکہ قرآن عزیز کی اسی سورۃ میں صراحت کیسا تقدیر فیصلہ موجود ہے

وما ینطق عن الہوی وان ہو الا  
اور وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے  
وحی یوحی۔  
کچھ نہیں کہتے یہ (قرآن) وہی وحی ہے جو پیر وحی کی گئی ہے۔

تو پھر ایک ایسی روایت کو جس میں سند و متن دونوں اعتبار سے سخت سقم ہو کس طرح  
قبول کیا جاسکتا ہے۔

اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی توجیہات کے درپے ہوں جیسی کہ صاحب  
مواہب نے بیان کی ہے۔

قیل انه لما وصل الی قوله ومن اة  
الثالثة الاخری نحشی المشرکون  
ان یاتی بعد ہا بشی یدم الہتم  
فبادر والی ذلک الکلام فخلطوا  
فی تلاوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
علی عادتهم فی قولہم وسمعوا لہذا  
القرآن والغوا فیہ او الملد بالشیطان  
شیطان الایسی۔  
بعض کا خیال ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
اس آیت پر پہنچے ومن اة الثالثة الاخری تو شکر  
کو ڈر ہوا کہ اس کے بعد ان کے معبودوں کی برائی کی  
جائے گی اسلئے انہوں نے جلدی آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی تلاوت میں یہ جملے خلط کر کے پڑھ دیتے  
جیسا کہ ان کی عادت تھی کہا کرتے اس قرآن کو مست  
سنا اور اس میں گڑبڑ مچا دو یا شیطان سے مراد  
شیطان آدمی ہے۔

مزید برآں یہ کہ اگر یہ واقعہ اس طرح صحیح ہوتا جیسا کہ روایت سے ثابت ہے تو جس طرح  
مشرکین یہود اور نصاریٰ نے تجویل قبلہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع  
کی اور اپنے زعم باطل میں آپ کو ملزم بنانے کی کوشش کی جیسا کہ قرآن عزیز نے اس کا  
تذکرہ کیا ہے۔



سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَا نُهْمُ . عَنْ قِبَلِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا  
عنقریب بروقت لوگ یہ کہیں گے کس بات نے  
ان مسلمانوں کو اس پہلے قبلہ بیت المقدس سے

پھیر دیا رکعبہ کی طرف ۹۱

مقابلے اور جھگڑے کے وقت یہ الزام بھی دیا کرتے کہ آج تم ہمارے معبودوں میں عیب ڈالتے ہو اور کل خود تمہارے پیغمبر نے ان کی تعریف جمع کے سامنے کی تھی۔ لیکن تمکو معلوم ہو کہ تاریخ و سیر کے تمام صفحات اس سے یکسر خالی ہیں اور کسی ایک موقعہ پر بھی اس اعتراض کا تذکرہ نہیں آتا۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے جو روایت

اس سلسلہ میں منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ

فَسَجَدَ وَسَجَدَ مِنْ كَانَ مَعَهُ الْاَرْجُلَاءُ  
اِخْذْ كَفًّا مِنْ حَصِيٍّ وَضَعْتُهَا عَلَى جَبْهَتِهِ  
وَقَالَ يَكْفِي هَذَا

جب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ و النجم پڑھی تو  
سجدہ کیا اور آپ کے تمام ساتھیوں نے بھی سجدہ کیا  
بجز ایک آدمی کے کہ اس نے ایک مٹھی کنکریاں لیں

اور پیشانی پر لگالیں اور کہنے لگا کہ مجھے یہی کافی ہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قَرَأْتُهُ قَتْلَ بَعْدَ كَأْفَرًا

میں نے دیکھا کہ بعد میں وہ کافر ہو کر مرا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سجدہ کرنے والی جماعت مسلمانوں ہی کی تھی اور اس میں

ایک ضعیف الاسلام شخص تھا جس نے سجدہ نہ کیا اور مٹھی بھر کنکریوں سے پیشانی کو چھو لیا۔

اور انجام کار کفر کی حالت میں مرا اور اگر ان تمام مباحث سے قطع نظر کر کے اس روایت کو

صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی ہاجرین حبشہ کی واپسی کا اس روایت سے دور کا بھی تعلق نہیں



ہے اسلئے کہ ہجرت رجب کے مہینہ میں ہوئی اور حبشہ سے واپسی ابتداء شوال میں پیش آئی اور سورہۃ والنجم رمضان المبارک میں نازل ہوئی ہے۔

تو ایسی حالت میں جبکہ سفر کے وسائل نہایت محدود ہوں، جہاز بھی دفائی ہوں، بلکہ باوبانی ہوں، جہازوں کی آمد و رفت کے اوقات بھی آج کی طرح معین نہ ہوں۔ نہ ٹیلیفون ہے، نہ ٹیلیگراف اور نہ ڈاک کا کوئی باقاعدہ سلسلہ، کس طرح ممکن ہے کہ ایک ماہ کے اندر انجم کے نزول، اور تمام قصہ کی مکہ سے حبشہ تک اطلاع بھی پہنچ جائے اور اس اطلاع پر تمام مہاجرین حبشہ سے مکہ معظمہ واپس بھی آجائیں۔

پس نہ یہ روایت کسی طرح قابل اعتبار ہے، اور نہ مہاجرین کی واپسی کیلئے اسے سبب قرار دیا جانا صحیح ہو سکتا ہے بلکہ اس واپسی کی اصل وجہ صرف یہ ہے کہ وطن سے ہجرت کر کے دور دراز ملک میں مستقل قیام اور قیام بھی ایسی حالت میں کہ عزیز واقارب چھوٹے دوست احباب چھوٹے مال و دولت چھوٹا، وطن چھوٹا، اور سب بڑھکر یہ کہ جس مقدس وجود کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کیا۔ اسکے شرف صحبت سے بھی محروم ہو گئے۔ اور یہ سب کچھ چھوڑنے والے لوگ بھی وہ ہیں مکہ معظمہ میں نادار نہ تھے، صاحب مال و منال تھے، خاندانی اعتبار سے ذی عورت و ذی حثمت تھے۔ انکا اس بے سرو سامانی کے ساتھ حبشہ میں عرصہ دراز تک قیام خوشگوار ثابت نہ ہوا۔ اور یاد وطن نے بچپن کر کے تین مہینہ بعد پھر مکہ پہنچا دیا۔

### ہجرت ثانیہ

لیکن مہاجرین جب مکہ معظمہ واپس آگئے تو کفار نے اور زیادہ ایذا میں دینی شروع کیں اور مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، لہذا مجبور ہو کر مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ دوبارہ ہجرت کی جائے مگر اب کی مرتبہ یہ کام آسان نہ تھا۔ قریش پہلے سے مقابلہ کیلئے



یارتھے اسلئے سخت مزاحمت ہوئی مگر اس کے باوجود تقریباً سو آدمی قراہی مرد اور اٹھارہ عورتیں،  
وبارہ حبشہ کو ہجرت کر کے چلے گئے۔ اور وہاں باطینان زندگی بسر کرنے لگے۔

ہاجرین کی اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور عبد  
من حش اور انکی بی بی ام حبیبہ بھی شامل تھیں۔

## قریش کا وفد

قریش نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ میں نہایت اطمینان آرام  
کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے اور مذہبی آزادی کے ساتھ بے خوف و خطر اپنے مشاغل  
بمصرف ہے تو بغض و حسد کی آگ انکے قلب میں مشتعل ہو گئی اور ہر ایک کے دل میں  
ٹی سازش کی ایک لگن لگ گئی تاکہ مسلمانوں کے اس امن و اطمینان میں خلل پڑے اور  
مارے یہ شکار پھر ہمارے قبضہ میں آجائیں۔

آخر کار باہمی مشاورت کے بعد طے پایا کہ اصحیحہ نجاشی حبشہ کے پاس ایک وفد روانہ کیا  
جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ مسلمانوں کا یہ قافلہ ہمارا مجرم اور باغی ہے اور یہ  
جماعت سخت مفید و فتنہ پرداز ہے اسلئے انکو یہاں سے خارج کینا جائے اور ہمارے حوالہ  
کر دیا جائے۔

وفد کے ارکان۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاصؓ فاتح مصر تھے۔ قریش نے  
وفد کے ساتھ تحایف و ہدایا کا بہت بڑا انتظام کیا۔ نجاشی کے علاوہ پادریوں کے لئے بھی  
قیمتی ہدایا کی بہت بڑی مقدار اسلئے بھیجی گئی کہ انکے ذریعہ بادشاہ پر اثر ڈال کر کامیابی حاصل کیجا۔  
پادریوں کو رشوت

عبداللہ اور عمرو بن العاصؓ حبشہ پہنچے اور قریش کے مشورہ کے مطابق پہلے پادریوں کے



ملاقات کی اور ہر ایک پادری سے ملکر عرض حال کیا اور تحائف پیش کئے۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ ان تحائف میں سب سے قیمتی تحفہ عمدہ رستم کی کہالیں تھیں۔

قریش کے ان دونوں سفیروں نے پادریوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ دربار شاہی میں ان کی تائید کریں اور کسی طرح ایسا موقع بہم نہ پہنچے ورنہ کہہ جائے کہ ہاجرین کوئی جاہلی نہیں کر سکیں۔ دوسرے روز وفد کو دربار میں باریابی کا موقع ملا۔ آداب شاہی بجالا کر عمرو بن لعلی نے قریش کی جانب سے حق سفارت اس طرح ادا کیا۔

”بادشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے قبائل کے چند نوجوان اور کچھ بیوقوف پناہ گزین ہیں۔ جہاں ان لوگوں میں فتنہ پردازی اور فساد ذات البین کا مادہ ہو یہ ایک عجیب مذہب کے پیرو بھی ہیں۔ اور ایسے عجیب غریب عقائد رکھتے ہیں جن سے ہم واقف ہیں نہ آپ ہم قریشی کے ان بہترین سربراہ اور معزز حضرات کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں جن کی سرداری عموماً عرب میں۔ اور خصوصاً سرزمین حجاز کے تمام قبائل میں مسلم ہے وہ ان لوگوں کے حالات سے کما حقہ واقف، اور ان کے بہترین نگران ہیں اور وہی خوب جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے جو عیوب یہاں آکر ان معزز سرداروں کے بیان کئے ہیں انکی کیا اصل ہے۔ آپ انکو ہمارے حوالہ کر دیجئے تاکہ سرداران قریش انکی صحیح نگرانی کر سکیں اور ان کی حرکات و سکنات کو قابو میں رکھیں“ (۱)

بڑے بڑے پادری دربار میں موجود تھے اور اس کی پہلے کہ ہاجرین کو ان اعتراضات کی جوابدہی کا موقعہ دیا جائے فوراً انہوں نے قریش کے مطالبہ کی تائید شروع کر دی اور مسلمانوں کو صحیح واقعات کے دریافت کا موقع دئے بغیر نجاشی سے اصرار کیا کہ وہ تمام ہاجرین کو وفد



قریش کے حوالہ کر دے تاکہ وہ انکو مکہ لجا لیں اور سردارانِ قریش جس طرح مناسب سمجھیں ان مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کریں۔

اصحہ بنجاشی اسوقت تک خاموشی کے ساتھ سنتا رہا جب تک کہ وفد کے ارکان میں سے عمرو بن العاص کی تقریر جاری رہی لیکن جب بڑے بڑے پادریوں نے ہی اس ظالمانہ مطالبہ کی تائید کی تو اس سے ضبط نہوسکا اور سخت غیظ و غضب میں کہنے لگا۔

”متم بخدا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اس طرح ان ہاجرین کو ان قریشیوں

کے سپرد کر دوں۔ کیا وہ قوم جس نے میری مملکت میں پناہ لی، میرے

یہاں آکر اس نے قیام کیا، اور اپنے قیام کے لئے تمام ملکوں پر مجھ

ہی کو ترجیح دی اسکو میں تمہارے اور قریشیوں کے کہنے پر قریشیوں کے

کے حوالہ کر دوں؟

نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں انکو بلاتا ہوں اور انے دریافت

حال کرتا ہوں اگر واقعہ یہی ہے جو وفدِ قریش بیان کرتا ہے تب مجھکو

سپرد کر دینے اور مکہ واپس کر دینے میں کوئی عذر نہیں اور اگر واقعہ اسکے

خلاف ہے تو کسی شخص کی یہ تاب، یہ مجال ہا نہیں کہ وہ میرے ان پناہ

گزیوں کی طرف نگاہ بھر کر بھی دیکھ سکے اور جب تک وہ میری مملکت

میں رہنا چاہیں گے میں انکے ساتھ ہر طرح حسن سلوک سے

پیش آؤں گا۔

وفد کی ذلت اور انکے معاندین کی ناکام سعی کا یہ پہلا موقع تھا جو دربارِ بنجاشی میں مسلم

ہاجرین کی مخالفت کے سلسلہ میں پیش آیا۔



غرض نجاشی نے ہاجرین صحابہ کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ دربار میں آئیں اور قریش کے اس مطالبہ کا جواب دیں۔ مسلمانوں کے پاس جب قاصد پہنچا تو وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ہم کو کیا جواب دینا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ ہم کو یہ کہہ دینا چاہئے: "خدا کی قسم ہم ان الزامات سے قطعاً ناواقف ہیں اور نہ ہمارے نبی نے ہم کو اس بارہ میں کوئی حکم دیا،" باقی جو کچھ مقدر ہے وہی ہو کر رہیگا۔ مگر حضرت جعفر نے فرمایا کہ تم مجھ کو اجازت دو کہ میں تم سب کی طرف سے حق بنابت ادا کروں۔

ہاجرین، دربارِ نجاشی میں۔

نجاشی نے ایک طرف مسلمانوں کو بلایا اور دوسری طرف اپنے مذہبی پادریوں کو جمع کیا۔ عیسائی مذہب کے یہ پیشوا بڑے طمطراق کے ساتھ دربار میں آئے اور مذہبی کتابیں لیکر نجاشی کے سامنے اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اب نجاشی نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے دریافت کیا۔

یہ اسلام کیا مذہب ہے کہ جس کی بدولت تم نے اپنی قوم کو بھی چھوڑا اور نہ تم نے ہمارے ہی مذہب کو قبول کیا اور نہ مزوجہ مذاہب میں سے کسی مذہب کے پیرو بنے؟

حضرت جعفر کی تقریر

نجاشی کے اس سوال پر مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مذہبِ اسلام کی صداقت کو ان پر از حقایق الفاظ میں بیان کیا۔

بادشاہ۔ ہم پر جاہلیت کا وہ دور گزرا ہے کہ مصنوعی اور خود ساختہ بتوں کی پرستش

ہمارا مذہب شاعر تھا، مردار خواری، بدکاری، اور قطع رحمی، ہماری معاشرت کا اہم جز بن گیا تھا

نہ ہم ہمسایہ کے حقوق سے واقف تھے اور نہ اخوت و ہمدردی سے آشنا ہر ایک



قوی کا ضعیف پر ظلم کرنا اور اسکو ہضم کر جانا معیارِ زندگی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ ہماری اس تباہ حالی کا دور عرصہ دراز سے قائم تھا کہ یک بیک خدائے برتر نے ہماری قسمت کا پانسہ پلٹ دیا اور ہم میں ایک ایسا پیغمبر بھیجا جس کے نسب و حسب سے ہم واقف جس کے صدق و امانت کا حال ہم پر روشن، اور جس کی عنایت و پاکدہی ہر وقت ہماری نظروں میں، وہ آیا اور اس نے ہمکو ہدایت کی وہ شمع روشن دکھائی جس نے ہماری آنکھوں سے ہماری جہالت کی تاریکی کے تمام پرشے جاک کر دیئے اس نے کہا کہ تم صرف خدائے واحد کی پرستش کرو اور اسی کو اپنا خالق و مالک سمجھو۔ بت پرستی کو چھوڑ دو اسلئے کہ تمہارے یہ خود ساختہ بت نہ تمکو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ باپ ادا کی یہ کورانہ تقلید گمراہی کی بنیاد ہے۔ اس نے ہم کو تعلیم دی کہ ہمیشہ سچ بولو، امانت میں خیانت کبھی نہ کرو، صلہ رحمی، ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک، ہمیشہ اپنا شعار بناؤ، خونریزی اور عیاریم خداوندی سے بچو، فحش کاموں اور جھوٹ کے قریب نہ جاؤ، یتیم کا مال نہ کھاؤ، اور پاکدامن کو تمہمت نہ لگاؤ، خدائے واحد کی بندگی ادا کرو، زکوٰۃ دو، اور روزہ رکھو۔ اے بادشاہ۔ اس نے اور اسی ستم کے دوسرے بہترین امور کی ہمکو تعلیم دی، اور ہمکو اسلامی احکام بتائے اور سکھائے، ہم نے اس کی تصدیق کی، ہسکو خدا کا پیغمبر سمجھا، اور اسپر ایمان لائے، اور جو کچھ اُس نے خدا کا حکم ہمکو سنایا، ہم نے اس کی پیروی کی، ہم نے خدا کو ایک جانا، شرک سے توبہ کی، حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام، ہمارے اس عظیم الشان انقلاب کو دیکھ کر ہماری قوم کو یارائے صبر نہ رہا، اور انکے ضبط کا پیمانہ چھلک گیا، انہوں نے ہمکو طرح طرح سے ستانا، عذاب میں مبتلا کرنا شروع کیا۔ اور وہ ہم پر قسم قسم کی مصیبتوں کے پہاڑ توڑنے لگے، اور یہ سب کچھ



اسلئے کیا گیا کہ ہم خدائے واحد کی پرستش چھوڑیں، اور وہ جہالت کی طرح پہرہ پھرو  
 کی پوجا کرنے اور پہلے کی طرح دوبارہ تمام فواحش ویدکاری کو حلال سمجھنے لگیں۔ ہماری  
 قوم کے دردناک مظالم اور المناک تکالیف "کہ جنکی آتے دن ہم پر شق ہوتی رہتی تھی"  
 جب اس حد تک پہنچ گئے کہ ہمارے اپنے پاک مذہب اور ملت بیضاء کے ارکان کی  
 تعمیل بھی دشوار ہو گئی، اور قدم قدم پر انہیں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں، تب مجبور  
 ہو کر ہم نے اپنے وطن کو خیر باد کہا، اور تمام مملکتوں پر آپ کی مملکت کو ترجیح دی۔ اور آپ کے  
 جوار میں آکر پناہ لی۔

اے بادشاہ - ہمارے امید ہے کہ ہم پر ظلم نہ کیا جائیگا اور عدل و انصاف اور حسن

سلوک کی جو امید آپ کے ساتھ ہم نے قائم کی ہے وہ ثابت نہوگی۔ (۱)

حضرت جعفرؓ کی یہ پرتاثر اور مبنی بر حقیقت تقریر ختم ہوئی تو نجاشی نے پہر ان سے سوال  
 کیا کیا وہ خدائی قانون کہ جسکو تم قرآن عزیز کہتے ہو تمکو کچھ یاد ہے؟ اگر یاد ہے تو اس میں  
 کچھ پڑھ کر سناؤ؟ حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ ہاں مجھکو قرآن عزیز یاد ہے، اور سورۃ مریم، میں  
 سے شروع کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ قرآن عزیز، اور پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاوت  
 تمام دربار میں ایک سکتہ کا عالم ہو گیا اور خود نجاشی اور دربار کے تمام پادریوں پر تو کلام اللہ  
 کی ہیبت اس طرح طاری ہوئی کہ وہ زار زار رونے لگے۔ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور پادریوں کے  
 پاس جو کتابیں رکھی تھیں انکو بھی سیلاب اشک نے تر کر دیا۔ آخر نجاشی سے نہ رہا گیا اور  
 کہنے لگا خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ایک ہی روشنی کے  
 دو عکس ہیں۔



## بخاشی کا فیصلہ

اس کے بعد بخاشی، قریش کے وفد کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا: قسم بخدا میں ہرگز ہرگز ان مسلمانوں کو تمہیں سپرد نہ کروں گا اور کوئی طاقت مجھ کو سپرد نہیں کر سکتی! وفد کو جب اس موقع پر بھی ذلت و ناکامی سے دوچار ہونا پڑا تو دربار بار بڑا حیرت و نیکے بعد عمرو بن العاص نے کہا اکل ہونے دو وفد کی قسم ایسی بات احمد کے سامنے پیش کروں گا کہ ان مسلمانوں کی بیخ و بنیا د بھی یہاں باقی نہ رہے۔ یہ سنکر ابن ابی ربیعہ نے کہا کہ ان میں سے دو آدمیوں کو نقصان پہنچ جائیگا تو مجھے بھی خیال ہے اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہی سہی مگر قریبی عزیز ہیں۔ مگر عمرو بن العاص اپنی تدبیر کار پر عید مسرور تھے صبح ہوئی بخاشی کا دربار پہر منعقد ہوا، قریش کے وفد کو جب دوبارہ باریابی ہوئی تو عمرو بن العاص نے عرض کیا۔

بادشاہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بہت بڑا عقیدہ رکھتے ہیں اور انکی سخت توہین کرتے ہیں۔ آپ ذرا ان سے معلوم تو کیجئے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا سمجھتے ہیں۔

بخاشی نے یہ سنکر مسلمانوں کے پاس پہر ایک قاصد بھیجا۔ مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا تو آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور بعض مسلمانوں نے وہی پہلا جواب دیا کہ ہلو کوئی فیصلہ کن جواب نہ دینا چاہئے۔ مگر سردار قافلہ حضرت جعفر نے اصل حقیقت کے اظہار پر اصرار فرمایا اور دربار بخاشی میں جا پہنچے۔ بخاشی نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ حضرت جعفر نے کھڑے

(۱) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مشرف ہوا سلام ہو گئے اور طویل القدر بنے فاتح مصری بزرگ صوابی ہیں۔



ہوئے اور کہنے لگے۔

بادشاہ ماس بارہ میں جو تعلیم ہو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے وہی

ہمارا عقیدہ ہے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ

اللہ کے بندے، اللہ کے رسول ہیں اور وہ روح اللہ، وکلمۃ اللہ ہیں جنکو خدا نے

حضرت مریم عذرا علیہا السلام پر القا کیا اور وہ ان کے بطن سے تولد ہوئے

یہ سنکر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا۔ قسم بخدا جو کچھ تم نے بیان کیا

سب سچ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تم نے اس تنکے کی برابر سہی مبالغہ نہیں

پا دیوں نے جب نجاشی کی یہ گفتگو سنی تو غصہ میں ناک کے نتھنے پھول گئے

نجاشی نے انکو مخاطب کرتے ہوئے کہا جھکو تمہارے اس غصہ کی مطلق پرواہ نہیں

مسلمانوں سے کہا کہ جاؤ تم میری سرزمین میں مامون ہو۔ جو شخص تمکو گالی بھی دے گا۔ اس کو

منازتاوان سے نہ چوڑو ننگا۔ ہرگز نہ چوڑو ننگا۔ اور میرے نزدیک

سوئے کا پہاڑ بھی اس کے مقابلہ میں بیچ ہے۔ اور پھر عمال حکومت کی طرف مخاطب

ہو کر حکم دیا۔

قریش کے وہ تمام ہدایا۔ واپس کر دو مجھے ایسی رشوت کی کوئی حاجت نہیں۔

خدا نے جب مجھکو یہ حکومت بخشی تھی تو اسپر مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی جو

آج میں اس حکومت و اختیار پر رشوت کا معاملہ کروں اور میرے بارہ میں )

(۱) مورخین نے نجاشی کے ان فقروں کے متعلق حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ حضرت صدیقہ عائشہ

رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ نجاشی کے باپ کے ہاتھ کے سوا دوسری کوئی اولاد نہ تھی اور صحیحہ کے چچا کے

رہ کے تھے۔ ابل بنشہ نے ایک روز یہ مشورہ کیا کہ اگر نجاشی صحیحہ کے والد کا انتقال ہو جائے تو صحیحہ کے علاوہ اس کے اولاد

اولاد نہیں۔ پس اگر صحیحہ کا بھی انتقال ہو جائے تو یہ ملک ہمارے ہاتھ سے نکل کر کسی دوسرے بادشاہ کے قبضہ میں



اس نے اشخاص کی مرضیات پر عمل نہیں کیا جو اس راجہ کے بارہ میں اشخاص کی  
 مرضیات پر عمل کروں یعنی خدا کی مرضی ترک کر کے قریش کی فوج پر عمل کریں  
 نجاشی کی اس آخری گفتگو نے پادریوں اور قریش کے وفد کی تباہی و ناکامی کر دیا  
 اور وفد کو مجبور بلکہ مغلوب و مقہور ہو کر ناکام و نامراد واپس ہونا پڑا۔

### مسلمانوں کی ہمدردی نجاشی کیساتھ

ہاجرین و قریش کے تصادم اور نجاشی کے فیصلہ کو زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ نجاشی  
 کے ایک دشمن نے حبشہ پر لشکر کشی کر دی۔ نجاشی کو مقابلہ کی فکر ہوئی اور فوج لیکر بحر قلزم  
 کے پار صف آرا ہوا۔ مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا تو انکو بے حد حزن و ملال ہوا کہ ہمارے محسن  
 پر یہ کیسی افتاد آپڑی۔ فوراً مجلس مشاورت منعقد کی اور طے پایا کہ ایک شخص سببات کیلئے  
 متعین کیا جائے کہ وہ جنگ کے نتیجہ کی خبر پہنچاتا رہے۔ اور اگر ضرورت ہو تو ہم بھی اس کی امداد

دیکھتے رہیں۔ (بجلی جاگتی بہتر یہ ہے کہ ہمہ اور اس کے والد کو قتل کر دینا چاہئے تاکہ یہ سلطنت ہجر کے چچا داس کی اولاد میں  
 منتقل ہو جائے اور اس طرح ایک غیر محدود زمانہ تک اس حکومت کا سلسلہ اسی خاندان میں باقی رہے۔ اہل حبش نے یہ مشورہ  
 کر کے ہجر کے والد کو قتل کر ڈالا اور اس کے بعد پہلے مشورہ کے مطابق نیز اس خوف سے کہ ہجر اپنے والد کا ہم سے قصاص نہ لے سکے  
 کے قتل کے ارادہ سے اس کے چچا کے پاس ہوا جو کہ سریر آرائی سلطنت ہوا، لے اور ہجر کے قتل کر دینے کو کہا یہ سن کر ہجر  
 کا چچا بہت تنگ ہو کر کہنے لگا۔ خدا تم کو سوا کرے ابھی اسکے باپ کو قتل کر چکے ہو اب اس کے قتل کا ارادہ ہے یہ ہرگز نہ ہوگا۔  
 اراکین نے پہراصر کیا آخر یہ قرار پایا کہ اگر قتل کیا جائے تو اسکو غلام بنا کر فروخت کر دیا جائے۔ ہجر اس قرار داد کے مطابق  
 ایک تاجر کے ساتھ چھ سو درہم میں فروخت کر دیتے گئے۔ ہجر کو تاجر نے کشتی پر سوار کئے لنگر اٹھا دیا ابھی شام ہی ہونے پائی تھی کہ تمام  
 افق میں بادل گہرا اور کشتی کو ایک جگہ ٹھیر جانا پڑا۔ اتفاقاً ہجر کا چچا خوشگوار موسم دیکھ کر باہر نکلا اور باہر کو دیکھنے لگا۔ یکایک بجلی  
 کوندی گرجی اور ہجر کے چچا پر آگری۔ یہ دیکھ کر تمام اراکین پریشان ہو گئے اور فوراً ہجر کے چچا زاد بہائیوں کے پاس دوڑے  
 گئے کہ وہ باپ کی جگہ حکومت کو سنبھالیں مگر بد قسمتی سے ایک کو بھی اس قابل نہ پایا کہ وہ اس باعظیم کو برداشت کر سکے تب  
 آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ بعض نے مشورہ دیا کہ ہجر باوجود فوج ہونے کے بسن طغولیت سے ہی نہایت زیرک و ہیم ہے اگر  
 اب بھی مملکت کی خبر چاہتے ہو تو اسی کو تلاش کر کے لاؤ اور اپنا حاکم بناؤ۔



کے لئے نکلیں۔ حضرت زبیر کھڑے ہوئے اور آپ کو اس خدمت کیلئے پیش کیا یہ اگرچہ نوجوان کی عمر تھی مگر بہت جری تھے۔ جنگ کا میدان دریائے نیل کے پار تھا۔ سب کو اس نوجوان کی جرأت پر تعجب ہوا مگر خود ان کے اصرار پر اتفاق ان کی سفارت منظور ہوئی اور سب نے ملکر نجاشی کی فتح اور دشمن کی ہلاکت کے لئے دعائیں مانگیں۔

حضرت زبیر مشک کے سہارے پہنچے اور چند روز بعد نجاشی کی وفات ہوئی۔ حضرت کی بشارت لیکر واپس آگئے۔ مسلمانوں نے نجاشی کی کامیابی پر شادمانی کا اظہار کیا اور نجاشی کی خدمت میں تہنیتِ فتح و نصرت پیش کی۔

## دعوتِ اسلام

ارکانِ اسلامی میں پیغمبر کا وٹوں کے باعث مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم تھا۔ نجاشی حبشہ کا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، وفدِ قریش کا ناکام واپس ہونا، جعفر طیار کی تقریر سے نجاشی کا صداقتِ اسلام سے متاثر ہونا، ایسے امور نہ تھے جو پوشیدہ رہتے۔ مکہ اور اطرافِ مکہ تک بھی یہ تمام واقعات پہنچے، اور اس سے مسلمانوں میں مسرت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶۷ سے ہے) اس عالم حیرت میں اس مشورہ کو پسند کیا اور فوراً دوسری کشتی اس کی جتوں میں روانہ کی توڑے ہی پہنچا۔ تاجر کی کشتی کو چاکرا اور زبردستی اصرار کر کے آئے تمام اراکین نے اصرار کا استقبال کیا اور تاجروں کی رسم ادا کر کے اپنا بادشاہ مان لیا۔

تاجر نے اراکین سے فریاد کی کہ میرا رہیہ واپس کر دو لیکن کچھ خنوائی نہ ہوتی مجبور ہو کر تاجر اصرار کے دربار میں فریاد رس ہوا۔ محمد نے سنکر اراکین سے کہا کہ تاجر کا دعویٰ صحیح ہے۔ یا تم اس کے غلام (اصح) کو اسکے حوالہ کر دو اور یا اس کا زبردستی واپس کر دو۔ تب انہوں نے شاہِ نجاشی کے بدلہ تاجر کا زبردستی واپس کر دیا۔

اسی کی طرف نجاشی نے اشارہ کیا تھا کہ خدا نے ملکِ حبشہ میں مجھ سے رشوت نہیں لی تھی اور نہ اس نے میرے جانیر حق کے بارے میں غم کیا تھا۔ اس کی خواہشات کی پرواہ کی پہر توج میں کس لئے اس حکومت و اختیار پر رشوت کا معاطہ کروں اور حق و انصاف کے نام میں قریش کی خاطر ظلم و عدوان اختیار کروں۔ (روض اللائف)



رقیش میں حزن و ملال کا پیدا ہونا ایک طبعی بات تھی۔

آخر سلاطین عالم کے نام و دعوتِ اسلام کا وہ مبارک وقت بھی آپنچا جس کا ذکر صحافتِ رشتہ میں مطالعہ کر چکے ہو۔ لہذا انہی حالات و واقعات کے زیرِ نظر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلا قاصدِ حبشہ کے دربار میں اسلام کی دعوت لیکر پہنچا۔

محرم ۱۰ھ ہجری کا زمانہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے قاصد حضرت عمرو بن لئیہ ضمری راہِ سفر طے کر کے حبشہ پہنچے اور بعض مدباہِ نجاشی کے واسطے سے دربار میں رسائی ملی۔ اسلامی آداب بجا لا کر حضرت عمرو نے صحیحہ شاہِ حبش کے سامنے اول اس طرح خطاب کیا۔

”بادشاہ! میرے ذمہ حق کی تبلیغ ہے اور آپ کے ذمہ حق کی سماعت کوئی شے نہیں

کہ گذشتہ دنوں سے ہم پر آپ کی شفقت و محبت کا یہ حال ہے کہ گویا آپ اور ہم

ایک ہی ہیں۔ اور ہم کو ہی آپ پر اس قدر اعتبار ہے کہ ہم آپ کو کسی طرح اپنی جماعت

سے علیحدہ نہیں سمجھتے رہنے جس بھلائی کی امید آپ کے کامیاب ہونے اور جس

خطرہ کا ہی اندیشہ کیا ہمیشہ اس سے بے خوف و مامون ہے حضرت آدم علیہ

الصلوة والسلام کی دلاوت ہماری طرف سے آپ پر محبت قطعی ہے یعنی جس

قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدم کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا کر دیا

اسی نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بغیر باپ کے لطنِ مادر سے پیدا کیا لہذا

مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقتہ من تراب ثم قال له کن

فیکون۔ لہذا گنزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے آدم کو

انے مٹی سے پیدا کیا اور پھر حکم دیا تو وہ عالم وجود میں آگئے۔

ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل وہ شاہد ہے جس کی شہادت کبھی مردود نہیں

ہو سکتی اور وہ حاکم ہے جس سے ظلم کا امکان نہیں۔ اس نبیؐ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی



پیروی میں خیر و برکت کا ورود اور فضیلت و بزرگی کا حصول ہے۔

بادشاہ! اگر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کیا تو اس بنی امتی کا انکار آپ کے لئے اسی طرح باعث وبال ثابت ہوگا۔ جس طرح یہود کے حق میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار ثابت ہوا۔ میری طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کیلئے قاصد نیکر گئے ہیں مگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امید آپ کی ذات سے وابستہ ہے دوسروں سے ایسی امید نہیں ہے اور جس بات کا ان سے اندیشہ ہے آپ سے اس کے بارہ میں پورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان گذشتہ طاعات اور آئندہ کے اجر و ثواب کا خیال رکھیں گے۔

## اصحہ شاہِ حبش

اصحہ نے حضرت عمرو کی نصیح اور برجستہ تقریر کو سنا اور انکی دلیلانہ نصیحت کی داد دیتے ہوئے اس طرح جواب دیا۔

”عمرو۔ بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہی برگزیدہ پیغمبر ہیں جن کی آمد کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں۔ بیشک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک جوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام، کی بشارت دینا ٹھیک ہی طرح ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زاکیب بنت جحش محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کی بشارت دی ہے۔ دونوں میں بر موفرق نہیں۔ اور اس بارہ میں میرے لئے شاہدہ اور خبر دونوں برابر ہیں۔“ یعنی اگرچہ میں نے جمالِ جہاں آرزے آنجہیں منور نہیں کیس لیکن حالات سن کر مجھ کو ان کے بنی ہونیکا یقین ہے۔“







نصیحتی والسلام علی من  
اتبع الهدی۔

پیروی کرے اور جو خدا کا پیغام میں لیکر آیا ہوں اس  
پر ایمان لائے۔ میں تجھ کو اور تیرے لشکر کو اللہ عزوجل  
کی طرف بلاتا ہوں پس میں نے تبلیغ اور نصیحت کر دی  
تجھ کو چاہئے کہ اس کو قبول کرے اور سلام اس پر جو  
ہدایت کا پیرو ہو۔

اصحہ نامہ مبارک کو سنتا جاتا ہے اور متاثر ہوتا جاتا ہے۔ جو نہی مضمون ختم ہو لفظ  
شوق میں نامہ مبارک کو بوسہ دیکر سر پر رکھ لیا اور حضرت جعفر طیارؓ کو دربار میں بلا کر سلام کے  
متعلق گفتگو کی۔ اور گفتگو کے بعد لنگے ہاتھ پر سلام کی بیعت کی۔ اور نامہ مبارک کے جواب  
میں حسب ذیل معروضہ لکھا۔

نقل مکتوب اصحہ نجاشی حدیثہ

الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
من النجاشی اصحمة السلام علیک  
یا نبی اللہ، من اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
الذی لا الہ الا هو الذی ہدانی  
للاسلام۔ اما بعد فقد بلغنی کتابک  
یا رسول اللہ فیما ذکرنا من امر عینی  
علیہ الصلوٰۃ والسلام فوردب السماء  
والارض ان عینی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
لا یزید علی ما ذکرنا وقد عرفنا

اصحہ نجاشی کی جانب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے نام سلامتی ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت  
لے خدا کے طرف سے بھیجے ہوئے بنی وہ خدا جس کے  
سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہے جس نے پھر سلام کا  
راستہ دکھایا اور میری رہنمائی کی اما بعد۔  
لے خدا کے بنی آپ کے مکتوب گلامی کی  
زیارت کا بھک شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا میں رب  
والارض کی قسم کہا کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام



ما بعثت به الينا وقد قربنا ابن عمك  
 واصحابه فاشهد انك رسول الله صادقا  
 مصدقا وقد بايعتك ويايعت ابن  
 عمك واسلمت على يده الله رب العالمين  
 وقد بعثت اليك يا بني يا نبي الله  
 وان شئت اتيناك بنفسي والسلام  
 عليك ورحمة الله وبركاته (سيرة حلب)

زیادہ کچھ نہیں ہیں، ہم نے ان تمام باتوں کو اجمعی طرح  
 سمجھ لیا جو آپ نے ہم تک پہنچائیں، آپ کے چمکے بیٹے  
 اور ان کے رفقاء ہمارے مقرب ہیں۔  
 میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں  
 میں آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گیا۔ اور آپ کے چہرے  
 پہاڑی کے ہاتھ پر اندر رب العالمین کیلئے بیعت کر لی  
 اور مسلمان ہو گیا اور یا نبی اللہ میں آپ کی خدمت میں اپنے  
 بیٹے کو بھیجا ہوں اگر آپ کا حکم ہو گا تو میں خود بھی حاضر  
 ہو جاؤں گا۔

السلام عليك ورحمة الله  
 وبركاته

اور پہلی نے روض الائف میں بیان کیا ہے کہ نجاشی جب حضرت جعفر کے ہاتھ پر  
 مشرف باسلام ہو گیا تو شدہ شدہ یہ خبر اہل حبش میں پہیل گئی۔ اہل حبش کو یہ سخت ناگوار  
 ہوا اور انہوں نے نجاشی کے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور نجاشی کے سامنے مظاہرہ  
 کر کے اسکے خلاف اظہار ناراضی کیا۔ نجاشی نے جب اہل ملک کے یہ تیور دیکھے تو  
 سب سے پہلے حضرت جعفر کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ میں نے تمہارے لئے کشتیوں کا ایک  
 بیڑا تیار کیا ہے معاملہ بہت نازک ہے۔ نہ معلوم قوم میرے ساتھ کس حد تک مخالفت  
 کرے اسلئے تم تمام ہاجرین کو ان کشتیوں میں سوار کر کے موقوفہ کے منتظر رہو۔ اگر خدا نے  
 مجھ کو کامیاب کیا تب تم امن و امان سے پہر حبشہ میں قیام کرنا اور اگر خدا نخواستہ معاملہ نے



دوسری صورت اختیار کر لی تو فوراً تم یہاں سے فرار ہو جانا۔ صحیحہ مسلمانوں کا یہ انتظام کر کے اپنی حفاظت کی طرف متوجہ ہوا اور ایک عجیب حیلہ کام میں لایا۔ اس نے ایک پرچہ پر یہ لکھا۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے

اور رسول ہیں نیز گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا کے بندے۔ اس کے رسول۔ اور اس کی روح و کلمہ ہیں کہ جسکو

خدا نے مریم (علیہا السلام) پر القا کیا۔

اور لکھ کر اپنے پوسٹین کے نیچے سینہ کے پاس اسکو چپا لیا اور پھر دربار منعقد کیا۔

تمام اہل حبش کو صف و در صف کھڑا کیا اور پھر انکے سامنے کھڑے ہو کر سوالات کے

اصحہ۔ اہل حبش کیا تم مجھی کو تمام حبشہ میں اس عظیم الشان منصب کا مستحق نہیں

سمجھتے جس پر فائز ہوں؟

اہل حبشہ۔ بیشک ہم صرف تجھکو ہی اس منصب کا اہل سمجھتے ہیں۔

اصحہ۔ تم نے میری سیرت و عادات کو اپنے اور حکومت کے حق میں کیسا پایا؟

اہل حبش۔ بہترین پایا۔!

اصحہ۔ پھر یہ شور و شغب کیسا؟

اہل حبش۔ ہم سنتے ہیں کہ تو نے مذہب عیسوی ترک کر دیا اور تو حضرت عیسیٰ (علیہ

الصلوٰۃ والسلام) کو خدا کا بندہ کہتا ہے۔

اصحہ۔ تم حضرت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو؟

اہل حبش۔ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔



اصحمت نے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھا اور کہا کہ اس سے ”یعنی جو کچھ پرچہ میں لکھا ہے“ زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور کوئی تعلیم نہیں دی۔

اہل حبش نے اس جملہ سے اپنی تائید سمجھ کر مخالف مظاہرہ کو ترک کر دیا۔ ابن سعد نے روایت کی ہے کہ اصحمت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نامہ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں بند کر کے نہایت احتیاط سے محفوظ کر دیا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جب تک یہہ مبارک تحفہ مملکت حبش میں محفوظ ہے دشمن کا ہاتھ اس مملکت تک نہیں پہنچے گا۔

سیرت کی کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ اصحمت نے اپنے بیٹے آرا کو بھی مع ساٹھ ہمراہیوں کے خدمت اقدس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے لئے روانہ کیا لیکن بد قسمتی سے وہ تمام کشتیاں جن میں آرا اور انکے ہمراہی سوار تھے دریا کی طغیانی سے غرق ہو گئیں۔ اور انہیں سے ایک متنفس بھی نہ بچ سکا۔ مگر حضرت عمرو بن أمیہ جس کشتی میں سوار تھے وہ صحیح و سلامت رہی۔ اور انہوں نے بخیر و خوبی دربار رسالت میں حاضر ہو کر اصحمت کا خط پیش کیا۔ اور تمام واقعات گوش گزار کئے۔ نیز اصحمت کے مسلمان ہونیکا مشرودہ سنایا۔ اصحمت کے قبول اسلام کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں اہل حبشہ کا بیشتر حصہ مشرف باسلام ہو گیا۔

دربار رسالت سے اصحمت کے نام دوسرا مکتوب۔

ابھی حضرت عمرو بن أمیہ ضمری کو حبشہ سے واپس آئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ دربار رسالت سے دوبارہ ان کو حبشہ جانیکا حکم ہوا۔ اس مرتبہ سفارت کا مقصد یہ تھا کہ حضرت جعفر اور انکے ہمراہی مہاجرین کو مدینہ منورہ واپس لایا جائے۔ اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرنیکی تحریک کی جانے



اس سلسلہ میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجہ کے نام ایک نامہ مبارک بھیجا جس میں حجہ کے قبولِ اسلام پر اظہارِ طمانیت کرتے ہوئے اپنے ہر دو امور مذکورہ بالا کی تعمیل کے متعلق تحریر فرمایا تھا۔ اس نامہ مبارک کا مختصر مضمون درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اَمَا بَعْدُ  
فَكَانَكَ مِنَ الرِّقَّةِ عَلَيْنَا مَتًا وَكَانَا  
مِنَ الثَّقَةِ بِكَ مِنْكَ لَدَنَا لَانْرَجُو  
مِنْكَ خَيْرًا اِلَّا نَلْنَاهُ وَلَا نَخَافُ  
مِنْكَ اِلَّا اَمْتَنَاهُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ  
شرع اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے تو نے  
ہمارے ساتھ حسن سلوک برتنا۔ اور ہکو تجھ پر اعتماد  
ہے اس لئے کہ ہم نے تجھ سے جس چیز کی  
امید کی وہ پوری ہوئی اور جس بات کا خوف کیا اس سے  
مأمون و محفوظ ہے۔ اور توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

صحاب سیر کہتے ہیں کہ اس نامہ مبارک کی تحریک کا شرف حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو نصیب ہوا۔ خط کا مضمون تمام ہو جانے کے بعد اپنے اپنی مہر اس پر ثبت فرمائی۔ اور حضرت عمرو بن امیہ نامہ مبارک لیکر بصری و بصری سفر طے کرتے ہوئے دوبارہ حبشہ پہنچے۔ حجہ نے انہیں نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ ہمان بنایا اور انکی ہر قسم کی مدارات کی۔

### حضرت ام حبیبہؓ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر عبد اللہ بن حبش کے ساتھ پہلی ہی ہجرت میں حبشہ چلی گئی تھیں۔ عبید اللہ بن حبش کچھ عرصہ کے بعد نصرانی ہو گئے۔ مگر ام حبیبہ اسلام پر ہی ثابت قدم رہیں۔ اس اختلافِ مذہب کا نتیجہ آخر یہ نکلا کہ عبید اللہ بن حبش نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔

خدا نے تعالیٰ نے ام حبیبہ کی ثباتِ قدمی کا یہ نعم البدل عطا فرمایا کہ نبی اکرم



صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس سفارت بھیجی کہ اُمّ حبیبہ کی مرضی حاصل کر کے انکا عقد میرے ساتھ کر دیا جائے۔ نجاشی نے اس پیغام کی تعمیل میں اُمّ حبیبہ کے پاس اپنی لونڈی ابرہہ کو پیغام دیکر بھیجا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمہارے نکاح کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ اُمّ حبیبہ اس رشتہ سے بید مسرور ہوئیں اور اس خوشی میں ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور چند انگشتریاں انعام میں دیں اور خالد بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کر کے نجاشی کے دربار میں بھیجا۔

شام کے وقت نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور حضرت ام حبیبہ کا نکاح خود پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کئے۔

جب عقد ہو چکا اور اُمّ حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید نے مہر کی رقم بھی نجاشی سے وصول کر لی تو لوگوں نے اسٹھنے کا ارادہ کیا۔ نجاشی نے کہا۔ ولیمہ کی دعوت تمام نبیوں کی سنت ہے۔ ابھی بیٹھے۔ مجمع پہر بیٹھ گیا اور کہا نا چنا گیا۔ اور کھانا کھا کر سب خست ہو گئے مہر کی رقم جب ام حبیبہ کے پاس پہنچی تو وہ پچاس دینار ابرہہ کو دینے لگیں لیکن اُس نے کنگن اور انگشتریاں اور رقم واپس کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہ نے مجھ کو ان چیزوں کے لینے سے منع کر دیا ہے۔

دوسرے روز ابرہہ حضرت ام حبیبہ کی خدمت میں نجاشی کی طرف سے عنبر، زعفران اور عود وغیرہ لیکر آئی۔ انہوں نے نجاشی کے یہ ہدایا بخوشی قبول فرمائیے اور جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہونے لگیں تو ان تمام ہدایا کو ساتھ لے گئیں اور خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ جب عقد کے تمام مراحل ختم ہو گئے



تو نجاشی نے پھر ان کو حضرت شرجیل بن حسنہ کے ساتھ دربار رسالت میں بھیجا یا  
حافظ حدیث علامہ زین الدین عراقی نے الغیبہ میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے۔

اول من ارسلنا النبی      ملک عمر و هو الضمیری

الی النجاشی فلما قد ما      نزل عن فراشه فاسلمنا

واركب المہاجرین البحر      الیہ فی سفینتین طرا

زوجہ رملہ عمر قبلہ      لہما ومہرہا النجاشی لہ

## ایک اشکال کا جواب

کتب رجال و کتب سیر میں حضرت ام حبیبہ کی تاریخ اور مقام نکاح کے  
بارہ میں اختلاف ہے۔ بعض سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہم بھری تھا اور مقام نکاح  
مدینہ طیبہ ہے۔ مگر اکثر روایتیں شہم بھری کی موئید ہیں اور مقام نکاح سرزمین حبشہ  
کو بتاتی ہیں اور یہی صحیح ہے اسلئے کہ حبشہ کی طرف حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کا پہلا  
سفر محرم شہم بھری میں بسلسلہ دعوت اسلام ہوا ہے۔ اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے تفصیلی والا نامہ میں ام حبیبہ کے نکاح کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اور قبول اسلام  
کی اطلاع اور والا نامہ کا جواب لیکر جب وہ واپس آئے ہیں تب ہی اس معاملہ کے  
متعلق کسی قسم کا کوئی تذکرہ ثابت نہیں ہے۔

البتہ سیرۃ حلبیہ، روض الآلئف، سیرۃ النبی، طبقات ابن سعد میں جب دوبارہ

حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کی روانگی حبشہ کا ذکر آتا ہے اور صحیحہ کے نام دوسرے نامہ مبارک

کے بیچے کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ہاجرین حبشہ کی واپسی اور

اور ام حبیبہ کے نکاح کیلئے یہ سفارت بھی گئی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سفارت شہم



کے وسط یا آخر میں پہنچی گئی ہے۔ اور جب غزوة خیبر میں مسلمانوں کو فتح ہو گئی ہے۔ تب متصل ہی ہاجرین حبشہ کا قافلہ مدینہ پہنچا ہے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اندازہ نہیں کر سکتا کہ فتح خیبر سے مجھ کو زیادہ خوشی ہوئی یا ہاجرین کی واپسی سے اور قریب قریب یہی زمانہ حضرت ام حبیبہ کے مدینہ پہنچنے کا ہے۔ بظاہر یہ مغالطہ کہ حضرت ام حبیبہ کا نکاح ۱۰ھ ہجری میں ہوا یہاں سے پیدا ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیحہ کے نام دوبارہ جو والا نامہ بھیجا ہے اس کی غرض کی تعیین میں صحابہ سیر سے کچھ سہل انکاری ہو گئی ہے۔

بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پہلا خط دعوتِ اسلام کے سلسلے میں بھیجا گیا اور ساتھ ہی ام حبیبہ کے نکاح کے متعلق بھی قاصد کو پیغام دیا گیا۔ اور دوسرا خط صرف ہاجرین کی واپسی کے سلسلہ میں بھیجا گیا۔ اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلا خط دعوتِ اسلام کی غرض سے گیا اور تحریری یا زبانی اس وقت نکاح کا معاملہ قطعاً درپیش نہ تھا۔

البتہ دوسری سفارت کے وقت دونوں اغراض پیش نظر تھیں۔ ہاجرین کی واپسی بھی اور نکاح ام حبیبہ بھی۔ ابن سعد کی روایت صراحت کرتی ہے کہ ام حبیبہ کے نکاح اور ہاجرین کی واپسی دونوں کا مطالبہ دوسرے والا نامہ سے متعلق ہے اور یہی صحیح ہے طبقات میں ہے۔

فکان اول رسول بعثنا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن امیة  
الضمی الی النجاشی وکتب الیہ  
پس پہلا قاصد جو دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا وہ حضرت  
عمر بن امیہ ضمیری ہیں جو نجاشی کے پاس قاصد



کتابین یداعوہ فی احدہما  
 لی الاسلام الخ۔ فی کتاب الآخر  
 یا مہ ان یزوجہ ام حبیبہ بنت  
 ابی سفیان بن حرب وکانت قد  
 ہاجرہ الی ارض الحبشہ مع زوجہا  
 عبد اللہ بن جحش الاسدی  
 فتصر هناك ومات وامرہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی کتاب ان یبعث الیہ عن  
 قبلہ من اصحابہ وعلمہم فضل  
 فزوجہ ام حبیبہ بنت ابی  
 سفیان بن حرب وصدق عنہ  
 اربعۃ دینار و امرہا بالمساکین  
 وما یصلحہم و حملہم فی سفینتین مع  
 عمرو بن امیئۃ الضمری الخ

بنکر گئے۔ آپ نے نجاشی کے نام دو نامے  
 یکے بعد دیگرے بھیجے ہیں۔ پہلے فرمان میں  
 اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور دوسرے میں  
 ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب کے نکاح  
 کی نسبت ذکر تھا یہ ام حبیبہ اپنے شوہر عبد اللہ بن  
 جحش کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں تھیں مگر وہاں  
 جا کر عبد اللہ راحیہاذا بالسر نصرانی ہو گیا اور اسی  
 حالت میں مر گیا اور اپنے فرمان میں یہی لکھا تھا  
 کہ اب مسلمان ہاجرین کو مدینہ بھیج دو نجاشی نے  
 دونوں احکام کی تعمیل کی ام حبیبہ کا نکاح کر کے  
 آپ کی طرف سے خودی چار سو دینار جہاد کر دیا  
 اور ہاجرین اور حضرت عمرو بن امیئہ ضمیری کو دو  
 کشتیوں پر مع سامان اور ضروریات کے سوار  
 کرا دیا۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ام حبیبہ کا نکاح حبشہ میں ہی ہوا ہے اور  
 خود نجاشی نے پڑھایا اور اپنے پاس سے ہر کی ادائیگی کی۔

مغالطہ کی دوسری وجہ حضرت عمرو بن العاص کا واقعہ ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ غزوہ  
 خندق راحزاب کے بعد جو کہ شہ ہجری میں واقع ہوا۔ اہل مکہ کے حوصلہ بہت زیادہ بہت



ہو گئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے جو کہ نہایت مدبر اور دور اندیش حضرات میں سے تھے اس حالت کو پہانپ لیا اور اپنے اجباب سے تذکرہ کیا کہ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حبشہ چلے جائیں اور مکہ کی سکونت فی الحال ترک کر دیں۔ اگر یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جیتا تب ہمکو حبشہ میں امن مل سکتا ہے اور اگر قوم کو فتح ہوئی تب ہم ہر طرح بے خوف و خطر ہیں۔

مشورہ کے کچھ عرصہ کے بعد ان سب نے تیاری شروع کی اور نجاشی کے لئے عمدہ چمڑے بطور تحفہ فراہم کئے اسلئے کہ نجاشی اس تحفہ کو بید پسند کرتا تھا۔ یہ قافلہ مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف چل دیا۔ اور مسافرت بعیدہ طے کر کے منزل مقصود تک پہنچا۔ حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ جب میں نجاشی کے دربار میں پہنچا تو میں نے حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کو دربار سے نکلے ہوئے دیکھا بھلو جتجو ہوئی کہ یہ شخص نجاشی کے دربار میں کس لئے آیا اور یہاں کس غرض سے مقیم ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہے! اور ہماجرین کے متعلق کچھ گفتگو کرنے آیا ہے۔

انہوں نے اپنے ہمراہیوں سے ذکر کیا کہ میرا نجاشی کے دربار میں اچھا رسوخ ہو۔ جو تحائف ہم لیکر گئے تھے وہ بھی نجاشی کو بید پسند آئے اور اس کی نگاہ میں ہماری کافی وقعت ہو گئی ہے۔ اب موقع ہے کہ کم از کم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کو نجاشی سے حاصل کر کے قتل کر دیں۔ تاکہ سفارت کے قتل سے اس نبی کی توہین ہو۔ اور ہم کسی قدر اپنے دل کو تسلی دے سکیں۔ میرے رفقاء نے میری اس بات کو بید پسند کیا۔ میں دوبارہ جب دربار میں حاضر ہوا تو صبح کو خوش دیکھ کر میں نے عرض کیا



حضور والا۔ یہ شخص (عمر بن امیہ ضمری) ہمارا سخت دشمن ہے اور ہم اس کے آٹکے  
 ہاتھوں بہت دکھ اٹھا چکے ہیں کیا اچھا ہو کہ حضور والا اس کو ہمارے حوالہ کر دیں اور  
 ہم اس کو قتل کر کے دل کو خوش کر لیں۔“

بخاشی یہ سن کر بہت برا فروختہ ہوا جس سے بھگو اپنی جان کا خوف ہونے لگا  
 جب اس کا غصہ کچھ کم ہوا تو مجھ سے کہنے لگا۔

”بہت سخت تعجب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے چچا زاد بھائی ہیں باوجود اس کے  
 آج تک ان کا صحیح حال تم سے پوشیدہ ہے۔ بخدا وہ خدا کے پیچھے پیغمبر اور رسول  
 ہیں۔ ان کی مخالفت تم کو کبھی راست نہ آئیگی۔ میں نے عرض کیا۔ حضور والا بھی ایسا  
 کہتے ہیں؟ بخشاشی نے کہا بیشک خدا کی قسم جو کچھ میں کہتا ہوں، بالکل صحیح ہے تم میرا  
 کہنا مانو۔“

میرے دل پر اس بات کا بیدار اثر ہوا۔ اور میں اسی وقت قبول اسلام پر آمادہ ہوا  
 لیکن اپنے رفقاء سے اس بات کا قطعاً ذکر نہ کیا۔

عمر بن العاصؓ اسکے بعد مدینہ پہنچے اور مشرف باسلام ہو گئے۔ لیکن صحیح اور  
 محقق روایت یہ ہے کہ انکا ارادہ بیشک یہی تھا کہ فوراً حاضر خدمت ہوں مگر بعض مصالحت  
 کی بنا پر انہوں نے تاخیر کی اور فتح مکہ سے چھ ماہ قبل حضرت خالد بن ولید کے ساتھ  
 شہر ہجری میں حاضر دربار رسالت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

غرض اس طویل تحریر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر بن العاصؓ کا غزوہ خندق سے  
 معاملہ سے ”جو کہ آخر شہر ہجری میں پیش آیا“ متاثر ہو کر اور کافی غور و غوض کے بعد  
 رفقہ کے ساتھ حبشہ جانکی تجویز پیش کرنا۔ اور اس کے بعد طویل سفر طے کر کے حبشہ



وہاں عمرو بن امیہ کی موجودگی اور تحقیق کے بعد مہاجرین کی واپسی کے متعلق ان کی آمد معلوم ہونا۔ اور اسی سفر میں حضرت ام حبیبہ کے نکاح کا معاملہ معلوم ہونا۔ ایسے امور ہیں کہ بعض راویوں کو یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ یہ نکاح سنہ ہجری میں ہوا ہے۔ حالانکہ واقعات سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ عمرو بن امیہ کی پہلی سفارت بھی محرم سنہ ہجری میں حبشہ پہنچی ہے جو صرف دعوتِ اسلام ہی کی غرض سے بھی گئی تھی تو ایسی حالت میں سنہ ہجری میں عمرو بن امیہ کا حضرت ام حبیبہ کے نکاح کے متعلق دربارِ نجاشی میں موجود ہونا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اور حضرت عمرو بن العاص کے واقعہ میں راویوں نے بیان تاریخ میں سہل انکاری سے کام لیا ہے جو تحقیق کے یقیناً خلاف ہے۔

غرض جب اس نکاح کی اطلاع حضرت ام حبیبہ کے والد ابوسفیان کو مکہ میں ہوئی تو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے یا تو ان کو اس سے کوئی ناگواری نہ پیدا ہوئی بلکہ واقعہ کو شکر ابوسفیان نے یہ عربی مثل بیان کی۔

ذک الفحل لا یقح الفہ۔ یہ ایسا نر ہے کہ جس کی ناک پر نیزہ مار کر اسکو ہٹایا نہیں جاتا۔ اہل عرب کا یہ دستور ہے کہ جب عمدہ نسل کی اونٹنی کیسے کوئی بد نسل اونٹ جفتی کرنا چاہتا ہے تو مالک اس کی ناک پر نیزہ مار کر اس کو ہٹا دیتا ہے۔

اس لئے یہ مثل ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ یہ شخص شریف النسب ہے اس کے ساتھ رشتہ و قرابت باعثِ عروت ہے نہ کہ باعثِ ذلت و رسوائی۔

ایک اشکان اور اس کا حل۔

ابن سعد نے طبقات میں طبری نے اپنی تاریخ میں اور ابن سید الناس نے عمیون الاثر میں اور ان کے اتباع میں بعض دیگر اصحاب سیر نے جس جگہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



کی ان سفارتوں کا تذکرہ کیا ہے جو سنہ و سٹنہ ہجری میں دعوت اسلام کی غرض سے مختلف بادشاہوں کے پاس بھی گئیں تو اس میں نجاشی کے پاس سفارت بھیجنے کے سلسلہ میں دو نامہائے مبارک کا ذکر آتا ہے۔ ایک دعوت اسلام کی غرض سے اور دوسرا ہاجرین کی واپسی اور حضرت ام حبیبہ کے نکاح کے متعلق۔ اور ان دونوں خطوط کا تعلق ایک ہی بادشاہ سے بیان کیا ہے اور ان اصحاب سیر میں سے کسی ایک نے بھی یہ تذکرہ نہیں کیا کہ صحیحہ نجاشی کے علاوہ کسی اور نجاشی کے نام بھی آپ نے دعوت اسلام کے سلسلہ میں کوئی نامہ مبارک روانہ کیا ہے۔

مگر مسلم میں حضرت انس سے ایک روایت ہے

عن انس ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی کسری والی قیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوہم الی اللہ ولیس بالنجاشی الذی صلی علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری فارس۔ قیصر روم اور نجاشی حبشہ اور ہر ایک صاحب سلطوت و جبار کے پاس دعوت اسلام کیلئے نامہائے مبارک روانہ فرمائے۔ لیکن یہ نجاشی وہ نہیں ہے جس کے جنازہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دعوت اسلام کا معاملہ حبشہ کو بادشاہوں سے متعلق ہے ایک وہ نجاشی ہے جس کے جنازہ کی نماز آپ نے غائبانہ مدینہ منورہ میں پڑھی۔ اور دوسرا نجاشی وہ ہے جس کے پاس آپ نے دعوت اسلام کے لئے نامہ مبارک بھیجا۔ اور عمرو بن امیہ ضمری اس کی سفارت کے لئے بھیجے گئے۔



اسی رویت کی بنا پر حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن قیم اور زرقانی شایح موہب جیسے محدثین نے یہ تصریح کر دی کہ صحیح بخاری جیشہ کے پاس دعوت اسلام کے لئے کوئی نامہ مبارک نہیں بھیجا گیا اور آخر سنہ ہجری اور اوائل سنہ ہجری میں جو چھ نامہ مبارک سلاطین کے نام بھیجے گئے ہیں اس میں اس بخاری کے پاس دعوت نامہ گیا ہے جو صحیحہ کے علاوہ دوسرا بخاری تھا نہ اس کا نام معلوم ہے اور نہ اس کے قبول و عدم قبول اسلام کا کوئی حال معلوم۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

وفي حديث النبي الذي اشرف  
اليه عند مسلم ان البخاري  
الذي بعث اليه مع هؤلاء  
غير البخاري الذي اسلم  
فتح الباري جلد ۸ صفحہ ۹۶ و ۹۷

حدیث انس میں کہ جس کا ذکر میں بحوالہ مسلم  
کر چکا ہوں یہ ہے کہ وہ بخاری جس کے پاس  
مذکورہ بادشاہوں کے ساتھ دعوت اسلام کے  
لئے نامہ مبارک بھیجا گیا ہے اس کے علاوہ ہے  
جو مسلمان ہو گیا تھا (یعنی صحیحہ کے علاوہ ہے)

اور حافظ ابن قیم زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں۔

لما رجع من الحديبية كتب الى  
ملوك الارض وارسل اليهم رسلا  
فكتب الى ملك الروم فقيل له  
انهم لا يقرون كتابا الا اذا  
كان محتوما فاتخذنا من فضة  
ونقش عليه ثلاثة اسطر محمد

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس  
تشریف لے آئے تو بادشاہوں کے نام اسلام  
کے دعوت نامے بھیجے اور اپنے سفر کا ان کا پاس روانہ فرمایا  
لیکن آپ کے اس ارادہ کے وقت بعض صحابہ نے  
عرض کیا کہ بادشاہوں کا یہ دستور ہے کہ وہ غیر مہر شدہ  
خط نہیں پڑھتے اور نہ قبول کرتے ہیں تب آپ نے چاندی کی



سَطْرًا، رَسُولًا سَطْرًا، اللَّهُ سَطْرًا، وَ  
 خَتَمَ بِهِ الْكُتُبَ إِلَى الْمُلُوكِ وَبَعَثَ  
 سِتَّةَ نَفَرٍ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فِي الْحَرَمِ سِنَةَ  
 سَبْعٍ فَأُولَئِكَ عُمَرُ بْنُ أُمَيَّةَ الْضَمَرِيُّ  
 بَعَثَهُ إِلَى الْجَنَاشِيِّ وَأَسْمَةُ صَحْمَةَ  
 بِنَ الْجَبْرِ وَتَفْسِيرُ صَحْمَةَ "عَطِيَّة"  
 فَعَظُمَ كِتَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْلَمَ وَشَهِدَ شَهَادَةَ  
 الْحَقِّ وَكَانَ مِنْ أَعْلَمِ النَّاسِ بِالْأَنْجِيلِ  
 وَصَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ  
 بِالْحَبَشَةِ هَكَذَا قَالَ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ  
 الْوَاقِدِيُّ وَغَيْرُهُ وَلَيْسَ كَمَا قَالَ  
 هُوَ لِأَنَّ فَانَ صَحْمَةَ الْجَنَاشِيَّ  
 الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُوَ الَّذِي  
 كُتِبَ إِلَيْهِ وَهُوَ الثَّانِي لَا يَعْرِفُ  
 إِسْلَامَهُ بِنَخْلَافِ الْأَوَّلِ فَانَهُ  
 مَاتَ مُسْلِمًا وَقَدْ رَوَى مُسْلِمٌ فِي

ایک انگشتری بنوائی اور اس پر تین سطروں میں محمد  
 رسول اللہ نقش کرا دیا اس طرح کہ محمد ایک سطر میں  
 رسول دوسری سطر میں اور اللہ تیسری سطر میں  
 (رسول اللہ) اور اس مہر کو خطوط پر ثبت فرمایا اور  
 چھ سفیر بیک وقت محرم سنہ ہجری میں روانہ  
 فرمائے۔ عمر بن امیہ ضمیری کو جنجاشی کے پاس بھیجا  
 جنجاشی کا نام صحمہ بن ابجر ہے۔ صحمہ کے معنی عطیہ  
 کے ہیں اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک  
 کی تعظیم کی اور بالآخر مسلمان ہو گیا۔ اور صدق دل  
 سے کلمہ پڑھ لیلیہ انجیل کا بہت بڑا عالم تھا جب  
 اس کا جشر میں انتقال ہوا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کے جنازہ کی غائبانہ نماز  
 پڑھی ہے۔ یہ ایک جماعت کا کہ جس میں واقدی وغیر  
 ہیں خیال ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے اسلئے  
 کہ چیر اپنے نماز پڑھی ہے وہ یہ جنجاشی نہیں ہے جس کے  
 پاس والا نام بھیجا ہے بلکہ دوسرا ہے اس کے قبول  
 و عدم قبول اسلام کا کچھ حال معلوم نہیں ہے  
 اور پہلا جنجاشی اصغر مسلمان ہو گیا اور سلم نے اپنی صحیح  
 بروایت قتادہ حضرت انس سے روایت کی ہے



وہ کہتے ہیں کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے نام لکھا الخ اور محمد بن حزم کہتے ہیں کہ جس نجاشی کے پاس حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کو اپنے بیجا ہے وہ مسلمان نہیں ہوا بہر حال پہلے قول کو ابن سعد وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ اور بن ظاہر ابن حزم کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ (زاد المعاد)

بھی من حدیث قتادة عن انس  
قال كتب رسول الله صلى الله عليه  
وسلم لابي كسري (الحدیث)  
وقال محمد بن حزم ان هذا النجاشي  
لذي بعث اليه رسول الله صلى الله  
عليه وسلم عمرو بن امية الضميري لم  
يسلم. والاول هو اختيار ابن سعد  
غیره والظاهر قول ابن حزم۔

زاد المعاد ص ۳۱۳

محدثین کی اس تصریح کے بعد ابن سعد کی روایت اور ان کے بیانات میں اجمال  
فصیل کا فرق نہیں رہتا بلکہ اختلاف قائم ہو جاتا ہے۔ ابن سعد وغیرہ کی روایت صراحت  
لرئی ہے کہ جن چھ بادشاہوں کو ستہ ہجری میں نامہائے مبارک روانہ کئے گئے ہیں۔ انہیں  
س نجاشی کے نام حضرت عمرو بن امیہ ضمیری نامہ مبارک لیکر گئے ہیں جس کا نام اصمہ ہے  
اور جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز اپنے بڑے ہی ہے۔ اور زرقانی وغیرہ محدثین، مسلم کی حدیث  
انس کی توضیح میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس نجاشی (اصمہ) کے نام کوئی نامہ مبارک نہیں  
بیجا گیا جو مسلمان تھا اور جسکی غائبانہ نماز ہوئی اور جس کے پاس نامہ مبارک بیجا گیا اس کے  
مسلمان ہونے نہ ہونے کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا اور نہ اس نجاشی کا نام معلوم ہو سکا  
یا یہ کہ وہ مسلمان نہیں ہوا جیسا کہ ابن حزم نے تصریح کی ہے۔

ایسی حالت میں ہمارے لئے یہ آسان تھا کہ ہم صحیح مسلم کی حدیث انس کے ظاہر



الفاظ کے اعتبار پر محدثین کرام کی تصریح و توضیح کو قبول کر لیتے اور ابن سعد اور ان کے اتباع کی روایت کو وہم یا اختلافی مضمون پر محمول کر لیتے مگر ناقدانہ نظر و فکر و روایت و درایت دونوں اعتبار سے اس کی موافقت نہیں کرتے۔

اسلئے کہ بخاری باب الجنائز میں جب صلوة علی الغائب کے تحت میں صحیح بخاری کی نماز سے متعلق روایت کی گئی ہے تو شارحین بخاری حافظ ابن حجر شیخ بدرالدین عینی قسطلانی وغیرہ اس کی شرح میں زمانہ وفات بخاری کے اختلاف کو نقل کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ بخاری کی وفات سنہ ہجری یا سنہ ہجری میں ہوئی ہے۔ ان دونوں کے علاوہ اور کسی سنہ کا ذکر نہیں آتا۔

نیز اس بات پر تمام محدثین و اصحاب سیر کا اتفاق ہے کہ حضرت ام حبیبہ کے نکاح کا معاملہ اور ہاجرین کی واپسی کا مطالبہ بخاری کے ساتھ پیش آیا ہے جو مسلمان ہو چکا تھا اور جبکانام کتب حدیث و سیر میں (صحیح) مذکور ہے۔ اور یہ دونوں واقعات باختلاف روایات سنہ یا سنہ ہجری سے متعلق ہیں یا سابق تحقیق کے مطابق اور اوخر سنہ ہجری میں پیش آئے۔ اور یہ بھی محقق ہے کہ ہجرت حبشہ کے تمام واقعات کا سلسلہ یہی اسی بخاری کے ساتھ وابستہ ہے جو مسلم ہے اور جبکانام (صحیح) ہے تو اب قدرتی پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب اوائل نبوت کے وقت سے سنہ یا سنہ ہجری تک حبشہ کی حکومت (صحیح) کے زیر نگیں رہی اور درمیانی حصہ میں اس کے اور مسلمانوں کے درمیان مسلسل مختلف واقعات و معاملات میں ربط و ضبط موجود ہے تو محرم سنہ ہجری جس بخاری حبشہ کے پاس دعوتی خط روانہ کیا گیا ہے اور جس کی سفارت کا شرف عمرو بن ضمیر کو حاصل ہوا۔ وہ صحیح کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟



ہو سکتا تھا کہ یہ کہہ دیا جاتا کہ حبشہ کی حکومت پر و بادشاہ مستقل حکومت کرتے تھے اور دونوں کا لقب بخاشی تھا پس ایک بخاشی یعنی رصحہ، ناہائے مبارک بیچنے سے قبل ہی مشرف باسلام ہو چکا تھا اور دوسرے کے پاس آپ نے یہ نام مبارک بھیجا۔ لیکن یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے یہ تاریخ اس کی موید ہے اور نہ کسی روایت سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ لہذا محض وہی تخمینہ سے اس قدر اہم معاملہ کا فیصلہ ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

پھر طرفہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نام مبارک بخاشی کے نام حضرت عمرو بن امیہ ضمری کی معرفت گیا ہے۔ اس کے الفاظ میں بعض روایات میں الی البخاشی کے بعد (الاصم) کا لفظ موجود ہے۔

اور علامہ زرقانی نے شرح ہواہب میں جب حدیث مسلم کے ظاہر الفاظ کی تائید میں اس خط کے صحیحہ کے نام ہونے سے انکار کر دیا تو اس روایت کی طرف ہی توجہ فرمائی اور یہ تنبیہ کی کہ بعض روایات میں بخاشی کے بعد جو لفظ اصم، کا اضافہ ہے وہ راوی کا وہم ہے اور اس کی طرف سے مدح ہے۔

اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں کہ یہ لفظ راوی کی طرف سے اضافہ ہے۔ تب بھی مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نام مبارک رصحہ کے علاوہ کسی اور بخاشی کے نام ہے شیخ بدرالدین عینی بخاری کتاب الجنائز کی اس حدیث کی شرح میں جو وفات صحیحہ سے متعلق ہے نام کی تحقیق فرماتے ہوئے اس اشکال کی طرف متوجہ ہوئے ہیں: تحریر فرماتے ہیں

فان قلت وقع فی صحیح مسلم کتب اگر تم یہ سوال کرو کہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بخاشی کے پاس دعوت



وہو غیر النجاشی الذی صلی علیہ  
 قلت قیل کانہ و ہر من بعض الرواة  
 وانہ عبر بعض ملوک الحبشہ عن  
 الملک الکبیر او یجمل انہ لما توفی  
 قام مقامہ اخر فکتب الیہ  
 اسلام کے لئے نامہ مبارک بھیجا تھا مگر یہ وہ نجاشی  
 نہیں ہے کہ جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز بنی اکرم صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی۔ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا  
 کہ راویوں میں سے کسی راوی کا وہم ہے اور اسے  
 ملک حبشہ کہہ کر کسی چوٹے حاکم حبشہ کو مراد لیا ہے یا اس  
 روایت کو اس پر محمول کر لیا جائے کہ جب صحابہ نجاشی کا  
 انتقال ہو گیا اور اس کا قائم مقام نجاشی ہو اس کے نام  
 نامہ مبارک بھیجا گیا۔

شیخ بدرالدین حافظ حدیث ہیں فنون حدیث کے ماہر اور اس کے صحت و سقم پر  
 فیصلہ کر دینے کا حق رکھتے ہیں وہ اگر راوی کا وہم فرمائیں تو ہم سو مجال انکار نہیں لیکن اس کے  
 باوجود ہماری یہ سہمی کہ وہم راوی ہی ثابت نہوا اور تمام روایات باحسن و جود آپس میں مطابق  
 ہو جائیں غالباً کچھ بیجا اور نامناسب نہیں ہے اسلئے توڑی دیر کیلئے ہم اس توجیہ پر کلام کرتے  
 ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ شیخ کا یہ فرمانا کہ۔

راوی صحابہ کے علاوہ جس نجاشی کا ذکر کر رہا ہے وہ حبشہ کا مشہور بادشاہ نہیں ہے بلکہ  
 حاکم حبشہ میں سے کوئی حاکم مراد ہے اسلئے دلچسپ نہیں معلوم ہوتا کہ نامہ مبارک کی تمام  
 روایات میں نجاشی کا لفظ صراحتاً موجود ہے اور یہ واضح ہے کہ "نجاشی" شاہ حبشہ کے علاوہ  
 کسی نائب یا حاکم کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ اور جس طرح قیصر روم، کسری فارس، خاقان  
 چین، ان مالک کے مطلق العنان بادشاہوں کے سوا کسی گورنر کے لئے بھی نہیں کہا جاتا  
 اسی طرح نجاشی حبشہ ہی صرف شاہ حبشہ کے ہی لئے مخصوص تھا اسی طرح بیک وقت دو



بخاشی ہی تاریخی حیثیت سے کسی طرح تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔

نیز یہ ضرور ماننا کہ صحیح بخاشی کے انتقال کے بعد دوسرے قائم مقام بخاشی کے پاس دعوت نامہ بھی گیا راوی اس کا تذکرہ کر رہا ہے تو یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اس نامہ مبارک کی روانگی کا زمانہ سنہ یا سنہ ہجری نہ تسلیم کیا جائے بلکہ اس کے بعد کوئی سن تسلیم کیا جائے تاکہ اعتراضات سابقہ نہ وارد ہوں یہی وجہ ہے کہ شیخ نے ان توجیہات کو نقل فرمانے سے قبل لفظ "قبل" استعمال فرمایا ہے جو عموماً ایسے ہی مواقع میں استعمال ہوتا ہے جہاں قوت استدلال کمزور ہو۔

اب ان تمام نقول وحوالجات اور بحث و نظر کے بعد ہم کو ایک مرتبہ مختصر الفاظ میں اس تمام طویل داستان اشکال کو سمجھ لینا چاہیے تاکہ اس کے حل کرنے میں آسانی ہو اور ردایا مختلفہ آپس میں مطابق ہو سکیں۔

(۱) ابن سعد اور اس کے اتباع صحاب سیر ایک ہی بخاشی حبشہ کے پاس دعوت اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک کا بھیجا جاناروایت کرتے ہیں اس کا نام "صحیح" ہے کہ عمر بن خطاب صمیری و مرتبہ اسی کے پاس خطوط لیکر گئے ہاجرین اور ام حبیبہ کے نکاح کا معاملہ اسی سے متعلق ہوا وہی مسلمان ہوا ہے اور اسی کے جنازہ کی غائبانہ نماز اپنے مدینہ منورہ میں پڑھی ہے۔

(۲) صحیح مسلم کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو بخاشی "صحیح" مسلمان ہوا ہے اور جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی گئی ہے وہ اس بخاشی کے علاوہ ہے جس کے پاس دعوت اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک بھیجا گیا۔

(۳) حافظ ابن حجر، حافظ ابن قیم، زرقانی زاوران کے اتباع حدیث مذکورہ کی توضیح و تائید



میں صراحت کرتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سنہ و سنہ ہجری میں جن چھ بادشاہوں کے نام پیغام اسلام کے خطوط بھیجے گئے ہیں اسی میں اس نجاشی کے پاس ہی نامہ مبارک گیا ہے جو صحیحہ کے علاوہ ہے حتیٰ کہ زرقانی تشریح مواہب میں، مستدرک حاکم، مواہب اور دیگر حدیث و سیر کی اس روایت میں کہ جس میں نامہ مبارک کے لفظ نجاشی کے بعد "صحیح" کا لفظ ہے۔ راوی کا وہم بتاتے ہیں اور متنبہ کرتے ہیں کہ یہ قطعاً غلط ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسرار کرتے ہیں کہ سنہ یا سنہ ہجری تک تحت حبشہ پر اصحاب ہی سر پر آئے سلطنت تھا۔

(۴) اگر ابن سعد کی روایت صحیح ہو کہ صحیح مسلم اور محدثین کی روایات اور ان کی تشریحات کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔

(۵) اگر صحیح مسلم کی اس حدیث کے ظاہر الفاظ کی وہی تعبیر ہے جو حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین نے کی ہے تو یہ کسی طرح درست نہیں ہے اس لئے کہ سنہ و سنہ ہجری میں صحیحہ زندہ ہے اور سر پر آئے حکومت حبشہ ہے نیز تاریخ و سیر کی کوئی روایت نہیں بتاتی کہ حبشہ میں بیک وقت دو نجاشی مختلف حصص ملک میں سر پر آئے سلطنت ہیں

(۶) اگر سنہ و سنہ ہجری کے خطوط کا تعلق صحیحہ نجاشی کے ساتھ ہے تو پھر حدیث مسلم کا مصداق کس نجاشی کو تسلیم کیا جائے اور اس حدیث کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

دواء علم بھتیقۃ الحال، روایات کی ان پیچیدگیوں کے حل کرنے کے لئے ہم کو چند لمحات ایک دوسری روایت کی نذر کرنے چاہئیں تاکہ معاملہ صاف ہو کر بات واضح اور مدلل ہو جائے

بیہقی نے ابن ابی عمیر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ سنہ یا سنہ ہجری میں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی حبشہ کے نام دعوت اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک بھیجا۔



ابن اسحق نے اس نامہ مبارک کے مضمون کو تو بیان کیا ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس سفارت کا شرف کس صحابی کے حصہ میں آیا اور اس نجاشی کا نام کیا ہے۔

اب اشکال کے تمام اجزاء سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کیجئے اور باسانی اس گتھی کو سلجھائے ابن سعد اور انکی پیروی میں جن صحاب سیر نے نجاشی کے نام دعوت نامہ کا ذکر کیا ہے حقیقت میں وہ مجمل اور مختصر تذکرہ ہے یعنی اس روایات میں صرف انہی پیغامات کا ذکر ہے جو سنہ یا سنہ ہجری میں چھ بادشاہوں کے نام بیک وقت روانہ ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سنہ دس سنہ اور سنہ ہجری میں اسی طرح جو دوسرے پیغامات دربار رسالت سے امرار و سلاطین کے نام روانہ ہوئے ہیں انکا تذکرہ نہیں ہے اور جس طرح ان کا ذکر موجود نہیں اسی طرح ان روایات میں انکا بھی ثابت نہیں ہے۔ گویا بعد کے اس قسم کے واقعات کے بارہ میں یہ تمام روایات خاموش ہیں اور اس خاموشی کا سبب یا رواۃ کے وہم و غلط فہمی پر مبنی ہے اور یا اس سلسلہ کی کڑی نہ سمجھ کر ان سے قصداً پہلو تہی برتی گئی ہے۔

رہا صحیح مسلم کی حدیث کا معاملہ سو پہلو کوئی حاجت نہیں کہ ہم اس کے بعض راویوں پر وہم کا الزام لگائیں یا تاریخ و سیرت سے ثبوت حاصل کئے بغیر بلا دلیل بیک وقت دو نجاشی یا ایک بڑا نجاشی اور دوسرا کوئی اس کا نائب و حاکم تسلیم کر کے اس حدیث کی توجیہ کریں بلکہ پہلو اقرار کرنا چاہئے کہ راوی نے جو روایت کی ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نجاشی کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ اس مشہور نجاشی کے علاوہ ہے جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی گئی، اور جسکا ہلام مسلم دنیا میں آفتاب کی طرح روشن ہے بلکہ یہ نجاشی "اصمہ" نجاشی کی وفات کے بعد



اس حدیث کی حکومت پر ممکن ہو اور جیسا کہ بیہقی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے سنہ یا سنہ ہجری میں اس کے پاس بہنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک بھیجا ہے اور چونکہ اس کا نام اور اس کے قبول و عدم قبولِ اسلام کا حال کسی طرح معلوم نہ ہو سکا اسلئے راوی نے یہ دیکھ کر کہ نجاشی کے نام سے کہیں مخالفت نہ پیدا ہو جائے اور اس کو کہیں صحیح نہ سمجھ لیا جائے اس کو دور کرنے کے لئے اس نجاشی کا ان الفاظ کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

اسلئے ہمارا یہ کہنا کچھ بیجا جرات نہیں ہے کہ ان الفاظ سے یہ سمجھ لینا کہ مسلم کی یہ حدیث صحیحہ کے پاس نامہ مبارک بھیجنے کا انکار کرتی اور دوسرے نجاشی کے حق میں اثبات کرتی ہے صحیح نہیں ہے اور چونکہ حدیث میں نجاشی حدیث کے ذکر کے ساتھ ساتھ قیصر و کسریٰ کا بھی تذکرہ ہے اور ان دونوں کے نام پیغامات کی روانگی کا زمانہ وہی سنہ یا سنہ ہجری ہے اسلئے یہ التباس پیدا ہو گیا ہے کہ حدیث میں انہی بادشاہوں کے خطوط کا تذکرہ ہے جن کے پاس بیک وقت قاصد روانہ کئے گئے تھے۔

حالانکہ اسی حدیث میں والی کل جبارید عوہم الی اللہ کے الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث میں صرف دعوتِ بیحیہ کا تذکرہ ہے خواہ مختلف اوقات میں دعوتیں بھیجی گئی ہوں پہلو کہ یہ باتفاق مسلم ہے کہ سنہ یا سنہ ہجری میں صرف چھ بادشاہوں کے نام پیغامات روانہ کئے گئے ہیں اور اسکے بعد سنہ ۱۰ سنہ اور سنہ ہجری میں بھی بعض امراء و سلاطین کے نام اس قسم کے دعوت نامے بھیجے گئے ہیں مثلاً عید بن جندی کے نام سنہ ہجری میں دعوت نامہ بھیجا گیا ہے۔ غرض اب تک راوی کا مقصد صحیحہ کے علاوہ ایک اور نجاشی کے نام ہی دعوت نامہ



جانے کو ظاہر کرنا ہے اور ایک سنہ کے مخصوص چھ بادشاہوں کی تعیین کرنا مقصود نہیں ہے اور چونکہ اہمہ کا واقعہ اس قدر عام تھا کہ اس میں کسی مسلمان کے لئے تشریح و توضیح کی حاجت نہ تھی جیسا کہ واقعات گذشتہ سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے اور دوسرے بخاشی کا واقعہ اس طرح عام طور سے لوگوں کو معلوم نہ تھا بلکہ دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس دوسرے بخاشی کا واقعہ بہت کچھ پوشیدہ رہا حتیٰ کہ اس کے نام اور اس کے قبول و عدم قبول اسلام اور اس کے متعلق سفارت کی تعیین تک ہنوسکی لیسے راوی نے اس کو اس طرح بیان کرنا ضروری سمجھا۔ اس طرح بحد ابن سعد کی روایت بھی بجا و درست رہتی ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں بھی راوی کے وہم یا دو راز کا ر توجیہات کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور شیخ بدرالدین رحمہ اللہ کا یہ احتمال یقین کو پہنچ جاتا ہے کہ ”اہمہ“ کے انتقال کے بعد جو بخاشی اس کا قائم مقام ہوا راوی اس کا تذکرہ کر رہا ہے اور اس کے پاس سنہ میں نہیں بلکہ سنہ ۱۰۰ھ ہجری میں نامہ مبارک بھیجا گیا اور اس کی توضیح میں بعض محدثین کو جو غلط فہمی پیش آگئی ہے اس کا ہی ازالہ ہو جاتا ہے۔ لہذا اب ہم اشکال کی طرح اس کے حل کو بھی اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں۔

(۱) ابن سعد کی روایت میں صرف ”اہمہ“ کے پاس ناہائے مبارک بھیجنے کا ذکر ہے مگر دوسرے بخاشی کے پاس بھیجنے یا نہ بھیجنے کا کوئی تذکرہ نہیں اس لئے یہ روایت عمل ہے مگر بالکل صحیح اور درست ہے۔

(۲) صحیح مسلم کی روایت کی جو تعبیر زرقانی یا حافظ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمائی ہے اس میں کچھ التباس ہو گیا ہے۔



(۳)۔ صحیح مسلم کی روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ راوی "صحیحہ" کے علاوہ اس نجاشی کا ذکر کرتا ہے جس کے پاس ستر یا سترہ ہجری میں دعوت نامہ بھیجا گیا اور جس کا حال عام نظروں سے پوشیدہ رہا اور اس لئے اس کے نام اور اس کے قبول و عدم قبول اسلام کا بھی پتہ نہ چلا۔

(۴) اس دوسرے نجاشی کے پاس اسلام کے پیغام کے سلسلہ میں ستر یا سترہ ہجری میں جو نامہ مبارک بھیجا گیا بہت ہی نے بروایت ابن اسحاق اس کو روایت کیا ہے جس کا مفصل حال انشاء اللہ ستر ہجری کے واقعات میں آئے گا۔

### سیرت حلبیہ کی تنقید

سیرت حلبیہ میں بھی اس مسئلہ پر کافی بحث کی گئی ہے اصل حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس کا نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ نجاشی کے مفصل واقعہ کو نقل کرنے کے بعد صاحب سیرت حلبیہ نے حسب ذیل الفاظ میں اپنی تنقید کی ہے۔

وهو صریح فی ان هذا المكتوب اليه هو الذي هاجر اليه المسلمون سنة خمس من النبوة ونعاة النبي صلى الله عليه واله وسلم يوماً توفي وصلى عليه بالمدينة منصرفه صلى الله عليه واله وسلم من بتوك وذلك في السنة التاسعة والذي قاله غيره كابن حزم ان

یہ اس کے لئے صریح ہے کہ اس مکتوب کا مکتوب الیہ وہی نجاشی ہے جسکی طرف سترہ میں مسلمان ہجرت کر کے گئے اور جس کی وفات کی اپنے اطلاع دیکر اس کے جنازہ کی مدینہ میں غائبانہ نماز پڑھی جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے یہ واقعہ ستر ہجری کا ہے اور اس کے خلاف ابن حزم وغیرہ نے جو یہ بات کہی ہے کہ یہ نجاشی جس کے پاس نامہ مبارک حضرت عمرو بن امیہ لیکر گئے



مسلمان نہیں ہوا اور یہ اس نجاشی کے علاوہ ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز غائبانہ پڑھی اور جو مسلمان تھا اور جس نے صحابہ کے ساتھ حسن معاملہ کیا اور صحیح مسلم میں اسی کے موافقت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت انس کی روایت ہے کہ وہ نجاشی جس کے پاس آپ نے نامہ مبارک لکھا اس نجاشی کے علاوہ ہے جس پر آپ نے غائبانہ نماز پڑھی۔ لیکن ابن حزم وغیرہ کے اس مسلک پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں ہی کیا تضاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی کے پاس ہی نامہ مبارک بھیجا ہو جس پر آپ نے غائبانہ نماز پڑھی اور اس کے بعد دوسرے نجاشی کے پاس بھی حضرت عمرؓ کی معرفت بھیجا ہو؟ شاید اسی وجہ سے "نور" میں یہ کہا گیا کہ یہ کتاب اس مکتوب کے بعد میں ہے جو احمد ربیع صلح کو لکھا گیا تھا جو مسلمان ہی ہوا اور صحابہ کے ساتھ ہجرت کے زمانہ میں حسن معاملہ برتا۔ لیکن اس میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نامہ مبارک کے جواب میں جو نجاشی کا جواب مذکور ہے اور

هذا النجاشي الذي كتب اليه  
صلى الله عليه وآله وسلم الكتاب  
وبعث به عمر وبن امية الضمري  
لم يسلم وانما غير النجاشي الذي  
صلى عليه النبي صلى الله عليه  
وسلم الذي آمن به واكرم  
اصحابه وفي صحيح مسلم ما  
يوافق ذلك فعنه عن انس رضي  
الله عنه ان النجاشي الذي  
كتب اليه ليس بالنجاشي  
الذي صلى عليه ويروى انه  
يجوز ان يكون صلى الله عليه  
وسلم كتب للنجاشي الذي صلى  
عليه والنجاشي الذي تولى بعده  
علي يد عمر وبن امية فلا مخالفة  
ومن ثم قال في النور والظاهر ان  
هذه الكتابة متأخرة عن الكتاب  
او صحته الرجل الصالح الذي  
آمن به صلى الله عليه وسلم



و اکرم اصحابہ هذا کلامہ  
 وفیہ ان رد الجواب علی النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم فی کتاب  
 المذکور و ردہ علی عمر و بن امیہ  
 بقول اشہد باللہ انہ النبی الذی  
 ینظرہ اهل کتاب الی الآخرہ  
 انما یناسب الاول الذی هو اول  
 الصالح و یكون جواب الثانی لم  
 یعلم وقد تقدم عن ابن حزم  
 انہ لم یسلم وقال بعضهم انہ  
 الظاہر و حینئذ ینکون الراوی  
 خلط و ہم ان المکتوب الیہ ثانیاً  
 هو المکتوب الیہ اولاً کما اشار  
 الیہ فی الہدی واللہ اعلم۔

جلد ۳ صفحہ ۲۷۲

حضرت عمرو کے سامنے یہ شہادت دی کہ یہی وہ  
 نبی منتظر ہیں جنکا انتظار اہل کتاب کو تھا یہ بات  
 تو اس کا پتہ دیتی ہے کہ یہ مکتوب اسی نجاشی کا  
 ہے جو رطل صلح تھا اور دوسرے کا جواب  
 نہیں ہوا اور نہ کتب سیرت میں مذکور  
 ہے اور ابن حزم کا مقولہ گذر چکا وہ کہتے ہیں  
 دوسرا مسلمان نہیں ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ ظاہر  
 یہی ہے کہ یہ نامہ مبارک دوسرے نجاشی کے  
 ہے اور اس وقت یہ کہنا پڑے گا کہ راوی  
 وہم ہوا اور اس نے دونوں کو خلط ملط کر دیا  
 سمجھا مکتوب الیہ ثانی اور مکتوب الیہ اول  
 ایک ہی ہیں جیسا کہ کتاب "ہدی" میں اشارہ  
 پایا جاتا ہے۔ جلد ۳ صفحہ ۲۷۲ میں کہتا ہوں کہ  
 تمام مباحث میں صیح راہ وہی ہے جسکو ہم نے  
 عرض کر دیا ہے۔

اس تفصیلی تحقیق کے بعد علامہ شبلی نے اس کے متعلق سیرت النبی میں  
 کیا ہر وہ بھی نقل کر دینا مناسب ہے۔ وہ تخریر فرماتے ہیں۔

نجاشی بادشاہ حبش کو اپنے دعوتِ اسلام کا جو خط بھیجا تھا اس کے جواب میں  
 اس نے عرض کیا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں حضرت



جعفر طیار جو ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے یہیں موجود تھے نجاشی نے ان کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔ ابن اسحق نے روایت کی ہے کہ نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ مصاحبوں کے ساتھ بارگاہ رسالت میں عرض نیاز کے لئے بھیجا۔ لیکن جہاز سمندر میں ڈوب گیا اور یہ سفارت ہلاک ہو گئی۔

سابقہ تمام واقعات و حالات کے پیش نظر یہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ علامہ شبلی مرحوم جس نجاشی کا واقعہ اس جگہ ذکر فرما رہے ہیں وہ اصمہ بن الجبر ہے اور اسی کالڈ کا "ارہا" ساٹھ مصاحبوں کے ساتھ دربار رسالت کی حاضری کے لئے حبشہ سے چلا تھا مگر کشتیاں غرق ہو گئیں اور یہ سفارت کامیاب نہ ہو سکی۔

لیکن علامہ نے ان مذکورہ بالا سطور کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

عام ارباب سیر کہتے ہیں کہ نجاشی نے سترہ میں دفات پانی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم موتہ میں تشریف لے گئے تھے۔ اور یہ خبر سن کر اپنے

غائبانہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھانی لیکن یہ غلط ہے۔ صحیح مسلم میں تصریح کی

ہے کہ جس نجاشی کی نماز جنازہ اپنے پڑھی وہ یہ نہ تھا بلکہ سابق نجاشی تھا،

تو اب علامہ مرحوم کی حدیث مسلم کی یہ توجیہ واقعہ کی تصحیح کسی طرح درست نہیں ہو سکتی

اسلئے کہ عام ارباب سیر ہی نہیں بلکہ تمام محدثین و اصحاب سیر اس میں متفق ہیں کہ اصمہ

نجاشی کے جنازہ کی غائبانہ نماز سترہ یا سترہ ہجری میں پڑھی گئی۔ اور جیسا کہ ہماری

مسطورہ بالا تشریح سے واضح ہو چکا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث کی یہ توجیہ کسی طرح درست ہو سکتی ہے

جو علامہ مرحوم نے بیان فرمائی ہے۔ نیز یہ نہ صرف ہمارے ہی نزدیک ناقابل قبول ہے

بلکہ محدثین و شارحین بخاری و مسلم کے نزدیک بھی مسلم نہیں اسلئے کہ محدثین نے



تصریح کی ہے کہ جن نجاشی کے پاس نامہ مبارک بھیجا گیا ہے اس کا اسلام ثابت نہیں ہے اور نہ اس کا نام معلوم ہے۔ لیکن مولانا شبلی مرحوم ایک طرف محدثین کی تصریح کے خلاف اس کو مسلمان ثابت کرتے ہیں اور اجماع سے متعلق واقعات کو اس دوسرے نجاشی کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کا انکار فرماتے ہیں کہ اس نجاشی کے جنازہ کی نماز آپ نے نہیں پڑھی بلکہ وہ سابق نجاشی تھا۔

مولانا عبدالرؤف صاحب دانا پوری طیب کلکتہ نے ہی سیرت صحیحہ میں اس طرف توجہ فرمائی ہے لیکن صرف اختلاف روایت اور اشکال کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روایات اس قدر پیچیدہ اور مختلف و متضاد ہو گئی ہیں کہ ان کی یا ہم تطبیق نہایت مشکل ہو گئی اسلئے میں فقط اس اختلاف کو ہی نقل کر کے اس بحث کو ختم کئے دیتا ہوں (انتہی) ، ان جوابات کی نقل سے یہ مقصد ہے کہ ارباب بصیرت کو یہ معلوم ہو جائے کہ مضمون زیر بحث ہر ایک سیرت نویس کے پیش نظر رہا ہے اور اس نے اس کی دشواریوں کو محسوس ہی کیا ہے۔

رہا یہ امر کہ اصحہ نجاشی کا انتقال کس سنہ میں ہوا سنہ ہجری میں یا سنہ ہجری میں ہو اس سے قبل معلوم ہو چکا ہے کہ اس بارہ میں محدثین و اصحاب سیرت کے اقوال مختلف ہیں۔ ہر دو جماعتوں کے بعض افراد غزوہ موتہ سنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور بعض غزوہ تبوک سنہ ہجری کا۔ اسلئے اسکے متعلق کوئی مختصر فیصلہ مفصل ہے البتہ محدثین ارباب سیرت سے اکثر محققین سنہ ہجری کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی بظاہر راجح معلوم ہوتا ہے۔

حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں اور شیخ عبدالرحیم عراقی نے اس کی شرح



میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

في التسع غزوة تبوك بعد ان صلى على اصم غائباً فسن  
وفي سنة تسع كانت غزوة تبوك وتعرف بغزوة العسرة  
وبالفاضة بينها وبين المدينة نحو اربع عشرة مرحلة  
وبين دمشق احدى عشرة مرحلة وفيها صلى على اصم ترخيم صحبة  
النجاشي ملك الحبشة بعد ما اخبرهم النبي صلى الله عليه وسلم بذلك  
الصلوة على الغائب

سنہ ہجری میں غزوة تبوک پیش آیا اس کا نام غزوة العسرة اور فاوضہ ہی ہے  
اور اس کے اور مدینہ کے درمیان چودہ مراحل ہیں اور اس کے اور دمشق کے درمیان  
گیارہ مراحل ہیں۔ اسی سنہ میں صحیحہ شاہ حبشہ پر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
غائبانہ نماز پڑھی اور آپ کی اطلاع پر صحابہ نے بھی اس کی نماز پڑھی۔  
اصم "اصمہ" کی ترخیم ہے۔

واخرج اصحاب الصحيم قصة صلوة  
صلى الله عليه وآله وسلم عليه  
صلوة الغائب من طرق منها رواية  
عطاء عن جابر لما مات النجاشي  
قال النبي صلى الله عليه وسلم  
قد مات اليوم عبد صالح يقال له  
اصم فقوموا فصلوا على اصمته  
اصحاب صحیح نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
اس کی نماز غائبانہ پڑھنے کا قصہ متعدد طریقوں سے  
نقل کیا ہے بجز ان کے ایک روایت عطاء کی ہے  
حضرت جابر سے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو بنی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج خدا کے نیک  
بندے اصمہ کا انتقال ہو گیا تم سب کھڑے ہو لو  
لپٹے بہائی اصمہ پر نماز پڑھو پس مہینے آپ کے



فصفتنا خلفنا۔ قال الطبری و  
 پیچھے صنف بندی کی۔ طبری اور ایک جماعت کا  
 جماعت کان ذلك فی رجب سنة  
 یہ خیال ہو کہ یہ واقعہ رجب سنہ ہجری میں پیش آیا اور ان کے  
 تسع وقال غیرہ کان قبل الفتم  
 برعکس دوسری جماعت کا یہ گمان ہو کہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہو

## دوسرا پیغام قیصر روم کے نام

روم

الم۔ غلبت الروم فی ادنی الارض (روم) الم۔ رومی معلوم ہو گئے۔ زمین قریب میں۔  
 بنی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مشرق و مغرب کی دو حکومتیں جس  
 صرح اپنی سطوت و جبروت، طاقت و حکومت، میں نہایت پر شوکت سمجھی جاتی تھیں  
 اسی طرح ان دونوں کے درمیان عرصہ سے کشمکش جاری تھی اور دونوں ایک دوسرے  
 کی طاقت کے فنا کر دینے کے درپے رہتی تھیں۔

ان دونوں میں سے ایک روم کی وہ باجبروت حکومت تھی جس کے زیر اقتدار  
 نہ صرف یورپ تھا بلکہ تمام شام، اور عرب و عجم کے بھی بعض حصے آچکے تھے۔  
 قوانین و ضوابط، اور نظام حکومت، کے اعتبار سے روم کو وہ رتبہ عالی حاصل تھا  
 کہ یورپ کی موجودہ متمدن حکومتیں آج تک رومن لاکھوں کو وحی الہی کی طرح  
 سمجھتی ہیں اور اپنے قوانین کا جزو بناتے ہوئے ہیں۔ اسی طرح عجم و فارس کی حکومت  
 بھی درفش کاویانی کے زیر سایہ اپنی وسعت و حدود و ملکیت کے اعتبار سے نہ صرف  
 ایران پر قابض تھی بلکہ ایک طرف ہندوستان کی سرحد تک پھیلی ہوئی تھی تو دوسری  
 جانب عراق عجم سے بھی آگے تک اسکا دائرہ وسیع تھا۔ ہوس ملک گیری کی وہ آوینش



نثر و طاقوں کو لڑا کر پرامن رعایا کی زندگی کو تباہ و برباد کر دیا کرتی ہے، یہاں ہی کب  
نے نظریہ کے خلاف کر سکتی تھی۔

اسلئے چھٹی صدی کے شروع سے تقریباً پچیس سال تک ان دونوں حکومتوں کے  
بیان سخت ہنگامہ آرائی رہی۔ شروع میں تقریباً پندرہ سال تک قسمت کا پانسہ  
وہیوں کے خلاف رہا۔ اور خسرو پرویز نے دامن فرات سے وادی نیل تک اور  
جل باسفورس تک سب تاراج کر دیا۔ آرمینیہ، شام، مصر، ایشائے کوچک، یہ تمام  
ترقی حصے روم کے اقتدار سے نکل کر ایران کے مقبوضات میں داخل ہو چکے تھے۔ یہی  
ہیں بلکہ خود حکومت کے پایہ تخت قسطنطنیہ کا جو قسطنطین عظیم کی یادگار ہے کہ ”جس نے ہننام پرستی  
ترک کر کے سب سے اول یورپ میں مذہب عیسوی کو قبول کیا اور رعایا کو بہ جبر عیسائی بنایا“  
انی محاصرہ کئے ہوئے تھے اور روم کا مشہور تاجدار ہرقل (ہرکلیوس) قسطنطنیہ سے فرار  
لئے آمادہ ہو چکا تھا۔

ادھر عیسائیت و مجوسیت، یا روم و ایران، کی یہ کشمکش جاری تھی اور دوسری طرف  
مسلمانوں میں قدرتا اس کشمکش کے ساتھ ایک خاص دلچسپی پیدا تھی۔ مسلمانوں کی خواہش  
تھی کہ رومی ”جو کہ عیسائی تھے“، ایرانیوں کے مقابلہ میں ”جو کہ مجوسی اور مشرک تھے“، غالب  
ہیں۔ مگر رومیوں کی بہیم شکستوں اور ایران کی فتح و کامرانی سے مسلمان دل شکستہ ہو رہے  
تھے کہ یک بیک زبان وحی ترجمان نے قرآن عزیز کی یہ بشارت سنائی۔

الم - رومی اقرب زمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ  
اس مغلوبیت کے بعد چند سال میں ہی غالب ہو  
جائیں گے۔ فیصلہ قبل اور بعد اللہ کے لئے ہی ہو  
لَا غَلَبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ  
وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلَبُونَ  
فِي بَضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ



قبل ومن بعد یومئذ یفرح المؤمنون اس وقت مسلمان خوش ہو جائیں گے۔

یہی وہ بشارت تھی جس پر صدیق اکبر نے ایک مشرک سے رومیوں کی فتح پر شرط لگائی تھی اور اگرچہ تعین مدت کے بارہ میں ابتداءً اس نے غلطی ہوئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تہنیت پر کہ عربی لغت میں "بضع" کا لفظ نو تک شمال ہوتا ہے صدیق اکبر کو تہنیت ہوا اور دوبارہ شرط کرنے پر صدیق اکبر ہی کا میاں رہا۔

قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ قرآن عزیز کی اس بشارت کے بعد ہی پندرہ

سال کی پیہم شکستوں اور پاپاہ تخت کے محاصرہ ہو جانے کے باوجود ۱۶ء میں جنگ نے دوسری کروٹ بدلی اور ہوا کا ایسا رخ پلٹا کہ اب ایرانیوں کو شکست پر شکست ہونی شروع ہوئی اور قیصر روم کے وہ تمام مقبوضات جو ایرانیوں نے جبین لئے تھے واپس ہونے لگے حتیٰ کہ ۱۶۲ء میں شام کا وہ تمام علاقہ "جسکو چند سال پہلے ایرانیوں نے تباہ کر کے عرب سلاطین میں سے اس غسانی خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا کہ جس نے صدیوں سے حکومت روم کے زیر اقتدار رومین حکومت کے استحکام و ترقی میں بیش از بیش حصہ لیا تھا، ایک عظیم الشان جنگ کے بعد ایرانیوں سے واپس لیلیا اور یہی وہ جنگ تھی کہ جس نے حکومت ایران کے جوصلے پست کر دیئے اور کامیابی کا سہارا رومیوں کے سر پر باندھا۔ رومیوں کی اس فتح و نصرت اور ایرانیوں کی شکست کا اثر اہل عرب پر بھی پڑا اور مسلمانوں کو اس سے بید مسرت و شادمانی اور مشرکین کو سخت حزن و ملال ہوا۔

حدود روم

اس زمانہ میں روم کی حدان حدود کے ساتھ محدود تھی۔



شمال مشرق میں ترکستان اور سلطنت روس۔ جنوب میں شام و اسکندریہ مغرب  
میں بحیرہ روم و حکومت اندلس۔  
روم کی وجہ تسمیہ

رومیوں کے نسب کے بارہ میں مورخین کو اختلاف ہے لیکن اس میں سب  
کا اتفاق ہے کہ انکا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہنچتا ہے۔ بعض کا خیال  
ہے کہ یہ روم بن ساجیق بن برتبان بن علقان بن عیص بن احنق بن ابراہیم علیہ السلام  
کی نسل سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ رومیل بن صفر بن نصر بن عیص بن احنق بن ابراہیم  
علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ بہر صورت ان کو بنی الاصفہر نسب کی وجہ سے نہیں کیا جاتا  
بلکہ ان کے رنگ و روپ پر چونکہ سپیدی کے غلبہ سے زرعی جھلکتی ہے اسلئے اہل عرب  
ان کو بنی الاصفہر کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔<sup>۱۱</sup>

## ہرقل قیصر روم

اس زمانہ میں رومیوں کا مشہور تاجدار ہرقل سربرائے سلطنت تھا جو اپنی حکومت  
کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی طرح قیصر کے لقب سے موسوم تھا۔ ہرقل جس طرح  
حکومت رسطوت میں ممتاز سمجھا جاتا تھا اسی طرح مذہبی علوم اور عہد قدیم و عہد جدید  
تواریخ و جہل، کاماہر اور متحیر عالم مانا جاتا تھا۔

ہرقل نے یہ سنت مانی تھی کہ خدائے برتو نے اگر جھکو اس جنگ میں کامیاب کیا  
تو میں پایاد و بیت المقدس کی زیارت کروں گا۔ خدانے جب اسکو کامیابی عطا فرمائی  
تو وہ بید مسرور ہوا اور ایک عرصہ بعد اپنی نذر پوری کرنے اور خدائے واحد کا شکر یہ

(۱) اطلس عربی مطبوعہ مصر۔ (۲) معجم البلدان۔



ادا کرنے کے لئے اس طمطراق کے ساتھ پیادہ پا قطنینہ سے بیت المقدس میں آیا ہوا کہ جہاں قدم رکھتا تھا زمین پر فرش اور فرش پر پھول بچھا جاتے تھے یہی طرح حمص تک پہنچا اور حمص پہنچ کر وہاں کچھ روز قیام کیا۔

### حضرت وحیہ کلبی

یہ وہ وقت ہے جبکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت وحیہ کلبیؓ کو ہرقل قیصر روم کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے نامہ مبارک دیکر بیج رہے ہیں۔ آپ نے حضرت وحیہ کلبیؓ کو حکم فرما دیا تھا کہ تم اس خط کو حاکم بصری کے پاس لیجانا اور اسکے توسط سے قیصر تک پہنچا دینا۔ گذشتہ واقعات میں یہ ذکر اجمالی طور پر آچکا ہے کہ روم کے زیرِ اقتدار شام میں ایک عرب حکومت قائم تھی جس کے حکمرانوں کو آلِ عثمان یا غسانہ کہتے ہیں اس خاندان کے بانی کا نام جفثہ تھا۔ اسلئے اسکو کبھی آلِ جفثہ ہی کہا جاتا ہے اس خاندان میں بعض حکمران نہایت بہادور جری گذرے ہیں اور انہوں نے روم کے اقتدار کی خاطر ایرانیوں کے مقابلہ میں بے نظیر شجاعت و بہادری کا بار بار مظاہر کیا بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ قیصر کی سطوت کا داہنا بازو یہی شام کے عرب حکمران تھے اسلئے ان عرب حکمرانوں کو قیصر کے دربار میں بہت درخورتھا اور قیصر انکا بی ادعا از کرتا تھا اس مختصر حکومت کا دارالسلطنت مشہور شہر بصری تھا جو آجکل ”حوران“ کہلاتا ہے یہی وہ شہر ہے جس کے دوران سفر میں بحیرہ راب کا مشہور واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا تھا۔

۶۲۹ء میں حضرت وحیہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لیکر روانہ ہوئے تو راستہ میں انکو معلوم ہوا کہ حاکم بصری اس وقت بصری میں موجود نہیں ہے۔



ہیں ایک عرصہ سے اسلئے مقیم ہے کہ قیصر کی زیارت بیت المقدس اور رسد  
کا انتظام کرے حضرت وحیہ بن خلیفہ کلبی یہ معلوم کر کے حمص کو روانہ ہو گئے۔  
افظا بن حجر عسقلانی مشہور محدث ابن سکین کی کتاب "صحابة" سے نقل کرتے ہیں  
عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ کے بعد ہی قوراعدی بن حاتم کو بھی روانہ  
وہ حضرت وحیہ کی امداد و اعانت کریں اسلئے کہ عدی مذہب کے اعتبار سے  
تھے اور شامی درباروں کے آداب و طریق سے بخوبی واقف،

## کی پیش گوئی

ابن ناطور حاکم بیت المقدس کا بیان ہے کہ ابھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم  
مدیراہ میں ہی تھے کہ ایک روز صبح کو ہرقل بہت پریشان بسترِ راحت سے اٹھا  
دربار میں سے ایک ندیم خاص نے عرض کیا کہ آج نصیب اعدا طبیعت زیادہ  
نظر آتی ہے نہ معلوم حضور والا کو کیا پریشانی ہے؟ ہرقل نے کہا کہ شب کو میں  
ماروں پر نظر کی تو دیکھا کہ ایک نیا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ نجوم دکھانے کے ذریعہ جب  
نے سوچا تو معلوم ہوا کہ اس ہفت کے سردار کی ولادت کسی ایسی سرزمین میں ہوتی ہے  
کے باشندے ختنہ کرتے ہیں اور اس کی بادشاہت تمام عالم پر چھا گئی۔

مبتلا ہو کہ اس زمانہ میں کس قوم میں ختنہ کی رسم ہے۔ اہل دربار نے عرض کیا  
کے علاوہ اور کسی قوم میں ختنہ کا دستور نہیں ہے آپ اس قدر ملول نہوں اپنی  
مرو میں حکم دیدیجئے کہ کوئی یہودی بچہ زندہ باقی نہ رہے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد حمص سے حاکم بصری نے ایک عربی شخص کو بیت المقدس  
دربار شاہی میں پہنچایا یہ شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے حالات



زندگی اور دعوت الہی کے واقعات سناتا تھا۔

ہر قتل کی خدمت میں جب یہ شخص پیش ہوا اور بعثت نبوی کا ذکر کیا تو ہر قتل حکم دیا کہ اس شخص کو علیحدہ لجا کر دیکھو کہ یہ مثنون ہے یا نہیں جب ہر قتل کو اطلاع دی کہ واقعی وہ مثنون ہے تو ہر قتل نے اس شخص سے دریافت کیا کہ کیا یہ رسم تمام عرب میں جاری ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں تمام عرب ختنہ کراتے ہیں۔ ہر قتل نے یہ سنکر کہا کہ بیشک تو جس شخص کی نبوت کا حال سناتا ہے وہی دنیا کا سردار ہے جو تمام عالم پر غالب آئیگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس واقعہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ عربی شخص عدی بن حاتم ہے جسکو حضرت وحیہ کی اعانت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہے کہ حافظ رحمہ اللہ کا قیاس صحیح ہوا اور چونکہ عدی شام کے علاقوں سے بہت واقف تھے اسلئے حضرت وحیہ پہلے ہی حمص پہنچ گئے ہوں اور حارث شاہد بصرہ نے فوراً ہی انکو بیت المقدس روانہ کر دیا ہو۔ اور یہ شبہہ پیدا کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ ہر قتل کے ایک سوال میں اسکے ندمانے نے یہ کہا تھا کہ اس زمانہ میں ختنہ کی رسم عربوں میں علاوہ کسی قوم میں نہیں پائی جاتی اور عدی بقول حافظ ابھی تک نصرانی تھے تو ان مثنون ہونا کیسے باور ہو، اسلئے کہ عدی اگرچہ عیسائی تھے لیکن عربی نثر اور ہونے کی رسم سے عرب کا دستور ان میں بھی پایا جانا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے۔

دعوت اسلام

ہر قتل اپنی حالات میں بیت المقدس میں مقیم تھا کہ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہما اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیکر حمص پہنچے اور حارث غسانی کو والا نامہ سپرد کیا۔

(۱) مولانا شبلی مرحوم نے اس جگہ لکھا ہے کہ حضرت وحیہ نے بصری ہی میں حارث کو جا کر نامہ مبارک دیا یہ صحیح نہیں۔ طبری نے ہے کہ حارث اس زمانہ میں بصری سے حمص گیا ہوا تھا اور حضرت وحیہ نے حمص میں جا کر حارث کو نامہ مبارک دیا۔



رٹ نے نامہ مبارک کو معہ حضرت وحیدہ کے قیصر کے دربار میں بیت المقدس بھیج دیا۔  
حضرت وحیدہ جب بیت المقدس پہنچے تو اہل دربار نے انکو سمجھایا کہ جب تم قیصر  
کے سامنے پہنچو تو تخت کے سامنے سجدہ کرنا سئلے کہ اس دربار کا یہی دستور ہے۔ حضرت  
یہ سنے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا مذہب خدا کی ذات اقدس کے سوا کسی کے  
سامنے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں ہرگز ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ اہل دربار نے کہا کہ  
بھاگ کر تم یہ نہیں کر سکتے تو جب تم دربار میں پہنچو تو خود اپنے ہاتھ سے اس نامہ کو قیصر کے  
سامنے رکھ دینا اسلئے کہ تخت شاہی پر نامہ رکھ دینے کے بعد کسی کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی  
وہ اسکو ہاتھ لگائے۔ صرف قیصر ہی اسکو اپنے ہاتھ سے اٹھا سکتا ہے۔

قیصر کو جب نامہ مبارک ملا تو اس نے حکم دیا کہ عرب کا کوئی شخص اگر یہاں مقیم  
و تو اسکو لاؤ۔ صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا قریش اور مسلمانوں کی مصالحت کی وجہ سے شام  
کا تجارت کی راہیں پر امن تھیں اسلئے بیت المقدس کے قریب ہی ”غزہ“ میں قریش  
کے تاجروں کا ایک قافلہ تجارت کے سلسلہ میں مقیم تھا۔ امیر قافلہ ابوسفیان تھے  
جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، قیصر کے قاصد غزہ پہنچے اور قافلہ والوں  
کو جا کرنے آئے۔

قیصر نے بڑے بڑے تازک و اہتمام اور کثرت کے ساتھ دربار شاہی منعقد کیا اور تخت  
کے چاروں طرف بڑے بڑے امرا پادری اور راہبوں کے صف بستہ بیٹھ جانے کے  
بعد حکم دیا کہ قاصد، عرب تاجروں، اور ترجمان، کو بلاؤ۔ جب دربار مکمل ہو گیا تو ہر قافلہ  
نے عرب تاجروں سے کہا کہ تم میں سے اس مدعی نبوت کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟



ابوسفیان نے کہا "میں" قیصر نے انکو حکم دیا کہ تحت کے قریب آؤ اور ابوسفیان باقی ہمراہیوں کے کہا کہ تم اس شخص کے پیچھے بیٹھ جاؤ میں اس شخص سے کچھ سوال پوچھ کر تا ہوں اگر کسی جواب میں بھی یہ جھوٹ بولے تو تم جھکو مطلع کر دینا۔ ابوسفیان ہیں کہ قسم بخدا اگر مجھے یہ حیا دامنگیر نہ ہوتی کہ میرے جھوٹ کی یہ جماعت فوراً تردید کرتی تو میں کبھی کذب بیانی سے نہ چوکتا مگر اسقدر پہر بھی کہہ دیا کہ آپ کس شخص کے متعلق سوال کرتے ہیں وہ تو ساحر اور کذاب ہے۔

قیصر نے کہا کہ میں نے گالیاں دینے کے لئے نہیں بلایا جو کچھ دریافت کرنا تھا اس کا جواب دو۔

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟  
ابوسفیان۔ نہایت شریف ہے۔

قیصر۔ اس سے پہلے بھی کبھی اس خاندان میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟  
ابوسفیان۔ کبھی نہیں۔

قیصر۔ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟  
ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ اس کے پیرو ذی وجاہت ہیں یا کمزور۔؟  
ابوسفیان۔ کمزور۔

قیصر۔ اس کے پیرو بڑھتے رہتے ہیں یا گھٹتے رہتے ہیں؟  
ابوسفیان۔ بڑھتے رہتے ہیں۔



قیصر۔ کسی شخص نے اس کے دین میں داخل ہو کر اسکو ترک تو نہیں کیا؟  
ابوسفیان۔ کسی نے ایسا نہیں کیا۔

قیصر۔ اسکے دعوتے نبوت سے پہلے تم اسکو جھوٹا تو نہیں سمجھتے تھے؟  
ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کبھی وہ عہد کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے؟

ابوسفیان۔ کبھی نہیں۔ مگر آجکل اس کے اور ہمارے درمیان جدید معاہدہ صلح  
اصح جدیدہ کی طرف اشارہ تھا، ہوا ہے، معلوم کہ وہ اسپر قائم بھی رہتا ہے یا نہیں؟  
قیصر۔ تمکو کبھی اسکے ساتھ جنگ کی بھی نوبت آئی ہے؟  
ابوسفیان۔ ہاں۔

قیصر۔ نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب آیا اور کبھی ہم۔

قیصر۔ اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان۔ وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی پرستش کرو، کسی کو اسکا شریک نہ بناؤ، باپ  
داؤ کی مشرکانہ ریت کو چھوڑ دو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاکدامنی سیکھو۔ صلہ  
رحمی کرو،<sup>(۱)</sup>

قیصر نے سوالات ختم کئے اور ترجمان کے واسطے سے کہا کہ میں نے اس شخص کی  
خاندانی شرافت کے متعلق اسلئے دریافت کیا تھا کہ پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان ہی ہوا

(۱) ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں صرف یہی ایک فقرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہہ سکا دہ نہ تو تمام  
گفتگو میں کسی جگہ ہی ایک حرف کی گنجائش نہ مل سکی۔

(۲) بخاری شریف



کرتے ہیں۔ اور یہ جو میں نے دریافت کیا کہ اُس سے پہلے بھی کسی نے اس کے خاندان میں سے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور تم نے اس کی نفی کر دی سو اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ یہ اپنے خاندان کے دعویٰ کی تعلید کر رہا ہے۔ میں نے یہ بھی سوال کیا کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہو گا ذرا ہے اور تم نے اس کا انکار کیا سو اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ باپ و ادا کی کہوئی ہوئی حکومت کا طالب ہے۔ میں نے جب یہ سوال کیا کہ تم کو کبھی اس کے جھوٹا ہونیکا بھی بجز یہ ہوا یا نہیں اور تم نے کہا کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو میں نے یہ یقین کر لیا کہ جو شخص انسانوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہ بولے وہ ہرگز کبھی خدا پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے یہ جو سوال کیا کہ اس کے پیرو کمزور ہیں یا ذی اثر تو اول پیروں اور نبیوں کے پیرو اکثر کمزور ہی ہو کرتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ اس کے پیرو بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تو ایمان کی کشش کا یہی عالم ہے اس میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ میں نے یہ پوچھا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہونے کو کوئی ناراضی کے ساتھ اسکو چھوڑ نہیں بیٹھتا تو اسلئے دریافت کیا کہ ایمان کی خوبی ہی یہ ہے کہ وہ جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ اپنی صداقت کے ساتھ دلنشین ہوتا ہے۔ تم نے میرے سوال کے جواب میں یہ بھی کہا کہ وہ عہد کی خلافت و رزی کبھی نہیں کرتا تو پیغمبر کی یہی شان ہے۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ایک خدا کی عبادت کا حکم کرتا ہے۔ شرک سے منع کرتا ہے، نماز، راست گوئی، پاکدامنی کی تعلیم دیتا ہے سو یہ تمام باتیں اگر سچی ہیں تو میری اس پائنگا تک اسکا قبضہ ہو جائے گا۔ بھکو یہ تو ضرور خیال تھا کہ ایک نبی ظاہر ہوئے والا ہے۔ لیکن یہ تو ہرگز گمان نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ اگر میں اس کے پاس جا سکتا تو اس کے پاؤں دہوتا۔



اس کے بعد حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا جائے۔ ترجمان نے خط پڑھنا شروع کیا۔ پیغام رسالت کے الفاظ یہ تھے۔

## نقل نامہ مبارک بنام ہرقل قیصر روم،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ  
وَرَسُوْلِهِ الْاِلٰهِ هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّومِ ،  
سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الرَّهْدٰى ، اَمَّا  
بَعْدُ ، فَالْحَقُّ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ  
الْاِسْلَامِ اَسْلِمِ تَسْلِمًا يُّوْتِكُ  
اللّٰهُ اَجْرًا مَرْتِيْنًا فَاِنْ تَوَلَّيْتَ  
فَاِنَّ عَلِيْكَ اَثْمَ الْيَرِيْسِيْنَ وَيَا  
اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلَى كَلِمَةٍ  
سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ لَا نَعْبُدُ اِلَّا  
اللّٰهَ وَلَا نَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا  
يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ  
اللّٰهِ فَالَّذِيْنَ تَوَلَّوْا فَعَلُوْا اَشْرٰكًا وَاِبَانًا  
مُسْلِمُوْنَ۔

شرع اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے جو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے ہرقل شاہ روم کے نام سلامتی اسپر ہو جو ہدایت کا پیر و ہے۔ بعد حمد صلوات میں۔ تجھ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں یہ سلام قبول کرے تمام آفات سے محفوظ رہیگا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوسرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے انکار کیا تو تمام رعایا کا وبال تیری ہی گردن پر رہے گا۔ اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھیرائیں اور نہ ہم ایک دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا سبب بنائیں اور اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

## نیاق برادر قیصر

اہل عجم کا دستور تھا کہ جب امرانہ حکام، اور بادشاہوں کو خط لکھتے تو حاکم یا بادشاہ کے



نام سے شروع کرتے اور اپنا نام آخر میں لکھتے۔ اسلئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پڑھا گیا جسکی ابتدا خود نام مبارک سے کی گئی تھی تو قیصر کے بہائی نیاق کو سخت ناگوار گذرا، وہ نہایت غیظ و غضب کے ساتھ کہنے لگا کہ اس عربی نے بادشاہ کی سخت توہین کی، روم کے بادشاہ کے نام غلط لکھا جائے اور شروع اپنے نام سے ہو، یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ نام مبارک کو چاک کر دے۔ قیصر نے یہ دیکھ کر سختی سے اسکو روکا اور کہنے لگا کہ اس میں توہین کی کیا بات ہے اُس نے مجھکو سلطانِ روم ہی تو لکھا ہے، واقعہ کے خلاف تو کوئی بات نہیں لکھی پھر یہ غیظ و غضب کیسا!

قیصر نے یہ بھی کہا کہ میں نے..... اس شان کی تحریر اس سے پہلے کبھی نہیں سنی۔ قیصر اور اپنی سفیان کی گفتگو نے امراء دربار، پادریوں، اور راہبوں، کو سخت برہم کر دیا تھا اب نام مبارک کو سنکر اور زیادہ برا فروختہ ہو گئے یہ حالت دیکھ کر قیصر نے عرب تاجرن کو دربار سے اٹھا دیا۔ ابوسفیان جب دربار سے اٹھے تو اپنے رفقا سے کہنے لگے کہ ابوکبشہ کے بیٹے کی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی بات بالہ ہے کہ روم کا بادشاہ بھی اس سے خائف نظر آتا ہے۔

۱۱، قسطلانی و خصال فی سیوطی۔ ۱۲، شیخ بدرالدین عینی شاح بخاری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابوکبشہ متعدد جہوں سے کہا جاتا ہے۔ ۱۳، ابوکبشہ ایک شخص عرب میں گذرا ہے جو عرب کے مشرکانہ عقائد کا سخت مخالف تھا ۱۴، ابوکبشہ آپ کی والدہ کے رشتہ میں آپ کے کسی نانا کی کنیت ہے ۱۵، ابوکبشہ طیبہ سعدیہ کے شوہر حارث کی کنیت ہے۔ ۱۶، بعض کا خیال ہے کہ ابوکبشہ عرب میں ایک شخص گذرا ہے جو ستارہ شعلری کی پرستش کا موجد تھا۔ عرب آپ کو اسلئے ابن ابوکبشہ کہتے ہیں کہ اہل عرب کے نزدیک آپ ہی ایک نئے مذہب کے موجد تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابوکبشہ آپ کے نانا کی رشتہ میں کسی جد کا نام ہے عرب کا دستور ہے کہ جب کسی کی توہین کرتے ہیں تو اسکو اسکے غیر معروف جد کی طرف نسبت کرتے ہیں۔



اسی سلسلہ میں سیرۃ حلبیہ میں ایک اور دلچسپ واقعہ مذکور ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ قیصر کے قلب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت جاگزیں ہوتی جاتی ہے تو مجھ سے خاموش نہ رہا گیا اور میں نے عرض کیا۔

اے بادشاہ۔ آپ کو معلوم نہیں یہ شخص ایسی عجیب و غریب باتیں کہتا ہے کہ عقل بھی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس کی ان عجیب باتوں میں ایک بات سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ جب وہ مکہ میں تھا تو اس نے ایک روز اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے خدا نے مجھ کو ایک ہی شب میں مسجد حرام سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک سیر کرائی، اور مسلمان اس واقعہ کو اسرار اور معراج کے نام سے یاد کرتے ہیں قیصر ابھی خاموش تھا کہ ابن ناطور حاکم بیت المقدس نے عرض کیا۔ جہاں پناہ۔ ایک واقعہ اسی زمانہ کا مجھ پر بھی گذرا ہے جس میں ہمیشہ متعجب رہتا تھا اور ابوسفیان کی اس بات نے تو مجھ کو اور بھی زیادہ تعجب میں ڈال دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ شب کے وقت نگرانی میں ہیکل کے دروازے بند کر دیا کرتا تھا ایک شب کو کہ غالباً وہی شب تھی جس کا ذکر ابوسفیان کرتا ہے، معمول کے مطابق میں ہیکل کے دروازے بند کرانے لگا تو تمام دروازے بغیر کسی خاص کوشش کے بند ہو گئے مگر ایک دروازہ بند نہ ہو سکا، میں نے اور ماتحت عملہ کے آدمیوں نے بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ میں نے اس معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور اسی طرح دروازہ کھلا رہنے دیا۔ صبح جب ہیکل میں حاضری کے لئے داخل ہونے لگا تو اس دروازہ کے قریب ہی کسی چوہا پاہ کے قدموں اور سموں کے نشان نظر آئے اور سامنے پتھر کے نزدیک بھی ایسے نشان موجود تھے کہ جس سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ اس

علاء سید اقصیٰ جو نصاریٰ کے عہد تسلط میں ہیکل کے نام سے موسوم ہیں۔



پتھر کے نزدیک کوئی جانور باندھا گیا ہے۔

بخاری میں ہے کہ رومیہ میں ہر قتل کا ایک بہت بڑا مقرب اور مذہبی عالم (پاپا) رہتا تھا۔

قیصر نے اس کے نام خط لکھا کہ جس میں اس معاملہ کے متعلق تصدیق چاہی تھی قیصر بیت المقدس سے روانہ ہو کر حص آگیا اور اس وقت تک اسی جگہ مقیم رہا جب تک کہ اس کا جواب قیصر کے پاس نہ آگیا۔

طبری بروایت سہق روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پڑھا جا چکا تو ہر قتل نے حضرت وحیہ سے تنہائی میں یہ کہا کہ مجھے یقین گلی ہے کہ جن کی جانب سے تم خط لیکر آئے ہو وہ خدا کے سچے رسول ہیں لیکن جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو میری قوم اس معاملہ میں سخت برہم ہے وہ ہرگز میری پیروی نہ کریں گی۔ البتہ تم شہر رومیہ میں جاؤ۔ وہاں کا حاکم مذہبی حیثیت سے اسقف (پاپا) کا درجہ رکھتا ہے۔ قوم پر اسکا مذہبی اثر بہت زیادہ ہے وہ اگر اس پیغمبر کی رسالت کی تصدیق کر دیکتا تو پھر مجھ کو بھی انکے سمجھانے کا موقع مل سکے گا۔ تم خود رومیہ جاؤ اور ضغاطر کے پاس میرا خط لجاؤ اور فوراً اس کا جواب لیکر واپس آؤ۔

### ضغاطر حاکم رومیہ

بخاری اور طبری میں اگرچہ تفصیل و اجال کا فرق ہے لیکن نفس واقعہ میں اتفاق ہے

غرض حضرت وحیہ رومیہ پہنچے اور ضغاطر کو قیصر کا خط دیا۔ ضغاطر نے قیصر کو جواب میں

(۱) جمہور صحابہ اور محدثین و اصحاب سیر اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جمانی ہوئی ہے صرف صدیقہ عائشہ اور چند دیگر علماء ہی معراج روحانی کے قائل ہیں جو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خصوصاً ہیں، لیکن معراج منامی یعنی اس واقعہ کو محض خواب سمجھنا کسی مسلم کا یہی عقیدہ نہیں ہے اور اصول روایت (بقیہ آئندہ)



کہا کہ بیشک نبی منتظر کی بعثت کا حال صحیح و درست ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ طبری کے الفاظ یہ ہیں۔

صاحبك والله نبی مرسل تعرفنا وحیہ تیرا صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک بصفۃ و بجدۃ فی کتبنا باسمہ۔ نبی مرسل ہے ہم اسکی صفات سے بخوبی واقف ہیں۔

اور اسکے نام کا تذکرہ آسمانی کتابوں میں پاتے ہیں۔

قیصر کے پاس جب ضغاطر کا پیغام پہنچا تو اس نے اعیان و اربکان دولت کو شاہی محل میں جمع کیا اور حکم دیا کہ محل کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں اس کے بعد اہل دربار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے اہل روم۔ اگر تم رشد و ہدایت، اور فلاح و نجات ابدی کے طالب ہو، اور چاہتے ہو کہ تمہارا ملک اسی طرح محفوظ رہے تو عرب کے اس نبی کی پیروی کرو اور اسکے احکام کی تعمیل پر آمادہ ہو جاؤ۔

قیصر نے گفتگو ختم ہی کی تھی کہ چہار جانب سے شور و شغب شروع ہو گیا اور حاضرین نے اس گفتگو کے خلاف اپنی نفرت و حقارت کا کافی مظاہرہ کیا اور نہ صرف یہ بلکہ دربار سے غیظ و غضب میں اٹھ کر دروازوں کی طرف بڑھے مگر دیکھا کہ دروازے بند تھے، اور ہر قیصر نے جب یہ رنگ دیکھا تو انکو دلپس بلایا اور کہنے لگا کہ بیوقوفوں نے تم سے یہ باتیں محض آزمائش کے لئے کہی تھیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم اپنے مذہب میں کس قدر ثابت قدم ہو۔ اہل دربار نے قیصر کی جب یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوئے اور اظہار مسرت میں قیصر کی تخت بوسی کی اور اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۶، اور روایت کے اعتبار سے ان روایات کا انکار قطعاً نہیں کیا جا سکتا جو جہانی سراج کی سرید ہیں بلکہ قرآن عزیز کی نصوص بھی اسی کی تائید کرتی ہیں البتہ صحیحین کی روایات کے علاوہ جو روایات اس واقعہ میں نقل کی جاتی ہیں وہ تنقید کی محتاج ہیں۔ ۱۲ روم کا ایک شہر ہے۔



قیصر کے دل میں اگرچہ صدقہ وقت اسلام کی روشنی آچکی تھی مگر تخت و تاج کی حرص اس روشنی پر غالب آگئی اور اس طرح یہ روشنی ظلمت کفر کی تاریکی میں بھکر رہ گئی۔

## ضغاطر کی شہادت

طبری کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت دحیہ جب ضغاطر کے پاس قیصر کا پیغام لیکر پہنچے تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور پھر کلیسا میں جا کر عبادت کے وقت ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے یہ تقریر کی۔

یا معشر الروم۔ انما قد جاءنا  
 کتاب من احمد یداعونا فیہ  
 الی اللہ عز وجل وانی اشہد  
 ان لا الہ الا اللہ وان احمد  
 عبدہ ورسولہ۔ الخ۔  
 رومی حضرت ہمارے پاس عرب کے پیغمبر احمد کا  
 خط آیا ہے اس نے ہمارے خدا کے واحد کے دین  
 حق کی طرف دعوت دی ہے اور میں شہادت  
 دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد  
 خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔

ضغاطر کی اس تقریر کو سن کر تمام رومی سخت برہم ہو گئے اور اپنے اس ہرول عزیز  
 سقف کو اتنا زور دیا کہ وہ بیچارہ جاں بحق ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون  
 حضرت دحیہ نے جب یہ واقعہ دیکھا فوراً وہاں سے روانہ ہو کر تمہیں آگئے اور  
 قیصر کو ضغاطر کا خط سپرد کر کے تمام واقعہ سنایا۔ قیصر نے جب یہ واقعہ سنا تو  
 بہت مایوس ہوا لیکن اسکے باوجود اس نے شاہی محل میں ارکان دربار کو جمع کر کے  
 وہ گفتگو کی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

## دعوت اسلام ضغاطر کے نام

اور ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم



نے جب حضرت وحیہ کو قیصر کے پاس روانہ فرمایا تھا تو ساتھ ہی رومیہ کے مشہور عیسائی عالم "ضناطر" کے نام بھی اسلام کی دعوت کے لئے نامتہ مبارک لکھا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ رومیہ جا کر ضناطر کو پہنچادیں۔ نامتہ مبارک کے الفاظ یہ ہیں۔

سَلَامٌ عَلَيَّ مِنْ اِنَّا عَلَا اِثْرَ  
 ذَلِكْ فَاَنْ عَلِيَّ بْنَ مَرْيَمَ رُوْحِ  
 اللّٰهِ وَكَلِمَةً، الْقَاهَا اِلَى مَرْيَمَ  
 الزَّكِيَّةِ وَانِي اَوْ مِنْ بِاللّٰهِ وَمَا  
 اَنْزَلَ اِلَيْنَا وَمَا اَنْزَلَ اِلَى اِبْرَاهِيْمَ  
 وَاسْمَعِيْلَ وَالسُّحُوقِ وَيَعْقُوْبَ  
 وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اَوْتِيَ مُوسَى  
 وَعِيْسَى وَمَا اَوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ  
 رَبِّهِمْ لَا نَفَرَقْ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ  
 وَغَن لِّهِمْ مُسَلِّمُوْنَ - وَالسَّلَامُ  
 عَلَيَّ مِنْ اَتَّبَعَ الْهُدَى -

سلام اسپر جو خدا پر ایمان لایا میں اسی عقیدہ پر ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام، اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں خدا نے اس کو پاکدامن مریم پر اتقار کیا اور میں خدا پر اور اس کے ان کتابوں اور احکام پر ایمان رکھتا ہوں جو ہم پر نازل ہوئیں اور حضرت ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب و علیہم السلام، اور انکی اولاد پر نازل ہوئیں اور ان پر ہی میرا ایمان ہے جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے رب کی جانب سے دی گئیں ہم ایمان و اعتقاد میں کسی ایک نبی کے تسلیم کرنے میں بھی باہمی فرق نہیں کرتے اور ہم تو

مسلمان ہیں سلام ہوا ان پر جو ہدایت کی پیروی کرے

ابن سعد اور بطری کی روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسلئے کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب قیصر کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت وحیہ رومیہ "ضناطر" کے پاس پہنچا ہے تو اس نے انکو اپنا بھی ایک خط دیا اور ان سے یہ کہہ دیا کہ وہ ادبہوی کو واپس ہوں تاکہ تمہکو بھی معلوم ہو جائے کہ ضناطر اس مدعی



نبوت کے متعلق کیا گمان رکھتا ہے۔ قیصر ابھی جمیں ہی میں مقیم تھا کہ حضرت وحیہ لاسکا جو اب لیکر واپس آئے اور ضغاطر کا تصدیق نبوت کرنا اور اس کی وجہ سے فہمید ہو جانا یہ تمام واقعہ قیصر سے بیان کیا۔

مثلہم فی التورۃ و مثلہم فی الانجیل،

### ایک عجیب واقعہ

مشہور محدث ابن جوزی نے اپنی کتاب "سیرۃ عمر بن الخطاب" میں حضرت وحیہ کی سفارت کے سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جب قیصر نے اپنی قوم کے عہد کو اسلام کی دعوت قبول کرنے میں متنفر پایا تو مجلس برخواست کر دی اور دوسرے روز جھکو علیہ ایک عالیشان محل میں بلایا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کے چار جانب تین سو تیرہ تصاویر لگی ہوئی ہیں قیصر نے جھکو مخاطب کر کے کہا کہ یہ کل تصاویر جو تم دیکھتے ہو نبیوں اور رسولوں کی ہیں کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس میں تمہارے صاحب کی شبیہ کونسی ہے میں نے بغور دیکھ کر ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ شبیہ بادشاہ نے کہا کہ بیشک یہی آخری نبی کی شبیہ ہے۔ قیصر نے پھر دریافت کیا کہ اس تصویر کے داہنی جانب کس کی شبیہ ہے میں نے جواب دیا کہ یہ نبی آخر الزماں کے ایک رفیق ابو بکرؓ کی شبیہ ہے۔ قیصر نے پوچھا کہ بائیں جانب یہ کس کی شبیہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ اس نبی کے دوسرے رفیق عمر بن خطابؓ کی شبیہ ہے۔ قیصر نے یہ سن کر کہا کہ تو آج کی پیش گوئی کے مطابق یہی وہ دو شخص ہیں جنکے ہاتھوں اس دین کی ترقی معراج کمال



کو پہنچے گی حضرت وحیہ فرماتے ہیں کہ میں جب سفارت کو انجام دیکر خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو یہ تمام قصہ آپ کو سنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیصر نے یہ سچ کہا واقعی اس دین کی ترقی انہی دو شخصوں کے ہاتھوں کمال تک پہنچے گی۔

حدیث ابن جوزی ان چند محدثین میں سے ہیں جو احادیث کی جرح و تعدیل میں سخت بچھے جاتے ہیں۔ محدثین کا قول ہے کہ ابن جوزی کی "جرح" اور "محدث حاکم" کی تعدیل کا اس وقت تک اعتبار نہ کیا جائے جب تک کہ انکی اس جرح و تعدیل میں دوسرے محدثین ہی ان کے ہمنوا نہ ہوں۔

اسلئے ابن جوزی کی یہ روایت بے اصل نہیں کہی جاسکتی پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو قیاس اسکو چاہتا ہے کہ روم کے عیسائی بادشاہوں نے عہد قدیم رتوراقہ و عہد جدید رانجیل کی بیان کردہ صفات و علیہ کے مطابق حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر بنوائی ہونگی۔ اور فوٹو گرافی سے پہلے فن مصوری کا کمال اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ کسی شخص کو آنکھ سے دیکھے بغیر صرف زبانی علیہ تلبانی پر ہی ایسی تصاویر بنائی جاتی تھیں کہ تصویر اور صاحب تصویر میں کوئی نمایاں فرق نظر نہیں آتا تھا۔

## زوالِ روم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان وحی ترجمان سے ارشاد فرمایا تھا۔  
 قَدْ مَاتَ كَسْرِي فَلَا كَسْرِي بَعْدَهُ۔ و كَسْرِي مَرَّتْ أَوْرَابُ كَسْرِي اس کے بعد نہوگا۔  
 إِذَا هَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ۔ اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اسکے بعد قیصر نہوگا۔

۳۳۰ء مطابق ۳۳۰ء میں صدیق اکبر کی طرف سے شام پر سلسلہ حملے ہوئے اور دربار رومی میں تمام شام کی حکومت اسلام کے زیر نگیں آگئی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے تقریباً چھ سال بعد ہی رومی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ (فتوحات اسلامیہ زینی و علان جلد اول)



والذی نفسی بیدار لتنفقن کنوہا  
فی سبیل اللہ۔

یعنی "خسر و پرویز"، اور "ہرقل" کے اقتدار کے  
بعد دونوں سلطنتوں کا اقتدار زوال پذیر ہو گیا  
اور تخت روم و فارس پر پہرہ کیسی کو اقتدار نصیب نہ ہو گا اور  
قسم ہوا اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے  
تم دونوں سلطنتوں کے خزانے اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے

صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اور  
فاروقی یعنی تقریباً نصف چھٹی صدی عیسوی میں قیصر کی زندگی ہی میں روم پر اسلامی  
شوکت و اقتدار کا قیام اور رومی حکومت کا زوال شروع ہو گیا۔ اور قیصر نے جس ملکیت  
کی خاطر نور اسلام کو قبول نہ کیا تھا وہ بہت جلد اسلامی اقتدار کے زیر نگیں آگئی کیا  
اچھا فرمایا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے

لو تظن ہرقل لقولہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم فی کتاب الیہ  
اسلم تسلم وحمل الجزاء علی عمومہ  
فی الدنیا والآخرۃ تسلم واسلم من  
کل ما یخافہ ولکن التوفیق  
بید اللہ (سیرۃ حلبیہ صفحہ ۲۶۹)

اگر ہرقل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ مبارک  
کے جملہ "اسلم تسلم" اسلام لے آ محفوظ رہے گا، کی  
حقیقت کو سمجھ لیتا اور اس سلامتی کی بشارت کو  
دنیا و آخرت دونوں کے حق میں یقین کر لیتا  
تو ضرور مسلمان ہو جاتا اور دنیا کی ہر قسم کی دولت  
"زوال حکومت" سے جبکہ اس کو خوف تھا، محفوظ  
ہو جاتا۔ مگر اصل توفیق خدا کے ہاتھ ہے۔



## تیسرا پیغام کسری فارس خسرو پرز کے نام

ریں۔

قیصر روم کے واقعہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ فارس ایران کی حکومت کی وسعت  
 ۶۱۷ء کی صدی عیسوی کے شروع میں اس قدر زیادہ تھی کہ ایک جانب ہندوستان کی  
 حد تک اس کا رقبہ تھا تو دوسری جانب عراق عجم - شام - اور روم کے قلب تک  
 کی حدود وسیع ہو گئی تھیں۔ اور فرسوں کا ویانی، نہ صرف فارس بلکہ روم  
 کے اکثر علاقوں پر بھی ہزار ہا تھا۔ مگر ۶۱۷ء میں یکایک ہوانے رخ بدلا اور رومیوں  
 نے زبردست قربانی کے بعد ۶۲۷ء تک اپنے تمام علاقہ جات واپس لیتے۔  
 م حکومت فارس کی شان و شوکت اور اسکا دب دہ ایشیا و یورپ دونوں پر  
 یں تھا اور ایران کی حکومت ایشیا کی عظیم الشان طاقت سمجھی جاتی تھی۔ اور عرب  
 کے اکثر قطعات بحرین - عمان - یمن وغیرہ ابھی تک اسی کے زیر نگین تھے اور جس طرح  
 حکومت کا اقتدار تھا اسی طرح کج کلاہ ایران خسرو پرز کے زمانہ میں دربار  
 شان ہی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ آداب شاہی کے طریق، درباریوں کے درباری  
 اس، شاہی باڈی گارڈ کی پرہیز سجاوٹ، کی مجموعی حیثیت بڑے بڑے جری اور  
 اور انسانوں کے دلوں میں رعب پیدا کر دیا کرتی تھی۔

اکرم بحرین۔

اسی زمانہ یعنی ۶۲۹ء مطابق ۱۱۳۰ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
 مدائن بن خدا فری اللہ عنہ کو ہن نامہ مبارک کی سفارت کا شرف بخشا جس میں آپ نے



کسریٰ فارس "خسر و پرویز" کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ اس نامہ مبارک کو بحرین یجائیں اور حاکم بحرین کے توسط سے خسر و تک اس کو پہنچا دیں۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ بحرین پہنچے اور حاکم بحرین منذر کے توسط سے کسریٰ کے دربار تک رسائی ہوئی۔ خسر و پرویز بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دربار کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد عبداللہ نے نامہ مبارک کسریٰ کے سامنے رکھ دیا۔ خسر و پرویز نے حکم دیا کہ ترجمان حاضر ہو۔ ترجمان آیا اور اس نے نامہ مبارک پڑھا۔ الفاظ یہ ہیں۔

## نامہ مبارک بنام خسر و پرویز کسریٰ فارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے اللہ کے پیغمبر محمد  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس  
 کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ پر اور  
 اس کے رسول پر ایمان لائے اسپر سلام۔ اور میں  
 گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں  
 اور میں خدا کا پیغمبر ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ  
 جو لوگ زندہ ہیں ان تک خدا کا پیغام پہنچا دیا جاوے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلٰی کَسْرِیِّ عَظِیْمِ فَاْرِسٍ سَلَامٌ  
 عَلَیْ مَنْ اَتْبَعَ الرَّهْدَیْ وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ  
 وَرَسُوْلِهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ  
 وَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلٰی النَّاسِ کَافَّةً  
 لَیْنِدْرَمَنْ کَانَ حَیًّا اِسْلَمَ سَلَامٌ  
 فَاِنْ اَبِیْتَ فَعَلِیْکَ اَمْرٌ اَلْمُجْمُوْسُ بِطِیْقَا

(۱) پرویز۔ نوشیروان عادل مشہور بادشاہ کا پوتا اور ہرمز کا بیٹا تھا شام کے اکثر حصے اس بادشاہ کے زمانہ میں ایران کی حکومت میں مغال ہو گئے تھے اور آیت اللہ غلبت الروم فی ارضی الارضیہ اسی واقعہ میں نازل ہوئی حضرت عبداللہ چونکہ اس سے پہلے متعدد بار فارس کے دربار میں جا چکے تھے اور وہاں کی مختلف شہروں کی سیاحت کر چکے تھے اسلئے ان کو اس سفارت کے لئے موزوں سمجھا گیا۔



اسلام لے آسالم رہیگا پس اگر تو انکار کرے تو

تیری گردن پر تمام مجوس پارسیوں کا دباں رہیگا۔

گذشتہ واقعہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ عجم کا یہ دستور تھا کہ جب کسی بادشاہ کو کوئی تحریر لکھی جاتی تھی تو ابتدا اسی کے نام سے کی جاتی تھی کاتب کا نام آخر میں درج ہوتا تھا اور اس کے برعکس عربی دستور یہ تھا کہ پہلے خدا کا اور اس کے بعد کاتب کا نام ہوتا تھا نامہ مبارک جب پڑھا گیا تو خسرو پر ویز سخت غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ میرے غلام کو اور یہ جرات کہ میرے نام اس طرح خط لکھے اور طیش میں آکر نامہ مبارک کو پرزہ پرزہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن خدا فہ اسی وقت دربار سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے اور دربار نبوی میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح اس نے میرے خط کو چاک کیا حق تعالیٰ جلد ہی ہی طرح اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ بخاری نے اس واقعہ کو اس طرح روایت کیا ہے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

علیہ وسلم نے کسریٰ کے پاس نامہ مبارک بھیجا

کسریٰ نے جو ہسکو پڑھا تو پرزہ پرزہ کر دیا۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا کی خدائے تعالیٰ ایزد بزرگ

اقتدار کو بھی ہی طرح پرگندہ کر دی۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بعث

بکتابہ الی کسریٰ فلما قرع کسریٰ

مزقہ فدعا علیہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان یمزقوا

کل منق۔

مولانا نظامی قدس اللہ سرہ العزیز نے اس واقعہ کو "شیرین خسرو" میں بڑے جوش

کے ساتھ بیان کیا ہے۔



## مولانا نظامی اور داستانِ خسرو پر ویز

۱۱، شیریں خسرو میں مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جگہ خسرو پر ویز، بعثتِ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوتِ اسلام کے واقعہ کو بہت زیادہ وضاحت اور جذبہ اسلامی کے ساتھ بیان فرمایا ہے اسلئے جی چاہتا ہے کہ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ان اشعار کو بھی نقل کر دیا جائے تاکہ اس مقدس اور بزرگ شاعر کا شاعرانہ زور بیانِ روح میں تازگی اور قلب میں سامانِ عبرت پیدا کر دے۔

خسرو، شیریں کے ساتھ خلوتِ کدہ میں بیٹھا ہوا ہے اور زرتشتی مذہب کا ایک مشہور پیشوا "موبد" جس کا نام "بزرگ امید" یا بادشاہ کے سامنے حکمت کے جواہر ریزے بکھیر رہا ہے اور اس کو عمدہ عمدہ نصائح سن رہا ہے۔

بزرگ امید بیان کر رہا ہے کہ خدا کے راز ہائے سربستہ کی کلید کسی کے پاس نہیں ہے اور وہاں تک کسی کی رسائی ناممکن اور محال ہے۔

البتہ ذاتِ احدیت اپنے معصوم پیغمبروں اور رسولوں پر جو اس کے "پیغامبر" اور "امین" ہوتے ہیں، کبھی کبھی انہیں سے بعض باتیں منکشف کر دیتا ہے مگر وہ اس کی امانت میں خیانت نہیں کرتے اور مرضی الہی کے خلاف ہرگز ہرگز ان کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔

اسی سلسلہ میں خسرو کو "بنی امی" صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت کا واقعہ یاد آجاتا ہے اور "بزرگ امید" سے آپ کے متعلق بھی دریافت کرتا ہے۔

خسرو کے سوال اور بزرگ امید کے جواب کو "مولانا" ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔



مگر پیغمبر اں کہ ایشان مین اند  
 سخن خون شد بہ معصومان حوالت  
 کہ شخصے در عرب دعویٰ کند کسیت  
 جوابش داد کاں حرف الہی  
 بگنبد و رکند ہر شخص ناورد  
 مکن بازی شہا بادین تازی!  
 بخوشید از تہیب اندام پرویز  
 ولے چون بخت پیر زے نہ بوش  
 بنا ظرم نگویند آنچه بیسند  
 ملک پرسید از تاج رسالت  
 بہ نسبت دین او با دین ما بصیت  
 بڑوں است از سپیدی و سیاہی  
 برون از گنبد بہت آواز این مرد  
 کہ دین حق بہت با حق نیست بازی  
 چواند ام کباب از آتش تیز  
 صلوات احمدی روزی نہ بودش

افسوس کہ "بزرگ امید" کے صداقت آفریں کلمات نے پرویز کے قلب پر کچھ بھی اثر نہ کیا اور اس بد بخت کی بد بختی نے اس کو دولت اسلام سے محروم ہی رکھا۔

اس کے بعد مولانا نے خسرو پرویز کی حکومت کے سقوط اور زوال اور اس کی تباہی و بربادی کے سلسلہ میں اس واقعہ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

چنین گفتاں سخن پرداز شب خیز  
 کہ از شہا شب روشن چو ہتاب  
 خراماں گشتہ بر تازی سمندے  
 بہ نرمی گفت با او کہ ای جوان مرد  
 جوابش داد تا بے سرنہ گروم  
 سوار تند شد زان جا روانہ  
 کز اں آمد قتل در ملک پرویز  
 جمال مصطفیٰ را وید در خواب  
 مسلسل کروچوں کیسو کندے  
 رہ اسلام گیر از کفر بر گرد  
 ازیں آئیں کہ دارم بر نہ گروم  
 بہ تند ہی زد برویک تازیانہ



ز خواب خوشی چون خسرو بر آمد  
 سہ ماہ از ترسناکی گشت بسیار  
 یکے روز از خمار تلخ شد تیز  
 بہا تا در جواہر خانہ گنج  
 ز گنج و گوہر و ابریشمینہ  
 وزاں بیاینگان را مایہ بخشم  
 سوئے گنجینہ رفتند آن دو ہم را  
 خریطہ بر خریطہ بستہ زنجیر  
 چہل یک خانہ کہ اور گنج واں بو  
 بہر گنجینہ یک یک می رسیدند  
 چوشہ گنجی کہ پہاں بود دیدش  
 کلید نسخہ پیش آورد گنجور  
 کلیدی در میان بود از زیناب  
 ز خازن باز جست آن گنج را سر  
 نشان دادند چون آگاہ شد شاہ  
 چو فاریدند سنگ از سنگ خار  
 در و بستہ یکے صندوق مرم  
 بفرمان شہ آن ور برکشادند  
 طلسم یافتند از سیم سادہ

چو آتش دودی از مغزش بر آمد  
 نختی بہیچ شب زاندوہ و بیمار  
 بخلوت گفت ہاشیر می کہ بر خیز  
 بہ سینم آنچه از دلہا برویج  
 گزینم آنچه خواہم از خزینہ  
 رواں راز می روش پیر ایچشم  
 ندیدند از جواہر بر زمین جائے  
 ز خسرو تا بہ کجسرو ہمیں گیسر  
 چہل زان آشکارا یک پہاں بود  
 متاع را کہ ظاہر بود دیدند  
 ہمہ با قفل ہر گنجے کلیدش  
 زمین از بار گوہر گشت رنجور  
 چوشمے روشن از پس رونق و تاب  
 کہ قفلے آن کلیدش بود برور  
 زمین را گفت کندن پر نشان گاہ  
 پدید آمد یکے طاق آشکارا  
 بر آن صندوق سیمین قفلے از زر  
 درون قفل را بیرون پہاوند  
 بڑیک پارہ لوجے زر نہادہ



برآن لوح زراز کیسے سرشتہ  
 طلب کروند پیرے تافرو خواند  
 چوں اس ترکیب را کروند خارش  
 کہ شاہ کاروشیر با بکاں بود  
 زراز انجم و گردوں خبر داشت  
 زہفت اختر چین آورد بیرون  
 بدیں پیکر پدید آمد جو آنے  
 بجز گوش مالدا ختراں را  
 زملت ہا بر آید نام شاہی  
 بدو باید کہ دانا بگردد زود!  
 چو شاہ شاہ در آں صورت نظر کرد  
 بعینہ گفت این شکل جہاں تاب  
 چناں در کالبد جو شید جاننش  
 پیر سیدانہ بریدان جہاں گرد  
 ہمہ گفتند کہ این تمثال منظور  
 نماںد جز بدان منیب بر پاک  
 محمد کہ اینزد از خلقش گزیدہ است  
 بروں شد شاہ از ان گنجینہ دل تنگ  
 زراندر سیم ترکیبے نوشتہ  
 شہنشہ ناں فرو خواندن فرو ماند  
 گزارندہ چنین کردہ گزارش  
 بچستی پیشوائے چا بکاں بود  
 در احکام فلک نیکو نظر داشت  
 کہ در چندین قرآن از دور گردوں  
 در اقلیم عرب صاحب قرآنے  
 بدیں خاتم بود منیب راں را  
 بشرع اور رسید ملت خدائی  
 کہ جنگ او زیاں شد صلح او سود  
 سیاست در دل و جاننش اثر کرد  
 سوارے بود کاں شب دید و خواب  
 کہ بیرون ریخت مغز از اتخوانش  
 کہ در عالم کہ دیدہ است این چنین مرد  
 کہ دل را دیدہ بخشد دیدہ را نور  
 کز دور مکہ عنبر بوئے شد خاک  
 ز باننش قفل داننش را کلید است  
 از ان گوہر فتادہ بر سرش سنگ



جو شیریں دیدشہ را شور و مغز  
 بشہ گفت لے بزبانی و راوی  
 دریں پیکر کہ پیش از ما ہفتند  
 چنین پیغمبر صاحب ولایت  
 نجاصہ حجتہ وارد الہی  
 رہ و رسم چنین بازی نباشد  
 اگر برین اور غبت کند شاہ  
 ز باد افراہ ایندورستہ گردد  
 بہ خیریں گفت خسر و راست گوئی  
 ویے زانجا کہ یزدان آفریدست  
 رہ و رسم نیاکان چوں گذارم  
 دلم خواهد ولے بختم نہ سازد  
 در آن دوران کہ دوران رام او بود  
 رسول ما بہ حجت ہاے قاہر  
 گہے میگردمہ را خرقہ سازی  
 گہے با سنگ خاراراز میگفت  
 حضورش گنج رانا چیز میکرد  
 شکوہش کوہ را بنیاد میکند

پریشاں پیکرش زان پیکر نغز  
 طراز تاج و تخت کیقبادی  
 سخندان کہ بیہودہ نہ گفتند  
 کزو پیشینہ کردندان حکایت  
 دہد بر دین او حجت گوہی  
 برو جائے سراقرازی نباشد  
 نماذخار و خاشاکے دریں راہ  
 باقبال اید پیوستہ گردد  
 بدیں حجت اثر پیدا ست گوئی  
 نیاکان مرادیت پیدا ست  
 ز شاہان گذشتہ شرم دارم  
 تو آئیں آنکہ بخت اورا نواز د  
 ز مشرق تا مغرب نام او بود  
 نبوت در جہاں میگرد و ظاہر  
 گہے میگرد بہر مہ خرقہ بازی  
 گہے سنگش حکایت باز میگفت  
 نیش گنج بخشی تیز میگردد  
 برو بے خاک را چون باد میکند



خلایق را بدعوت جام در داد  
بفرمود از عطا عطرے سرشتن  
عرب را تازہ کرد از خط جمالے  
چو از نام نجاشی باز پرداخت  
بہر کشور صلائے عام در داد  
بنام ہر کے شطرے نوشتن  
عجم را بر کشید از نقطہ خالے  
ز بہر نام خسرو نامہ ساخت

## نامہ مبارک

سرنامہ بنام پادشاہ ہے  
خداوندے کہ خلاق الوجود است  
قدیے کاوش مطلع ندارو  
تصرف با صفاتش لب بدوزو  
اگر ہر زاہدے کا ندر جہان است  
اگر ہر عاصیے کو ہست غمناک  
خداوندیش را علت سبب نیست  
بیک پشہ کشد پیل افسرے را  
ز سیر غمے برو قلاب کاری  
سپاس اورا کن از صاحب سپاسی  
ز بہر یادے کہ بے اول لب بگردان  
ز بہر دعوی کہ بنامی الہ اوست  
ز قدرت در گذر قدرت خدا است  
کہ بے جلئے ست بے اونیت جاگ  
وجودش تا ابد فیاض جو دست  
عظیمے کا خورش مقطع ندارو  
خرد گردوم زندہ مالے بسوزو  
بدوزخ در کند حکمش روان است  
فرستد در بہشت از کیستش پاک  
وہ و گیر از خداوندان عجب نسبت  
بمورے برو ہد سنجیبے کر را  
دہد بروادہ را قلب داری  
شناسائی بس آن کو را شناسی  
ز بہر چه آن نیست از وہ مذہبے دل  
بہر معنی کہ بینی باوشہ اوست  
تو فرمان دار شو فرمان اور ہست



خدائی نماید از مشیت پرستار  
 توئی عاجز که خسرو نام داری  
 تو مخلوقی که آخر مرد خواهی  
 اگر بے مرگ بوئی بادشاهی  
 که میدانند که مشیت خاک مجوس  
 مبین در خود که خود بین را بستریت  
 بز خود بگذر که در قانون مقدار  
 زمین از آفرینش هست گردی  
 عراق از ربع مسکون است بهرے  
 در آن شهر آدمی باشد ز هر باب  
 قیلے باز گیر از راه بیش  
 به بین تا پیش تعظیم الہی  
 گواہی وہ کہ عالم را خدا نیست  
 خدایے کاومی را سروری داد  
 ز طبع آتش پرستے را جدا کن  
 مجوسی را مجس برود باشد  
 در آتش ماندہ این هست ناخوشا  
 خدائی را خدا آمد سزاوار  
 اگر کے خسروی صد جام داری  
 ز دست مرگ چون جان برد خواهی  
 بسا دعوی کہ رفتے در خدائی  
 چه در سردار و از نیرنگ و ناموس  
 حذر بین شو کہ خود بینی ہنر نیست  
 حساب آفرینش هست بسیار  
 در و این بلع مسکون آب خوردی  
 و در آن بہرہ مداین هست شہرے  
 توئی زان آدمی یک شخص در خواب  
 حد و مقدار خود بین ز آفرینش  
 چه باشد در حساب این بادشاهی  
 نہ در جائے نہ حاجتمند جائے  
 مرا بر آدمی پنہیبری داد  
 بہشت شرع بین دوزخ را کن  
 کے کاتش کشد مزود باشد  
 مسلمان شو مسلم گرد ز آتش

چونامہ ختم شد صاحب فرزند

بعنوان بر محمد ہر کردش



اقاصد سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و خسرو پریز شاہ ایران

بدست و اثق جلد و سبک خیز  
چو قاصد عرض کرد آن نامہ بر تو  
بہر حرفے کزاں منشور میخوانند  
ز تیزی گشت ہر مویش سنانے  
چو انواع گاہ عالم تاب را دید  
سوائے دید روشن و بہشت انگیز  
غور بادشاہی بر دوش از راہ  
کہ از ہرہ کہ با این احترامم  
سرخ از سرخی چو آتش گاہ خود کرد  
درید آن نامہ گردوں شکن را  
فرستادہ چو دید آن خستناکی  
ازاں آتش کہ او دود ہی داد  
ز گرمی آن چراغ گردن افراز  
عجم رازاں دعا کسری و رافتاد

فرستاد آن وثیقہ سوتے پرویز  
بجو شیدا زیاست خون خسرو  
چو ایفوں خوردہ مخمور در ماند  
ز گرمی ہر گرش آتش فشانے  
تو گوئی سگ گزیدہ آب را دید  
نوشتہ از محمد سوتے پرویز  
کہ گستاخی کہ آرد با چو من شاہ  
نوید نام خود بالاسے نام  
بچشم اندیشہ بد کرد و بد کرد  
نہ نامہ بلکہ نام خویشتن را  
سبک رجعت نمود آن مرد فاک  
چراغ آگباں را آگہی داد  
دعا را داد چون پروانہ پرواز  
کلاہ از تارک کسری و رافتاد

انجام بد

برو آشفته شد آن پادشاہی

ز معجز ہائے شرع مصطفائی



سریش را سپہرا از زیر برداشت  
پیر و کشتش شمشیر برداشت  
بر آمد ناگہ از گردوں طراقتی  
زایوانش فردا فدا طاعتی  
پلے برد جلہ ز آہن بود بستہ  
در آمد سیل و آن پل شد شکستہ  
پدید آمد سموم از آتش انگیز  
نہ گلگون ماند در آخر نہ شب بیز  
تہ شد شکرش در حرب و یلغار  
عقابش را کہوتر زو بمنقار  
در آمد مردے از در چوب دروست  
بخشم آن چوب را گرفت لشکرت  
بد و کفہ من آن پولاد و دستم  
کہ دینت را بدیں خواری شکتم  
دراں دوراں ز معجز ہائے مختار  
بے عبرت چنین آمد پدیدار  
تو آن سنگین دلاں را بہین کہ دید  
یہ تائید الہی نگہ و دیدند  
اگر چہ شمع دین دودے ندارد  
چو چشم اعمی بود سودے ندارد

ہدایت شاں نہ بد چوں در ہدایت  
بدال محروم مانند از عنایت<sup>(۳)</sup>

(۱) خسرو کا مشہور گہوڑا جسکے متعلق مشہور ہے کہ شیریں کو اس کے وطن سے فرار کرانے میں اس کی سبک فدا  
کام آئی۔ (۲) ایرانی پرچم پر عقاب کی تصویر ہوتی تھی اس کی طرف اشارہ ہے  
(۳) فرشتہ مراد ہے۔

(۴) اس تمام نظم میں ان واقعات کے علاوہ جسکا ذکر ہم روایات صحیحہ سے نقل کر چکے ہیں اکثر واقعات  
اصفہانی کی دلائل النبوة اور شیخ جلال الدین سیوطی کی "خصائص" کی ان روایات سے ماخوذ ہیں  
جو محدثین کے نزدیک یا حد درجہ ضعیف ہیں اور یا موضوع ہیں۔



اور سیرتِ جلیہ میں ہے کہ ابھی کسریٰ نے نامہ کے مضمون کو پورا سنا بھی نہ تھا۔ کہ غصہ میں نامہ مبارک کے پرزے پرزے کر دئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر کو دربار سے نکلوا دیا۔ عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو ناقہ پر سوار ہو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ کسریٰ کو ہوش آیا تو دریافت کیا کہ سفیر کہاں گیا تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جا چکا۔

کسریٰ کے دربار میں حضرت عبد اللہ کی تقریر

اور پہلی نے وضو لائف میں روایت نقل کی ہے کہ جب عبد اللہ بن حذیفہ پایہ تخت ایران میں داخل ہوئے اور کسریٰ کے دربار میں پہنچے اور کسریٰ نے نامہ مبارک کے شروع الفاظ پر اظہار ناراضی کیا تو حضرت عبد اللہ نے اہل دربار کے سامنے یہ تقریر کی۔

اے اہل فارس عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزری ہے کہ تمہارے پاس کوئی الہامی کتاب ہے اور نہ کسی نبی نے تم میں ظہور کیا ہے جس حکومت پر تم کو گھنڈ ہے وہ خدا کی زمین کا بہت مختصر حصہ ہے خدا کی اس زمین پر اس سے کہیں بڑی بڑی حکومتیں موجود ہیں اور رہ چکی ہیں اور اے بادشاہ تجھ سے پہلے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں ان میں سے جس نے آخرت کو منہائے مقصود سمجھا دنیا سے اپنا حصہ لیکر بامراد کیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کے حصہ کو ضائع کر دیا حصول دنیا کی سی میں ہر شخص سرگرداں و مختلف الخیال ہے لیکن آخرت کا انصاف سب کے لئے یکساں ہے افسوس میں جس پیغام کو تیرے پاس لیکر آیا تو نے اس کو حقارت سے دیکھا حالانکہ تجھ کو معلوم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے جس کا خوف تیرے قلب پر ظاہر ہے



یہ یاد رہے کہ یہ حق کی آواز تیری تختیر سے دب نہیں سکتی اور تیرا جھٹلانا تجھ کو اس اعلانِ حق کی زد سے نکال نہیں سکتا اور واقعہ ذی قار اس کی ایک واضح شہادت ہے خسرو پرویز یونٹو پہلے سے ہی غضبناک ہو رہا تھا حضرت عبداللہ کی اس بیباکانہ تقریر سے آپ سے باہر ہو گیا اور غصہ میں آکر نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا اور حضرت عبداللہ سے کہنے لگا چہ خوش مجھ کو عرب پر غالب آنے میں ادنیٰ سا بھی خطرہ نہیں میں بلا شرکتِ غیر سے اس پر قابض ہو سکتا ہوں کیا تجھے معلوم نہیں کہ فرعون کس طرح بنی اسرائیل کا مالک بنا۔ تم بنی اسرائیل سے بہتر نہیں ہو اور میں فرعون سے بہتر ہوں۔ پھر میرے تم پر غالب آنے اور تم کو غلام بنا لینے میں کیا چیز مانع ہے۔

رہا میری حکومت کا معاملہ سو یہ میں جانتا ہی ہوں کہ اسپرکتوں کی طرح تمہارا روانت ہیں اور تم چاہتے ہو کہ اس سے اپنا پیٹ پھرو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو اور ذی قار کا واقعہ شام کا واقعہ ہے یہ ایران ہے شام نہیں ہے۔

خسرو پرویز کا غصہ اب بھی فرو نہیں ہوا اور اس نے صوبہ یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ سرزمینِ عرب میں ایک شخص مدعیِ نبوت ہے تم فوراً دو شخص حجاز روانہ کرو تاکہ وہ اس سے باز پرس کریں کہ اس نے ہمارے ساتھ ایسی گستاخی کس لئے کی۔

باذان نے اپنے میر منشی بابویہ اور خرخرہ کو اس سفارت پر حجاز روانہ کیا۔ جب یہ دونوں طائف پہنچے تو قریش کے چند انتخابیوں سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس وقت مدینہ میں موجود ہے قریش نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کس لئے اسکو دریافت کرتے ہیں۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم اس مدعیِ نبوت سے اسکی اس جرات کا کہ اس نے فارس کے شاہنشاہ کے



دربار میں گستاخانہ خط لکھا، جو اب طلب کرنے جا رہے ہیں قریشیوں نے جب یہ سنا تو بیدخوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے یہ بہت اچھا ہوا کہ فارس کا شاہنشاہ اسکے درپے ازار ہے اب ہم کو اس سے جنگ کرنی ضرورت باقی نہ رہیگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی جماعت میں رونق افروز تھے کہ بابویہ اور خزصرہ مدینہ طیبہ پہنچے اور حاضر دربار نبوی ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سادہ مگر عظمت دربارہ کا جو اثر ان دونوں پر پڑا خسرو پر ویز کے پرہیزت دربار نے بھی کبھی ہتھوڑا اٹھاتا نہیں کیا تھا۔

بابویہ نے باذان کا خط پیش کیا اپنے مضمون خط معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ ابھی تم قیام کرو سوچ کر جواب دیا جائیگا سفارت تے پندرہ روز مدینہ میں قیام کیا بعض ارباب سیرتے بیان کیا ہے کہ آپ نے جب بابویہ اور خزصرہ کے چہرہ کو دیکھا تو طبع مبارک مکتد ہو گئی بابویہ اور اس کا ساتھی ایرانی رسم و رواج کے مطابق دائرہ منڈائے اور مونچھوں کو متکبرانہ انداز سے بل دیئے ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ متکبرانہ انداز کی تعلیم تھے کہاں سے حاصل کی۔ بابویہ نے عرض کیا کہ حضور ہمارے سلطان کا یہی طرز ہے اور ہم سب اسی لئے اس طرز کو محبوب رکھتے ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا ہاں سے مالک نے تو ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم باوقار زندگی اختیار کریں دائرہ بڑھائیں اور لبیس تر شوئیں۔ مغرور آدمی خدا کو پسند نہیں۔

پندرہ روز کے بعد آپ نے انکو مجلس میں بلایا اور ارشاد فرمایا کہ جس دنیوی جاہ جلال کے دربار سے تم میرے پاس آئے ہو قسمت نے اسکا پانسہ پلٹ دیا اور تمہارے بادشاہ "خسرو پر ویز" کو خود اس کے بیٹے شیروہ نے قتل کر دیا۔ جاؤ تمکو جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔

سنہ طبری نے بروایت واقعی بیان کیا ہے کہ شیروہ نے اپنے باپ خسرو پر ویز کو ارجمندی الاول شہدہ قتل کیا۔



کہ اسلامی حکومت کسری کے پایہ تخت تک پہنچ جائیگی۔

بابویہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگا دیکھتے آپ کہیں مجھکو دھوکا تو نہیں دے رہے ہیں اگر ایسا ہے تو یاد رکھئے کہ ہمارا بادشاہ بڑی شان و شوکت رکھتا ہے آپ اس طرح اسکی قلمرو سے جان بچا کر نہیں نکل سکتے۔ آپ نے زیر لب تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا نہیں۔ میں نے جو کچھ کہا ہی وہ سب صحیح ہے تمکو خود اس کا اندازہ ہو جائیگا۔ جب تم یہ جانتے ہو کہ میں اس کی قلمرو سے بھاگ نہیں سکتا تو پھر تمکو کیا خوف ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب باذان کے سفیروں کو واپس ہونگی اجازت مرحمت فرمائی تو خرخرہ کو ایک مٹلا پٹکہ مرحمت فرمایا یہ پٹکہ سلطان مصر مقوقس نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا اور بابویہ کو بھی اسی طرح کچھ عنایت فرما کر سفارت کو عزت و احترام کے ساتھ واپس فرمایا۔

### باذان حاکم مین۔

عرب کے صوبوں میں سے ایک مشہور و شاداب صوبہ یمن ہے۔ یمن کے معنی عربی لغت میں "برکت" کے ہیں اس صوبہ کی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے اہل عرب اسکو مین کہتے ہیں۔ یہاں عمالقہ، اہل سبا، اہل معین، عاد، اور حمیر کی مشہور سلطنتیں قائم رہ چکی ہیں اور وقتاً فوقتاً روم، فارس، اور حبشہ کی حکومتیں اسپر حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔ یمن کی حدود یہ ہیں۔ مشرق میں عمان و بحرین، مغرب میں بحر احمر۔ شمال میں حجاز نجد اور یامہ۔ جنوب میں بحر عرب۔ قدیم زمانہ میں ہندوستان، فارس، مصر اور عراق کی باہم تجارت اہل یمن ہی کے توسط سے ہوا کرتی تھی عروج اسلام سے پہلے اہل حبشہ کو شکست دیکر فارس نے اسپر قبضہ کر لیا اور سب سے پہلے جبکہ خسرو پرویز کو اسلام کا پیغام بھیجا گیا



اہل فارس ہی اسپر قابض تھے اور یہ فارس کا ایک صوبہ تھا اور اسپر باذان حکمرانی کرتا تھا باذان کے پاس جب بابویہ اور خرخرہ پہنچے تو انہوں نے دربار نبوی کے تمام حالات بیان کئے اور جو پیش گوئی اور جواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اسکو بھی نقل کر دیا۔

باذان نے جب پیغام نبوی سنا تو کہنے لگا کہ جو حالات تم نے سنائے ہیں اور پیغام تم نے لاکر دیا ہے اگر یہ سب صحیح ہے تو وہ شخص یقیناً خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

ادھر تو بابویہ اور خرخرہ "مین" واپس آئے اور دوسری طرف خیرویہ کا پیغام باذان کے پاس پہنچا کہ خسرو پرویز قتل کر دیا گیا۔ اور رعایا کو اس کے ظلم سے نجات مل گئی اور اب میں سریز آراے سلطنت ہوں۔ تمکو اسی طرح حکومت کا وفادار رہنا چاہئے جیسا کہ اب تک تمہارا طرز عمل رہا ہے۔ اور عرب کے جس شخص کے متعلق خسرو نے باز پرس کا حکم دیا تھا ماطلاع ثانی اس کے ساتھ کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ باذان ان تمام حالات و واقعات کو دیکھنے اور سننے کے بعد صداقت اسلام کا قائل اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ مشرف باسلام ہو گیا۔ باقی اہل مین سلسلہ میں حضرت علی کریم اللہ وجہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

زوالِ فارس۔

مورخین کہتے ہیں کہ شیراز پڑناپ خسرو پرویز کی بی بی شیریں پر عاشق تھا۔ لیکن شیریں کسی طرح شیرازیہ کی طرف متوجہ نہ ہوتی تھی، شیرازیہ نے یہ سمجھا کہ شاید خسرو کے قتل کر دینے کے بعد یہ مسئلہ حل ہو جائے اسلئے اُسکو قتل کر دیا۔ شیریں کو جب خسرو کے قتل کا حال



معلوم ہوا تو اس نے زہر کہا کر اپنا کام تمام کر لیا۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد شیروہ ایک روز شاہی دواخانہ پہنچا اور کسی زہری دوا کو لوشدارو سمجھ کر کہا گیا۔ ہر چند علاج معالجہ ہوا لیکن شیروہ جانبر نہ ہو سکا اس کے بعد خسرو کی بیٹی بوران تخت نشین ہوئی مگر وہ بھی کچھ زیادہ مدت تک حکومت نہ کر سکی۔ غرض خسرو پرویز کے بعد تختِ فارس پر کسی حکمران کو اطمینان سے حکومت کرنا نصیب نہوا اور حکومت فارس کے اقتدار کا آفتاب ”گہن میں آ گیا۔“

آخر سکنہ میں خلیفہ دوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لشکرِ اسلام فارس میں داخل ہوا اور اس کے اقتدار کو جو کہ ”ینزدگرد“ کے نام سے آخری سالوں لے رہا تھا ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور ”ورفش کاویانی“ کی جگہ تمام قلمرو میں ”پرچمِ اسلامی“ لہرانے لگا اور اس طرح بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت حرف بحرف صحیح ہوئی۔

اذا اهلک کسی فلا کسی بعدہ۔ جب کسریٰ ”خسرو پرویز“ ہلاک ہو جائیگا تو پھر اسکے بعد کوئی کسریٰ پیدا نہوگا۔ یعنی فارس کی حکومت کا وہ اقتدار جو خسرو پرویز کے زمانہ میں تھا ختم ہو جائیگا اور اس کی حکومت پر زہ پر زہ ہو جائیگی۔

## چوتھا پیغام شاہِ ہرمزان کے نام

زمانہ نبوت میں فارس کے ایک قطعہ پر خاندانِ شاہی کے ایک شہزادہ ہرمزان کی حکومت تھی۔ اہواز سے اہرمز تشر اور سوس اسکے قلمرو کے مشہور شہرتھے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرمزان کو یہی اسلام کا پیغام بھیجا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس نام مبارک

(۱) تاریخ التواتر ج ۱۲ ص ۱۲۱۔ مسلم حدیث ثانی۔ ۱۳۰ھ ہجری کے واقعات میں جن خطوط کا تذکرہ درست سابقہ میں آچکے ہے۔ یہ ان سے جدا صنفی طور پر بیان درج کیا گیا ہے۔



کی سفارت کا شرف کس کو نصیب ہوا۔ قیاس اسکو چاہتا ہے کہ عبد اللہ بن  
مذافہ سہمی ہی "جو کہ خسرو پرویز کے پاس پیغام لیکر گئے تھے" اسکو بھی لیکر گئے ہونگے۔  
نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

### نامہ مبارک بنام ہرمزان حاکمِ رامہر مزہ

مَنْ مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ الْإِلَهِي  
الهِرْمَزَانِ الْإِنِّي أَعُوذُ بِالْإِسْلَامِ  
أَسْلِمًا تَسْلِمًا۔  
یہ خط ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اللہ کا  
بندہ اور اسکا رسول ہے ہرمزان کے لئے۔ میں تجھکو  
اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کر اور سلامتی  
حاصل کر

نہیں معلوم کہ ہرمزان نے اسکا کیا جواب دیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ اسکے بعد عہد فاروقی  
میں حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔

۱۵۰ھ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جب سوس کے بعد رامہر مزہ کا محاصرہ  
کر لیا تو آٹھ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہو گئی۔ یزدگرد جو کیانی سلطنت کا آخری تاجدار تھا قم میں  
مقیم تھا اسکو مسلمانوں کی اس مسلسل پیش قدمی نے بہت پریشان کر رکھا تھا۔ اسکو دیکھکر  
ہرمزان نے "جو کہ شیرویہ کا ماموں تھا اور فارس کے ایک حصہ پر حاکم تھا"، یزدگرد سے کہا کہ  
اگر آپ مجھکو ہواز فارس عطا فرماویں تو میں عرب کی اس پیش قدمی کو روک دوں۔ یزدگرد  
نے فوراً ہی مان لیا اور عظیم الشان لشکر ساتھ کر دیا۔ ہرمزان نے خوزستان کے صدر مقام  
تھوستر کو فوجی چھاؤنی بنایا اور قلعہ کی مرمت کر کے جنگ کے لئے پوری طرح مستحکم کیا۔ حضرت  
ابو موسیٰ اشعریؓ و حضرت نعمان بن مقرنؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت جریر بن عبد اللہؓ



بجلی کی رضی اللہ عنہم ازیر یادت ایک لشکر چار لیکر شوستر کی طرف کوچ کیا۔ ہرمزان نے  
 پہلے روز قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا مگر شکست کھا کہ شہر پناہ کے پہانگ بند کرنے ایک  
 روز شہر کا ایک آدمی ابو موسیٰ اشعری کے پاس چھپ کر آیا اور کہنے لگا کہ جان و مال کی امان دیکھا  
 تو میں قلعہ فتح کر سکتا ہوں حضرت ابو موسیٰ نے ایک شخص اشترس نامی کو اس کے ساتھ  
 کر دیا۔ فارسی شخص ہنرد جبل سے ”جو وجہ کی ایک شلخ ہے اور شوستر کے نیچے بہتی ہے“  
 پارا اتر کر ایک تہ خانہ کی راہ سے شہر میں داخل ہوا اور اشترس کے منہ پر چادر ڈال کر کہا  
 کہ نوکر کی طرح میرے پیچھے چلا آ۔ اشترس اور فارسی شخص کوچہ و بازار سے گذر کر ہرمزان  
 کے دربار شاہی تک پہنچ گئے۔ ہرمزان اس وقت اپنے وزرا اور اماراء کے درمیان بیٹھا ہوا  
 تھا۔ پارسی شہر کو تمام عمارت اور راہوں کے نشیب و فراز دکھا کر واپس ابو موسیٰ اشعری  
 کے پاس لایا اور کہنے لگا کہ میں جو کچھ کہہ سکتا تھا کر گذرا آگے آپ کی ہمت و تقدیر اشترس نے اسکی  
 تائید کی اور عرض کیا کہ اگر دو سو بہادر میرے ساتھ کر دیئے جائیں تو میں شہر پر آسانی قبضہ  
 کر سکتا ہوں فوراً مجاہدین میں سے دو سو بہادر سامنے آئے اور اشترس کو ساتھ لیکر تہخانہ  
 کے رہتہ شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچے اور پہرہ والوں کو قتل کر کے شہر کے دروازے  
 کھول دیئے۔ دروازہ کے سامنے ابو موسیٰ فوج لئے کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی فوج  
 شہر میں داخل ہوئی اور شہر میں بھل چلی گئی۔ ہرمزان بہانگ کر قلعہ میں پہنچ گیا اور قلعہ کے  
 دروازے بند کر کے ایک برج پر کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ میرے ترکش میں اب بھی سو تیر  
 باقی ہیں اور جب تک یہ قدر آدمی زمین پر نہ ترشے لگیں میں گرفتار نہیں ہو سکتا  
 تاہم اس شرط پر اتر آتا ہوں کہ تم مجھ کو عمر ابن الخطاب کے پاس مدینہ بھیج دو اور جو فیصلہ بھی ہو  
 غمخیزی کے ہاتھ سے ہو۔ ابو موسیٰ نے اسکو منظور کر لیا اور فوراً ایک وفد جس میں حضرت



انس بن مالک اور حضرت احنف بن قیس ہی شامل تھے، فاروقِ عظیم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور وفد کے ہمراہ ہرمزان کو بھی اس شان کے ساتھ بھیجا کہ شاہی لباس بدن پر، اور تاج شاہی سر پر، تہا جو لعل و یاقوت سے مرصع تھا، اور عجب بادشاہوں کی طرح بیش بہا زیورات بدن پر تھے۔

یہ جب مدینہ پہنچے تو خلیفہ اعظم کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ کوفہ کا ایک وفد آیا ہوا ہے مسجد نبوی میں اس سے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ فاروقِ عظیم رضی اللہ عنہ صحن مسجد میں سر کے نیچے کپڑا رکھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں ہرمزان نے ساتھیوں سے پوچھا کہ عمر کہاں ہیں؟ انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ یہ شخص جو سو رہے ہیں عمر ہیں۔ ہرمزان نے کہا کہ ان کے دربان چوہدار وغیرہ کہاں ہیں ہم انہوں نے جواب دیا کہ ان چیزوں کا یہاں گذر نہیں۔ ہرمزان یہ سن کر کہنے لگا کہ یہ شان تو پیغمبروں کی ہوتی ہے ہم انہوں نے جواب دیا کہ یہ اگر چہ نبی نہیں ہیں لیکن مشکوٰۃ بنوۃ سے ہی فیضیاب ہیں۔ حضرت عمرؓ اس گفتگو سے بیدار ہو گئے۔ اٹھے تو سامنے شاہی ملبوس میں ایک شخص کھڑا نظر آیا۔ معاف فرمایا۔ ہرمزان؟ ہرمزان نے جواب دیا کہ بیشک میں ہی ہرمزان ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے سلام کو غالب کیا اور شرک ذلیل ہوا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور ہرمزان کے درمیان اس طرح سلسلہ گفتگو شروع ہوا اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ترجمان کی خدمت انجام دی۔ حضرت عمرؓ ہرمزان تو نے دیکھا کہ غداری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ نے تیری پیہم غداریوں کا تجھ کو کیا صلہ دیا۔

ہرمزان۔ عمر جب زمانہ جاہلیت تھا تو تم اور ہم دونوں قومیں جاہلیت میں مساوی تھیں



اس زمانہ میں خدا ہمارے ساتھ تھا ہم ہمیشہ تم پر کامیاب و غالب رہے اب خدا کی

مدد تمہارے ساتھ ہے اور تم ہم پر غالب ہو۔

حضرت عمرؓ۔ اچھا پیہم عہد کی خلاف ورزیوں کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔

ہرمزان۔ مجھے خوف ہے کہ اس سے پہلے کہ میں اسکا تفصیلی جواب دوں قتل نہ

کر دیا جاؤں۔

حضرت عمرؓ۔ تو اسکا قطعی خوف نہ کر۔

ہرمزان۔ مجھکو پیاس لگی ہے۔

ایک شخص نے مہولی آنجورہ میں پانی لا کر دیا ہرمزان کہنے لگا کہ اگر پیاس سے مرہی

جاؤں تو یہی اس آنجورہ سے پانی نہیں پی سکتا۔ آخر ایک عمدہ پیالہ میں پانی دیا گیا تو کہنے لگا

ہرمزان مجھکو خوف ہے کہ پینے کی حالت میں نہ مار ڈالا جاؤں۔

حضرت عمرؓ۔ بخوف پانی پی۔ جب تک پانی پیکر فارغ نہ ہو جائیگا کوئی تجھکو قتل نہیں کر سکتا۔

ہرمزان نے یہ سن کر فوراً پانی گرا دیا۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پیالے میں اور پانی لے آؤ اور جب تک یہ پانی سے فارغ نہ ہو جا

ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

ہرمزان۔ مجھے پانی کی کوئی ضرورت نہیں نہ مجھکو پیاس لگی ہے میں تو اس حیلہ سے تمہاری

امان چاہتا تھا۔

حضرت عمرؓ میں تجھکو ضرور قتل کروں گا۔

ہرمزان۔ تم مجھکو امان دے چکے اب ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔

حضرت عمرؓ۔ بالکل جھوٹ۔



حضرت عمرؓ بالکل جھوٹ۔

حضرت انس بن مالکؓ۔ امیر المومنین یہ سچ کہتا ہے آپ نے اسکو امان دیدی۔

حضرت عمرؓ انسؓ کیا مجزاة بن ثورؓ اور برادر بن مالکؓ کے قاتل کو میں امان دے سکتا ہوں۔ صحیح صحیح بیان کرو ورنہ تمکو بھی سزا ملے گی۔

حضرت انسؓ۔ امیر المومنین! ابھی آپ نے ہرمزان سے یہ فرمایا کہ جب تک تو اپنا جواب نہ دے کر لیا گیا اور جب تک تو پانی پینے سے فارغ نہ ہو جائیگا تبھے ہرگز قتل نہ کیا جائیگا ہرمزان آپکو نہ خبر سنائیگا اور نہ پانی پئے گا پھر آپ کس طرح اسکو قتل کر سکتے ہیں۔ حضرت انسؓ کے اس قول کی اہل مجلس نے بھی متفقہ تائید کی۔

حضرت عمرؓ۔ واللہ ہرمزان تو نے مجھکو دھوکا دیا۔ اب تجھکو امان ہے مگر تجھکو چاہئے کہ اسلام میں داخل ہو جا۔

ہرمزان۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

ہرمزان سے کئی در یافت کیا کہ تجھکو اس حیلہ کی کیا ضرورت تھی پہلے ہی اسلام کیوں نہ قبول کر لیا۔

ہرمزان نے جواب دیا کہ میرے دل میں اسلام کی صداقت پہلے ہی اثر کر چکی تھی۔ لیکن یہ حیلہ صرف اسلئے کیا کہ کہنے والے یہ نہ کہیں کہ قتل کے خوف سے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور دو ہزار سالانہ ان کا وظیفہ مقرر کر کے ان کو مدینہ طیبہ ہی میں رہنے کی اجازت دیدی حضرت عمرؓ اکثر فارس کی جنگوں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔



# پانچواں پیغام عزیز مصر مقوقس کے نام،

مصر و عزیز مصر

بڑا عظیم افریقہ کے شمالی حصہ کا وہ مشہور ملک جسکے تلج و تخت کے غور میں فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا مصر کہلاتا ہے۔ عروج اسلام سے قبل یہ ملک روم کی سلطنت کا ماتحت سمجھا جاتا تھا اور اس کے فرمانروا رومی حکومت کے باجگذار تھے۔ مصر کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ شمال میں بحر روم۔ جنوب میں سوڈان۔ مشرق میں بحر قلزم۔ مغرب میں ریگستان صحارے۔ مصر میں اس وقت دو قومیں آباد تھیں۔ رومی جو مصر کو اپنی نوآبادی (کالونی) سمجھ کر آباد تھے۔ تجارت و زمینداری بھی کرتے تھے اور سرکاری عہدوں پر بھی مامور تھے اور فرعون کا ایک بڑا عنصر بھی یہی تھے قبطنی جو مصر کے خاص باشندے تھے اور فراعنہ مصر کے حکومت میں صدیوں تک پیغمبروں کی اولاد "بنی اسرائیل" کو غلام بنائے رہے اور اس وقت بھی قیصر کی زیر سیادت حکمران سمجھے جاتے تھے انکا بادشاہ مقوقس بھی قبطنی ہی تھا۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب اگرچہ فرعون تھا لیکن قرآن حکیم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مصر کے بادشاہ کو عزیز کا لقب دیا ہے۔ مقوقس اگرچہ قبطنی نسل تھا لیکن رومیوں کے سلاطین کی عیسائیت کا اثر چونکہ مصر بھی قبول کر چکا تھا اسلئے مقوقس بھی مذہباً عیسائی اور اپنے مذہب کا بہت بڑا عالم تھا۔ مصر کا دار السلطنت اُس زمانہ میں مشہور شہر اسکندریہ تھا کہا جاتا ہے کہ اس ملک کی ابتدائی آبادی مصر بن مصر ام بن حام بن نوح علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے اور ایسی کی نسل اس ملک کی سب سے پہلی آباد قوم شمار کی جاتی ہے۔

۱۱ مورخین کہتے ہیں کہ مصر کی سب سے پہلی آباد قوم مصر بن حام کی اولاد تھی اور یہی لوگ یہاں برسر حکومت تھے مگر زمانہ کی تباہی عروج و زوال نے یہاں ہی اپنا اثر دکھایا اور حام بن نوح علیہ السلام کی اس نسل کے رقبے آ



## دعوتِ اسلام

شاہِ مصر "مقوقس" بھی ان چھ بادشاہوں میں سے ہے جنکو ۶۰۰ھ میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغامِ اسلام کے لئے نامہ مبارک لکھا اس سفارت کا شرف حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی کو بخشا گیا۔ حضرت حاطب ان مشہور جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بدر کے غزوہ میں شریک ہو کر اسلام کی فداکاری کا اس وقت ثبوت دیا تھا جب مسلمان بے سروسامان ہی تھے اور تعداد میں بھی کم تھے۔ انہی صحابی کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ جب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا قصد فرمایا تو حاطب نے قریش مکہ کو خفیہ خط لکھا اور اس میں آپ کے اس ارادہ کی اطلاع دی۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ حال

رقیہ لٹ نمبر ۱۱۲۹ تمدن و تہذیب اور سطوت و شوکت کا زوال شروع ہوا اور سام بن نوح علیہ السلام کی نسل میں سے علیق بن لاوذ کی اولاد نے عروج حاصل کیا۔ اولادِ علیق جنکو تاریخ میں عمالقہ کہا جاتا ہے۔ جسمانی اعتبار سے یہ قوی الجثہ اور بہادر تھے شام و اطرافِ شام عراق و اطرافِ عراق اور عربِ عجم کے بعض حصوں پر بڑی شان و شوکت کیساتھ مکرانی کرتے تھے عمالقہ نے مصر کی اس سرسبز و شاداب زمین کو بھی تانکا اور ولید بن دعوڑ نے جو اپنی فراست و کثافت میں یگانہ روزگار تھا مصر پر چڑھائی کر کے اس کو فتح کر لیا۔ یہی عمالقہ مصر میں آکر ذرا عرصہ بعد کہلائے اسلئے جو بادشاہ بھی مصر کے تخت پر بیٹھا فرعون کے لقب سے ملقب ہوا۔ قرآن عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جس فرعون (عزیز مصر) کا ذکر کیا ہے وہ اسی فرعون اکبر ولید کا بیٹا تیان تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقف میں جس فرعون کا تذکرہ آتا ہے اس کا نام ولید بن مصعب بتایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں جس فرعون کا ذکر آتا ہے اور جس نے حضرت سارہ کیساتھ شاہی خاندان کی شاہزادی حضرت ہاجرہ کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ کر دیا تھا سکا نام طوس بن مالیا یا سنان بن علوان تھا۔ اس میں بحث ہے کہ فرعون صاحب موسیٰ علیہ السلام عمالقہ میں سے تھا یا مصر کی قدیم قوم قبط میں سے لیکن اس پر اتفاق ہے کہ فرعون صاحب یوسف علیہ السلام عمالقہ میں سے تھا اور فرعون صاحب ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام قبط میں سے تھا بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے یہی اس کی تائید ہوتی ہے آپ نے صحابہ کو وصیت فرمائی تھی اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط خیراً فان لہم صہراً جب تم مصر فتح کرو تو اہل قبط سے اچھا معاملہ کرنا اسلئے ہمارا، اہل عرب کا ان کے ساتھ ناہالی رشتہ ہو یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام

۱۰۸۔ واسطائنا یہ جلد ۱۰۸۔



معلوم ہو گیا۔ اپنے حضرت علیؑ کو قاصد کے پیچھے روانہ کیا۔ حضرت علیؑ نے قاصد سے خط چھین کر دربار نبوی میں پیش کیا۔ تمام صحابہ عظام نے اس طرز عمل سے متعجب تھے۔ حضرت عمرؓ نے بیتا بنہ عرض کیا یا رسول اللہ حکم ہو تو اسکی گردن اڑا دوں؟ آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عمر۔ تمکو کیا معلوم کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہہ دیا ہو کہ ان کی غلطیاں معاف ہیں حضرت عاصم نے یہ عذر پیش کیا کہ میرے تمام اہل و عیال مکہ میں ہیں مجھے قریش کی ایذا ہی کا ہر وقت خوف لگا رہتا ہے۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ بہر صورت خدا اپنے رسول کو کامیاب کرے گا اگر میں مشرکین سے یہ ظاہر واری برتوں گا تو اس طرح میرے اہل و عیال محفوظ رہیں گے اور اسلام کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت جوش میں آئی اور عاصم کا عذر قبول ہوا، اس سیرت جلیبہ میں حضرت عاصم کی اس سفارت پر ماموری کا واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

فانہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ حدیبیہ سے
عند منصرفہ من الحدیبیۃ	فارغ ہو کر ایک روز ارشاد فرمایا۔ لوگو تم میں سے
قال ایہا الناس ایکم ینطلق بکتابی	کون شخص آمادہ ہے کہ میرا نامہ مصر کے پادشاہ
ہذا الی صاحب مصر واجرہ علی	کو پہنچا دے اور اللہ کے ہاں اجر حاصل کرے۔
اللہ فوثب الیہ عاصم رضی اللہ	حضرت عاصم یہ سن کر فوراً آگے بڑھے اور عرض
عندہ وقال انا یا رسول اللہ قال	کیا یا رسول اللہ میں اس خدمت کیلئے حاضر ہوں اپنے
بارک اللہ فیک یا عاصم	فرمایا۔ عاصم خدا تمکو برکت عطا فرمائے۔

ناری شریف میں اس واقعہ کے متعلق یہ الفاظ ہیں فقال نہ شہید ہو گا اور ایک لعل اللہ اطلع علی من شہد  
بدلاً قال اعلموا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ اپنے فرمایا کہ یہ غزوہ بدر کے شرکاء میں سے ہیں۔ تمکو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے بدریوں  
سے فرمایا ہو کہ اب جو چاہو عمل کرو مجھے تمکو بخش دیا۔ یعنی غزوہ بدر کی شرکت اور نفاق و کفر کا جمع نہیں ہو سکتے۔



غرض حضرت حاطبؓ مسافت طے کرتے ہوئے اسکندریہ پہنچے اور یہاں پہنچ کر عزیز مصر کے ایسے مقرب کی تلاش کی جو انکو اُس کے دربار تک پہنچا دے۔ آخر مقوقس کے ایک حاجبِ خاص کے ذریعہ رسائی ہوئی۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخِ مصر میں بیان کیا ہے کہ حضرت حاطبؓ جب اسکندریہ پہنچے تو شاہِ مقوقس دریائے نیل کے اندر کشتی میں سوار سپر میں مشغول تھا۔ حاطبؓ نے تاخیر مناسب نہ سمجھ کر ایک کشتی کرایہ کی اور مقوقس کے پاس پہنچ کر نامہ مبارک اسکی سپرد کر دیا۔ مقوقس نے حضرت حاطب سے پہلے ایک دلچسپ سوال کیا۔ مقوقس۔ مدعی نبوت اگر اپنے دعوتے نبوت و رسالت میں سچا ہے تو اپنے خدا سے یہ ما کیوں نہیں مانگتا کہ اُس کے ان مخالفوں کو جنہوں نے اسکو مکہ سے نکال دیا تھا تباہ و برباد کر دے۔

حاطب۔ حضرت عیسیٰؑ تمہارے نزدیک خدا کے رسول ہیں۔؟  
مقوقس۔ بیشک۔

حاطب۔ جب یہود نے انکو سولی پر چڑھایا اور تمہارے عقیدہ میں انکو سولی پر ہلاک کر دیا گیا تو انہوں نے خدا سے دعا مانگ کر کیوں نہ دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔ مقوقس۔ سچ کہتا ہے۔ تو خود ہی دانا ہے اور جبکا تو سفیر ہے وہ بھی دانا و حکیم ہے۔ مقوقس نے اس کے بعد حکم دیا کہ ترجمان حاضر ہو اور نامہ مبارک پڑھا جائے۔ ترجمان نے نامہ مبارک پڑھنا شروع کیا۔  
نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔



## رنامہ مبارک بنام شاہ مقوقس عزیز مصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مَن مَّحَمَّدٍ  
رَسُولِ اللّٰهِ اِلَى الْمَقْوِصِ عَظِيْمٍ لِقَبْطِ  
سَلَامٍ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الرَّهْدِيَّ۔ اَمَّا بَعْدُ  
فَاِنِّي اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ الْاِسْلَامِ  
فَاَسْلَمْتَ سَلِمَ يَوْمُكَ اَللّٰهُ اَجْرَكَ  
مَرْتِيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اَسْمَا  
الْقَبْطِ۔ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلَى  
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ  
لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَشْرَكَ بِهِ  
شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا  
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاَنْ تَوَلَّوْا فَعُولُوْا  
اَشْهَدُ وَاَبَاؤُنَا مُسْلِمُوْنَ ط

اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم ہے یہ خط ہے اللہ  
کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قبطیوں  
کے بادشاہ مقوقس کے نام جو ہدایت کی پیروی کر کے  
اس پر سلام۔ بعد حمد و صلوة میں تجھ کو سلام کی دعوت  
دیتا ہوں۔ سلام قبول کرے۔ سالم و محفوظ رہے گا  
اور اللہ تعالیٰ تجھ کو وہ اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے  
اسلام قبول نہ کیا تو قبطیوں کی گمراہی کا وبال ہی  
تجھ ہی پر پڑے گا۔ اسے اہل کتاب آؤ اس کلمہ  
کی جانب جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر  
ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور  
نہ کسی کو اس کا شریک مقرر کریں اور نہ آپس میں  
ہم ایک دوسرے کو اللہ کے سوا زب تسلیم کریں اور  
اگر تم کو یہ منظور نہیں تو لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان سے آپ  
کہہ دیجئے کہ ہم تو خدا کے ہی ماننے والے ہیں۔

مقوقس نے جب یہ خط سنا تو حکم دیا کہ اس خط کو ہاتھی دانت کی دو تختیوں کے  
درمیان رکھ کر سرکاری خزانہ میں محفوظ رکھو۔ اور حضرت حاطب سے کہا کہ تم چند روز ابھی آرام  
کرو اسکے بعد خط کا جواب دیا جائیگا۔ حضرت حاطب چند روز مصر میں نہایت اعزاز و



واحترام کے ساتھ مقیم رہے۔ چند روز کے بعد مقوقس نے ان کو دربار میں بلایا اور نامہ مبارک کا جواب لکھوا کر ان کے سپرد کیا۔

## رجواب مقوقس شاہ مصر،

محمد بن عبد اللہ من المقوقس  
عظیم القبط سلام عليك۔ اما بعد  
فقد قرأت كتابك وفهمت ما  
ذكرت فيه وما تدعو اليه  
وقد علمت ان نبيا قد بقى  
وكنت اظن اننا يخرج بالشام  
وقد اكرمت رسولك وبعثت  
اليك بجاريتين لهما مكان في القبط  
عظيم وبكسوة واهديت اليك  
بغلتي لتركبها والسلام عليك



یہ خط ہے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم،  
کیلئے قبطیوں کے بادشاہ مقوقس کی جانب سے  
”بعد حمد“ میں نے خط پڑھا اور جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا  
ہے اور جس شے کی طرف آپ نے دعوت دی ہے  
اسکو میں نے سمجھ لیا بیشک میں یہ جانتا ہوں کہ ایک  
نبی ابھی آئیے باقی ہیں لیکن میرا خیال یہ تھا کہ وہ  
شام میں ظاہر ہونگے۔ میں نے آپ کے قاصد کی بعید  
مدارات کی اور آپ کی خدمت میں دو لڑکیاں  
روانہ کرتا ہوں قبطیوں میں انکی بہت بڑی عزت ہے  
اور آپ کے لڑکپڑا اور سواری کیلئے خچر بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ  
آپ پر سلامتی نازل فرمائے۔

۱۱۱۱ سیرت کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ مقوقس نے تین لڑکیاں، قیصر، سیون، اور ماریہ  
ایک غلام مابور ایک خچر ایک گھوٹا لہذا اور ایک گدھا عیفر ہزار مثقال سونا اور بیس قیمتی پارچات مصری  
بیچے جس میں سے قیصر حضرت ابو جہم عبدی کو اور سیون حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئیں  
اور بعض روایات میں ہے کہ چار لڑکیاں تھیں لیکن بیشتر اور مستند روایات میں دو کا ہے۔  
زاد العاد و سیرة حلبیہ۔



# فرمانِ الاثنان حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، بنام سلطانِ مقوقس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 سَوَّلَهُ الْوَسْوَءُ الْعَظِیْمُ  
 مَطْعَمِ الْعَدُوِّ  
 وَكَانَ حَافِیًا  
 وَكَانَ اللَّهُ  
 فَعَلِكُمْ فَعَلِكُمْ  
 فَتَرَى الْكَافِرَ  
 سَوَّاسًا وَكَمَا  
 وَكَانَ اللَّهُ  
 وَكَانَ اللَّهُ  
 وَكَانَ اللَّهُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلَى الْمَقَوْسِ عَظِیْمِ الْقَبِیْطِ سَلَّمَ  
 مَنْ اَتْبَعَ الْهُدٰی - اَمَّا عَلٰی فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَاۃِ الْاِسْلَامِ اَسْلَمْتُ لَسَلْمِ یَوْمَ تَبَّكَ اللّٰهُ  
 مَرْکَبِیْنَ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلِیْكَ مَا یَفْعَلُ الْقَبِیْطُ - یَا اَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلَیْ کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنِنَا  
 اِلَّا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَلَا نَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا رِبًّا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ  
 اَشْرَکًا وَاِیَّا نَا مُسْلِْمُوْنَ ۗ نَامٌ مَّ بَارِکٌ کَ بَعْضِ الْفَاظِ اَسْمَیْ کَیْفَیْ مَخْتَلَفٌ فِیْ جَوَکِبِیْرِیْنَ وَنَحْوِیْ - رَوٰیہُ

یہ مبارک خط ایک فرانسیسی سیاح نے مصر کے شہروں میں سے اجیم کے گرجا میں ایک قبیلے کے پاس کے  
 نامہ مبارک کی شکل اور سلطان عبدالحمید شاہ ولی دولت عثمانیہ کی خدمت میں اسے لیکر حاضر ہوا اور وہ پیش کیا گیا  
 اسے نہایت حفاظت سے دیگر تبرکات نبویہ کے ساتھ قسطنطنیہ میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ خوش قسمتی سے اسکا عکس  
 میں بھی پونج گیا۔ نامہ مبارک کا اردو ترجمہ صفحہ (۱۵۰) پر درج ہے۔



حضرت حاطب دونوں کنیزوں "ماریہ" اور "سیرین" اور نچر "دلدل" اور پارچات کو لیکر بعد ازاں مصر سے روانہ ہو گئے۔ اور عزیز مصر "مقوقس" باوجود اس اقرار کے بھی سعادۃ اسلام سے محروم رہا۔ حضرت ماریہ اور سیرین دونوں راستہ ہی میں حضرت حاطب کی تعلیم سے مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔ جب حاطب یہ تمام تحائف اور جواب خط لیکر و بار قہری میں پہنچے تو آپ نے ہدایا کو قبول فرمایا اور مقوقس کا خط سن کر ارشاد فرمایا کہ بد نصیب کو ملکی ہواؤ ہو جس نے اسلام سے محروم رکھا اور یہ نہ سمجھا کہ سلطنت ناپائیدار شے ہے۔ حضرت ماریہ حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بطن سے تولد ہونے پر ام ابراہیم کہلائیں۔ اور سیرین حضرت حسان کو عطا ہوئیں۔ ماریہ اور سیرین دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے تاریخ مصر میں نقل کیا ہے کہ جب عزیز مصر "مقوقس" کے پاس نامہ مبارک پہنچا اور اسکو مضمون خط معلوم ہوا تو نامہ مبارک سینہ سے لگایا اور کہنے لگا۔ بیشک یہی وقت ہے کہ نبی منتظر ظاہر ہو۔ ہلکو توراہ و انجیل سے اس کی صفات و حالات معلوم ہیں۔ وہ پیغمبر دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہ کرے گا۔ وہ صدقہ کا مال نہ کہائے گا، اور ہدیہ قبول کرے گا، اس کے ہم جلیس مساکین و غربا نہ ہوں گے اور فہر بنوت اس کے شانوں کے درمیان ہوگی۔

اور اپنی کتاب خصایص میں مقوقس کے متعلق یہ واقعہ ہی نقل کیا ہے۔  
پیغمبر بن شعبہ کہتے ہیں کہ ابن مالک اور میں قبول اسلام سے پہلے ایک مرتبہ مصر

دا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان گوشت یا ہڈی کا اہر ہوا حصہ بیضوی شکل کا تھا۔ احادیث میں اس کی تشبیہ کبوتر کے انڈے کیساتھ دی گئی ہے۔ علماء اسکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کی حتمی دلیل قرار دیتے ہیں صحیحین بخاری و مسلم میں بارہا یہ متعدد روایات موجود ہیں۔



”مقوقس“ کے دربار میں پہنچے تو مقوقس نے ہم سے دریافت کیا کہ تم کس طرح یہاں بخیریت پہنچے۔ ہمارے اور ہمارے درمیان تو محمد رصلے اللہ علیہ وسلم، اودان کے رفعا حائل ہیں کیا انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا؟ ہم نے جواب دیا نہیں۔ مقوقس نے اس کے بعد ہم سے آپ کے حالات دریافت کرنے شروع کئے اور سلسلہ گفتگو اس طرح شروع ہوا۔

مقوقس اس کا خاندان کیسا ہے؟

مغیرہ۔ عالی خاندان ہے۔

مقوقس۔ پیغمبر عالی خاندان ہی ہوا کرتے ہیں۔

مقوقس۔ اس کی صداقت کا تم کو کیا تجربہ ہے؟

مغیرہ۔ ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اس کے باوجود مخالفت کے ہم بھی اس کو ”صادق“ اور ”امین“ ہی کہتے ہیں۔

مقوقس۔ جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کب جھوٹ بول سکتا ہے؟

مقوقس۔ اس کے پیرو کس قسم کے اشخاص ہیں؟

مغیرہ۔ کثرت سے غر بار و مساکین۔

مقوقس۔ پیغمبروں کے پیرو اول غر بار ہی ہوا کرتے ہیں۔

مقوقس۔ یثرب کے یہودی اسکے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟

مغیرہ۔ سخت مخالف ہیں۔

مقوقس۔ وہ حد سے ایسا کرتے ہیں ورنہ انہیں اسکی صداقت کا یقین ہے اور وہ بھی ہماری طرح ایک نبی کے منتظر ہیں جس کے صفات توراہ میں موجود ہیں اسکے بعد مقوقس کہنے لگا

وہ خدا کا پیغامبر ہے۔ تمام عالم کو خدا کا پیغام سنانے آیا ہے اگر قبلیوں اور رومیوں تک



اس کا بشر بیچا تو انکو بھی پیروی کرنی پڑے گی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کی تعلیم ہی یہی ہے کہ اس کی پیروی کرنا فخر دی ہے جو صفات تم نے اس کی بیان کی ہیں۔ انبیاء سابقین علیہم السلام میں بھی یہی اوصاف تھے انجام کار اسی کے حق میں ہو گا اور کسی کو اس کی مخالفت کا یا مانہ نہ رہیگا۔ اس کا دین خشکی اور تری سب میں پھیل جائیگا۔

ہم نے کہا کہ اگر تمام دنیا بھی اس کی بات کو مان لے اور اس کے دعوے کو تسلیم کر لے تب بھی ہم ہرگز ہرگز اس کی پیروی نہ کریں گے۔ مقوقس نے یہ سنکر سر ہلایا اور کہنے لگا کہ ابھی تم اس بات کو مذاق ہی سمجھ رہے ہو۔

میرے دل پر ان باتوں کا بیدار اثر ہوا اور میں نے اپنے رفیق سے کہا۔ تعجب ہے کہ شاہان عجم تک اس شخص سے خوف کہاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم اس کے رشتہ دار و پیڑوسی ہونے پر بھی اسی کے دین سے اس قدر نفرت رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس کے داعی ہمارے گہروں پر ہنچکر ہکوم سلام کی دعوت دیتے ہیں؟ اس خیال نے میرے دل پر اس قدر اثر کیا کہ جب میں اسکندریہ سے روانہ ہوا تو میں نے کوئی کینہ اور کوئی گرجانہ چھوڑا جہاں اس پیغمبر کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو جس سے اتفاق کہ میری ملاقات ایک بہت بڑے عیسائی عالم سے ہو گئی میں نے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند سوالات کئے۔ میری اور اس عالم کی گفتگو کا حاصل یہ ہے۔  
 مغیرہ۔ کیا تم کو کسی نبی کے آئینکا انتظار ہے، اگر ہے تو اسکی صفات کتب سابقہ میں کیا ہیں؟  
 عیسائی عالم۔ بیشک ہکو ایک نبی کی آمد کا انتظار ہے، وہ آخر الانیار ہے ہکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تعلیم دی ہے کہ جب وہ ظاہر ہو تو ہم اسکا اتباع کریں وہ نبی عربی اور آئی ہو گا، نام احمد ہو گا، ان کا حلیہ اور صفات یہ ہیں۔



میانہ قدا آنکھیں بڑی ہونگی اور ان میں سرخی کے ڈورے ہونگے، سرخ و سپی  
 رنگ، کپڑے موٹے ہنیں گے، معمولی غذا پر اکتفا فرمائیں گے، بڑی سے بڑی طاقت  
 سے بھی خوف نہ کریں گے، ان سے جو جنگ کریں گے وہ بھی ان کا مقابلہ کریں گے۔ ان کے  
 اصحاب ان کے ادنیٰ اشارہ پر جان فدا کریں گے آپ کو اپنی اولاد ماں باپ اور بہاؤ  
 سے ہی زیادہ محبوب سمجھیں گے، ایک حرم رکھیں گے، ہجرت کر کے دوسرے حرم  
 میں قیام کریں گے جس کی زمین پتھر ملی ہوگی اور وہاں کثرت سے کھجوروں کے درخت ہوں  
 ان کا دین، دیں ابراہیمی ہوگا۔

منغیرہ - اس کے علاوہ اور کچھ صفات بیان کیجئے۔

عیسائی عالم - تہ بند او نچا باندھیں گے "یعنی متکبروں کی طرح ایسا لباس نہ پہنیں  
 جو پیزوں پر گہٹا ہوا چلے" ۱۰

اعضائے کو دہوئیں گے "ان کی بعثت عام ہوگی، اکل سر زمین ان کے لئے جائز ہوں  
 میں نے ان باتوں، اور دوسرے پادریوں سے جو کچھ سنا تھا، ان سب کو محفوظ  
 رکھا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا اس واقعہ میں اگرچہ یہ تصریح  
 نہیں ہے کہ منغیرہ بن شعبہ کی مقوقس سے یہ ملاقات دعوت اسلام پہنچنے سے قبل ہوئی  
 یا بعد میں مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ ملاقات سجدہ کے واقعہ سے قبل ہوئی ہے۔ اسلئے  
 حضرت منغیرہ کا مصر جانا صلح حدیبیہ کے واقعہ سے قبل ثابت ہوتا ہے۔ یہ مشرکین کی  
 کسی جماعت کے ساتھ مصر گئے تھے اور وہاں سے واپس ہو کر بیعت الرضوان  
 میں شریک ہوئے۔

(۱) وضو کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) اُدسلت الی الخلق کافترا الحدیث، مسلم۔ (۳) وجعلت لى الارض  
 وطہودا (الحدیث) مسلم۔ (۴) معارف ابن قتیبہ جلد اول۔



## ذوال مصر

شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دو بارہ  
 حضرت حاطب کو عزیز مصر مقوقس کے پاس مصر بھیجا تھا۔ حضرت حاطب اس مرتبہ  
 باہرین کی ایک جماعت کیساتھ مصر اس لئے بھیجے گئے تھے کہ رومی سلطنت کا یہہ  
 جگدار ملک بھی شام کے حصص کی طرح اسلامی حکومت کے اقتدار کو قبول کر لے، کیونکہ  
 بیخ اسلامی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رومیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے زمانہ ہی سے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی اور دو مرتبہ خود پینیسہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے مقابلہ کے لئے بتوک وغیرہ کا سفر پیش آچکا تھا۔ حضرت حاطب  
 مصر کے بعض بلاد شرقیہ سے معاہدہ کر کے واپس آگئے۔ اسکے بعد عہد فاروقی میں حضرت  
 روبن العاص مصر کی فتح میں مشغول ہوئے جب یہ مصر کے قطعات پر قبضہ کرتے ہوئے  
 عطاط کے میدان میں پہنچے اور وہاں کے مشہور قلعہ کی فصیلوں کے قریب پہنچ کر نعرہ  
 یر بلند کیا اور حضرت زبیرؓ کو جانبازی کر کے فصیل پر چڑھ گئے تو عیسائی سمجھے کہ مسلم لشکر  
 ہمیں در آیا۔ یہ سمجھ کر بہاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے گہسکرو دروازہ کھول دیا اور اسلامی  
 نکر اندر داخل ہو گیا۔ مقوقس نے یہ دیکھ کر صلح کر لی۔ صلح نامہ اگرچہ تمام مصر کے لئے  
 لیا گیا تھا لیکن قیصر کو جب یہ معلوم ہوا تو سخت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ اگر قبضی نامرد ہو گئے  
 رومی تو نامرد نہیں ہیں ہم اس صلح کو منظور نہیں کرتے۔ مقوقس نے بادل نا خواستہ  
 ننگ کو پہر جاری رکھا۔ مگر مسلمانوں کے اسکندریہ تک پہنچ جانے پر اسکے حوصلے پست  
 ہو گئے۔ اور وہ جزیہ دیکر صلح کرنا چاہتا تھا مگر قیصر کے خوف سے اس کی ہمت نہوتی تھی۔  
 اہم ایک مدت معینہ تک التوار جنگ کی تحریک کی جسکو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ



نے نہ مانا مقوقس نے ایک روز تمام شہریوں کو حکم دیا کہ ہتھیار سج کر شہر پناہ کی دیواروں پر  
 نمائش کریں اس کی تعمیل عورتوں اور بچوں تک نے حضرت عمرو بن العاص نے یہ دیکھ کر  
 کہا کہ ہم تمہارا مطلب سمجھ گئے لیکن مسلم مجاہدین اس نمائش سے مرعوب نہیں ہو سکتے  
 قیصر کی ٹٹی دل فوج جب انکے سیلاب کو نہ روک سکی تو وہ تمہاری حقیقت کیا سمجھ  
 سکتے ہیں؟ مقوقس نے یہ سن کر کہا عمرو صحیح کہتے ہیں کہ انہیں عربوں نے ہمارے بادشاہ  
 قیصر کو قسطنطنیہ تک پہنچا دیا۔ رومی یہ کلمہ سن کر غضب ناک ہوئے مگر مقوقس جنگ سے  
 بیزار تھا اسلئے حضرت عمرو بن العاص سے اس شرط پر معاہدہ کر لیا کہ بوقت کامیابی نجد  
 سے اور میری قوم سے تعرض نہ کیا جائے۔ عمرو بن العاص نے اسکو منظور کر لیا۔ اس پر مقوقس  
 نے اندرونی طور پر مسلمانوں کو کافی امداد پہنچائی۔

شیخ جلال الدین سیوطی "مقوقس شاہ مصر اور حضرت بن العاص کے باہمی معاہدہ کی دفعہ  
 حسب ذیل فرماتے ہیں۔

(۱) مجھے اور تمام قبیلوں کو امان دیدیجائے اور ہمارے مذہب، آبرو، جان، اور  
 مال، کسی سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔

(۲) ہم آپ کی حفاظت میں آتے ہیں اور اسی کے بدلے میں ہم میں کا ہر ایک شخص  
 باسٹناہ بچوں، عورتوں، اور بوڑھوں، کے دو اشرفی سالانہ ادا کریگا۔

(۳) قیصر نے میری صلح کی توہین کی اور اسکو نہ مانا اور مجھکو ناوم و ذلیل کیا آپ ہرگز اس  
 کے ساتھ صلح نہ کریں اس میں ہمارے لئے سخت خطرہ ہے۔

(۴) میرا جب انتقال ہو تو اسکندریہ کے مقام "ابن حنش" میں مجھکو دفن کرنی اجازت ہے۔

(۱) اسی کا نام جزیہ ہے۔



حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان شرائط کو تسلیم کیا اور سلمہ و سلمہ میں تمام مصر فتح ہو کر اسلامی پرچم کے زیر نگیں آ گیا۔ مقوقس نے اگرچہ آپکی نبوت کی تصدیق کی، آپ کی سفارت کا انتہائی اعزاز و احترام کیا، خدمتِ اقدس میں ہدایا بھی بھیجے، مسلم اقتدار کو بھی بخوشی تسلیم کیا، با اینہم نور اسلام سے محروم رہا اور اسلام قبول نہ کیا، اور جس ملک کے لالچ میں اس سعادت سے محروم رہا وہ بھی جلد ہی اس کے ہاتھ سے نکل کر اسلامی حکومت کا ایک صوبہ بن گیا۔

### نامہ مبارک کی ایک تاریخی بحث

صاحب نامخ التواریخ "بوشیحی شاہی مورخ ہے" لکھتا ہے کہ میں جس زمانہ میں یہہ تاریخ لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں سلطان عبدالحمید خاں سلطان ترکی نے شاہ قاچار کے پاس کچھ ہدایا بھیجے تھے۔ انہیں سب سے زیادہ نایاب تحفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نامہ مبارک تھا جو اپنے عزیز مصر شاہ مقوقس کے نام بھیجا تھا۔ جن اتفاق کہ اسی زمانہ میں خدیو مصر طلسم پاشا کے بیٹے "عباس پاشا" نے قدیمی مصری دینوں کا پتہ لگایا اور اس میں ملتی دانت کی تختیوں کے درمیان ایک کاغذ محفوظ دیکھا۔ کہول کر دیکھا تو وہ نامہ مبارک تھا جو شاہ مقوقس کے نام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ طلسم پاشا نے اسکو بحفاظت تمام سلطان ترکی کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان نے جب اسکو ملاحظہ کیا تو اس کی عبارت اور اس خط کی عبارت میں تفاوت دیکھا جسکو وہ شاہ قاچار کے پاس بھیج چکا تھا۔ جو نامہ مبارک، شاہ قاچار کے پاس بھیجا گیا تھا اس کی عبارت یہ تھی:

۱) مصر میں جلیل القدر صحابہ مدفون ہیں جن میں سے چند نام یہ ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ خلق مصر۔ عبدالمدین الحارث الزبیدی۔ عبدالمدین خذافہ سہمی۔ عقبہ بن عامر جہنی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔  
حسن الحاصرہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ  
عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلَى الْعَظِیْمِ الْقَبْطِ  
وَالسَّلَامِ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الرَّهْدٰی تَوَكَّلْ  
بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ فِی كُلِّ الْاَحْوَالِ فَاَنْ  
تَوَلَّیْتَ فَعَلِیْكَ بِالْعَدْلِ وَالْقِسْطِ  
یَا اَهْلَ الْکِتَابِ سِیْرُوْا اِلٰی کَلِمَةِ  
بَیْنِنَا وَبَیْنِكُمْ اِنْ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ  
وَلَا تَعُوْدُوْا۔

مشرقا اللہ کے نام سے جو  
رحمن و رحیم ہے۔ یہ خطبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کی جانب سے جو اللہ کے بندہ اور اس کے  
رسول ہیں۔ قبطیوں کے بادشاہ کے نام۔ اس پر  
سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ بزرگ پر ہرود  
کر اور اگر تو ہدایت قبول نہ کرے تو عدل و انصاف  
کو کم از کم اپنا شعار بنائے اہل کتاب اس کلمہ کی  
طرف بڑھو جو تمام حالات میں ہمارے اور تمہارے  
درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اور تم اللہ کے سوا کسی  
کی پرستش نہ کریں اور نہ حد سے تجاوز ہوں

سلطان نے فوراً شاہ قاچار کو صل معاملہ کی اطلاع دی اور مصر سے آئے ہوئے نامہ  
مبارک کی نقل کر کے ان کے پاس بھیج دی۔ اگر صاحب نسخ کا یہ بیان صحیح ہے تو اس سے معلوم  
ہوا کہ سلطان ترکی کے پاس پہلا جو خط تھا وہ مصنوعی تھا اس خط کی عبارت بھی بے ترتیب  
ہے اور آیت قرآنی میں بھی تبدیلی کی گئی ہے۔ اصل نامہ مبارک وہی ہے جو مصر سے مستیا  
ہو تمام کتب حدیث و سیر میں بھی خط کی عبارت وہی منقول ہے۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی  
نے تاریخ مصر میں جو عبارت نامہ مبارک کی نقل کی ہے وہ بھی اسی کے مطابق ہے۔ نیز  
ابتداء واقعہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ عزیز مصر مقوقس نے نامہ مبارک کو عاج کی دو تختیوں  
میں محفوظ کر کے خزانہ میں بحفاظت تمام رکھوا دیا تھا یہی وہ خط ہے جو طلسم پاشا خدیو  
مصر کے ہاتھ آیا اور سلطان ترکی کے پاس بھیج دیا گیا۔



## چھٹا پیغام ہوزہ بن علی شاہ یمامہ کے نام

یمامہ۔

شام اور عراق کو جدا کر کے جغرافیہ نویسوں نے عرب کو پانچ صوبوں پر تقسیم کیا ہے  
ہمامہ۔ حجاز۔ نجد۔ یمن۔ عروض۔ عروض اس قطع کا نام ہے جو مشرقی حدود عراق سے  
خلیج فارس کے سوا حل تک وسیع ہے۔ اس صوبہ میں۔ یمامہ۔ عمان۔ اور بحرین۔ یمن قطع میں  
یمامہ کی حدود اربعہ یہ ہیں۔ مشرق میں، عمان، مغرب میں حجاز اور یمن کے  
بعض قطعات، جنوب میں الریح الخالی، شمال میں نجد، یمامہ عہد قدیم میں قبائل طلسم  
و جدیس کا موطن تھا۔ حجر یا قریہ ان کی حکومت کا صدر مقام تھا۔ عہد اسلامی کے قریب  
یہاں ایک قبیلہ بنو حنیفہ آباد تھا۔ مشہور بتنی کا ذب سیکہ اسی قبیلہ کا تھا جو حضرت  
ابوبکرؓ کے زمانہ میں جنگ کے بعد وحشیوں کے ہاتھ سے ذلت کے ساتھ مارا گیا۔

بعض ارباب تاریخ نقل کرتے ہیں کہ یمامہ کا قدیمی نام ”جو ا“ تھا طلسم و جدیس کی باہمی  
جنگ و جدل میں ایک مرتبہ جدیس کے قبیلہ کی ایک عورت یمامہ بنت ترکویا کے پای تخت  
کی شہر سپاہ کے پہانگ پر سولی دیکر لٹکایا گیا۔ اسی وقت سے اس شہر کا نام یمامہ مشہور  
ہوا اور پھر اس صدر مقام کے نام پر تمام خطہ کو یمامہ کہنے لگے۔  
ہوزہ بن علی۔

یمامہ اگرچہ عربی قبائل کا مسکن تھا اور اس کے سردار و حکام بھی ہمیشہ عربی نسل سے

(۱) یمامہ، عمان کے مغرب میں جضرموت و بحرین کے درمیان جو صحرائے عظیم ہے وہ برع الخالی و الدنبار کہلاتا ہے۔

(۲) ہمدانی لکھتا ہے کہ قریہ اور حجر کے معنی ایک ہی ہیں آبادی کو کہتے ہیں قدیم عربی میں آبادی کو حجر اور جدید عربی زبان  
میں قریہ کہتے ہیں۔ بحم یا قوت حموی جلد ۶



ہی ہوتے رہے لیکن عروجِ اسلام کے زمانہ میں یہ قطعہ ایرانی حکومت کا ایک صوبہ بن جاتا تھا۔ اور کسریٰ کے زیر اقتدار عربی حکام گورنری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ سہ ماہ میں پیامہ کے سردار کے نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا پیغام بھیجا تو اس وقت ہوزہ بن علی جو قبیلہ بنو حنیفہ کا فرزند تھا گورنر تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نامہ مبارک کی سفارت کا شرف حضرت سلیمان بن قیس بن عمرو عامری انصاری کو بخشا۔ سلیط مدنیہ طیبہ سے روانہ ہو کر پیام پہنچے اور ہوزہ کے دربار میں پہنچ کر نامہ مبارک اس کی سپرد کر دیا۔ ہوزہ نے بہت محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس خط کو لیا اور حضرت سلیط کو احترام و اعزاز کے ساتھ جگہ دی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ترجمان حاضر ہو۔ اس نے آکر نامہ مبارک پڑھا شروع کیا۔ الفاظ یہ ہیں۔

### نامہ مبارک خاتم ہوزہ بن علی شاہِ میسامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 من محمد رسول اللہ الی ہوزہ  
 بن علی سلام علی من اتبع الهدی  
 واعلم ان دینی سیطہر الی  
 منتہی الحنف والحافر  
 فاسلم تسلم واجعل  
 لك ما تحت  
 یدك

اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم ہے یہ خدا  
 اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے  
 ہوزہ بن علی کے نام۔ اس پر سلام جو ہدایت کا پتہ  
 ہوا، تم کو معلوم رہے کہ میرا یہ دین (اسلام) تم  
 عرب و عجم کی حدود تک پہنچے گا اور غالب رہے  
 پس تم جو چاہو کہ اسلام قبول کرے سالم رہو  
 مجھے تیرے ملک سے کوئی سرکار نہیں وہ تیرا  
 قبضہ میں بدستور رہے گا۔

ہوزہ نے نامہ مبارک سنا اور خوشنودی کا اظہار کیا، حضرت سلیط نے ہوزہ



اس طرزِ عمل کو دیکھ کر اُس کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی۔

ہو ذہ! خدا نے تجھ کو ایک بڑی جماعت کا سردار بنایا ہے اور تیرے پیرو بہت سے نارِ جنم میں ہیں۔ سردار وہ نہیں ہے جو ایمان کے آڑے آئے اور پھر اتنا ظاہر کرے۔ تیری قوم تیرے ہاتھوں سعادت کبرے حاصل کر سکتی ہے لہذا تو اپنے کو مصیبت میں نہ پھنسا۔ میں تجھ کو بہترین چیز (قبولِ اسلام) کا مشورہ دیتا ہوں۔ اور بدترین چیز (کفر) سے بچاتا ہوں۔ میں تجھ کو عبادتِ الہی کا امر کرتا ہوں اور عبادتِ شیطان سے روکتا ہوں۔ اس لئے کہ اللہ کی عبادت میں جنت ہے اور شیطان کی عبادت میں جہنم۔ اگر تو میری اس نصیحت کو قبول کرے تو تیری مراد برائے اور دہشت انگیز باتوں سے محفوظ ہو جائے۔ اور اگر تو نے نہ مانا تو تیرے اور ہمارے درمیان کاشفِ امورِ غیب (اللہ تعالیٰ) غمگین فیصلہ کر دینے والا ہے۔

ہو ذہ نے اطمینان کے ساتھ حضرت سلیط کی تقریر سنی اور نمانت کے ساتھ جواب دیا۔ اے سلیط مجھ کو اس ذات (الہی) نے سرداری بخشی ہے اگر وہ تجھ کو بھی یہ شرف بخش دے تو تو اس کو صد ہزار فخر سمجھے ابھی میں سوچ رہا ہوں اور ان امور پر غور کر رہا ہوں مجھ کو موقع دے کہ میں اپنے دل میں کوئی مستقل فیصلہ کر سکوں۔ میں غمگین کوئی جواب دوں گا۔

اس کے بعد حضرت سلیط چند روز بیمار میں مقیم رہے اور جب وہاں سے روانہ ہوئے تو ہو ذہ نے شہر "ہجر" کے مشہور پارچہ جات اور بعض دیگر ہدایا دیئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری طرف سے پیش کر دیئے جائیں اور ایک خط دیا جس میں نام مبارک کا جواب دیا تھا۔ خط کے الفاظ یہ ہیں۔



ہو ذہ بن علی کا پیغام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

ما احسن ما تداخوا الیہ  
واجملہ وانا شاعر قومی و  
خطیبہم واعرہ قہاب  
مکانی فاجعل لی بعض  
الا مرا تبغک

جس دین کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ بہت  
خوب اور بہتر دین ہے۔ میں اپنی قوم میں مشہور خطیب  
اور شاعر ہوں اسی نے عرب میری بید عزت اور  
میرا بہت پاس کرتے ہیں اگر آپ کچھ مجھ کو بھی لکھیں  
میں شریک کر لیں تو میں آپ کی پیروی کرنے  
تیار ہوں۔

حضرت سلیط ہدایا اور ہو ذہ کا خط لے کر خدمت اقدس میں پہنچے اور ہدایا پیش  
کر کے تمام حالات و واقعات بیان کئے

آپ نے ارشاد فرمایا "اگر وہ ایک چپہ زمین کا بھی ایسی حالت میں طالب ہوتے  
میں اُس کو نہ دوں گا! وہ اور اُس کا ملک سب فنا ہو جائے گا! آپ کے ارشاد کا  
آپ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ قوت اس پیغام کا مقصد یہ سمجھا کہ یہ دنیا طلبی کا ایک  
ذریعہ ہے اس لئے قبول اسلام کے لئے اس نے یہ شرط ظاہر کی حالانکہ نامہ مبارک  
میں مراحمت تھی کہ مجھ کو تیری سلطنت و حکومت سے کچھ سروکار نہیں اسلام اور ہوس  
ملک گیری تو دو متضاد چیزیں ہیں۔ اسلام قبول کر لے کہ یہی سعادت دارین اور نجات  
ابدی کا راستہ ہے۔ مگر بقول شاعر

ہمدستان قسمت را چه بود از رہبر کمال

ہو ذہ اس سعادت سے محروم رہا۔ اور جب آپ فتح مکہ سے فارغ ہو کر مدینہ والیں تھے  
لائے تو بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ملی کہ ہو ذہ اسی حالت محرومی میں دنیا سے گزر گیا



اوشلہ ہجری میں اسی کے قبیلہ تہنی صیفہ کی ایک بڑی جماعت قبیلہ کی جانب سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اُسے نیاز مندی اور قبولِ اسلام کا اظہار کیا۔ اور خلافتِ صدیقی میں جب مسیلہ کے دعوتِ نبوت کا خاتمہ ہو گیا تو قبیلہ کے باقی آدمی بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور یارسہ بھی ایرانی طاقت سے نکل کر اسلامی خلافت کا ایک جزو بن گیا۔

سیرۃ حلبیہ میں ہوذہ کی وفات اور مسیلہ کے انجام کے متعلق جو روایت نقل کی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فلما صرف رسول الله صلى الله عليه  
والله وسلم عن الفتح جاءه جبرئيل  
عليه السلام فاخبره بان هوزة  
قد مات فقال صلى الله عليه وآله  
اما ان اليمامة سينخرج بها كذا اب  
يتنبا يقتل بعدى الخ

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو جبرئیل امین (علیہ السلام) نے آکر ہوذہ کو یارسہ کی وفات کی اطلاع دی۔ آپ نے صحابہ سے اس امر کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عنقریب یارسہ سے ایک کذاب دعوتِ نبوت کرے گا (مسیلہ) مگر آخر کار میرے بعد قتل کیا جائے گا۔

حافظ ابن قیم زاد المعاد میں نقل کرتے ہیں کہ بعض اصحابِ میر کا خیال ہے کہ حضرت سلیط ہوذہ اور ثامہ ہر دو در بیان قوم کے پاس دعوتِ اسلام لیکر گئے تھے بعض روایات میں ہے کہ ہوذہ کے دربار میں دمشق کا ایک نصرانی عالم تھا ہوذہ کو اس کے ساتھ مذہبی اعتقاد تھا۔ ہوذہ نے اس کے سامنے تمام قصہ بیان کیا۔ اور مشورہ لیا کہ مجھ کو اس نبی کی اطاعت کرنی چاہئے یا نہیں۔ نصرانی عالم نے کہا کہ کتبِ سابقہ کی روایات بتاتی ہیں کہ یہ وہی نبی ہے جس کی بشارت ہم کو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے



دی ہے تم کو ضرور اس کی اطاعت کرنی چاہئے۔ لیکن ہودہ کی بدتمیزی دیکھنے کے سبب حقیقتاً  
حال واضح ہو جانے کے بعد بھی دولتِ ایمان سے محروم رہا اور غرورِ حکومت نے خدا کے  
پتھے پیغمبر کی اطاعت کے بے پھرہ رکھا۔ کاش کہ وہ یہ سمجھتا کہ اس ہادی برحق کی اطاعت کے  
حصولِ سعادتِ دینی کے ساتھ ساتھ میری دنیوی شوکت و جنت کو بھی چار چاند  
لگا دے گی!

## ساتواں پیغام حارث بن ابی شمر غسانی شاہ دمشق کے نام

شام

شام اس قطعہ زمین کا نام ہے جو شمال میں ٹرکی، جنوب میں عرب، مشرق میں  
عراق، مغرب میں بحرِ روم کے درمیان واقع ہے۔ بیت المقدس، فلسطین، بصرے،  
(جوران) اور دمشق، اس کے مشہور شہر ہیں۔ دوسری صدی عیسوی کے آخر میں یہاں  
عربی نسل کا ایک خاندان سکونت پذیر ہوا جسکو "آلِ غسان" یا "آلِ جفنہ" کہتے ہیں۔  
اس سے قبل چونکہ یہ قبیلہ سرزمینِ تہامہ میں نہرِ غسان کے کنارہ آباد تھا اس لئے اسکو  
"غسانی" کہتے ہیں۔ اور اپنے مورثِ اعلیٰ کے نام پر آلِ جفنہ کہلاتے ہیں۔ تقریباً پانچو  
سال ان کی حکومت شام پر رہی ہے۔ بصرے وہ مشہور شہر جس کا ذکر اس سے قبل  
میں آچکا ہے اور جہان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بحیرہ ابراہیم سے ہوئی

۱۷ اہلس عربی ۱۲



اس حکومت کا دارالسلطنت تھا، لیکن آپ کے زمانہ میں اس حکومت کے چند حصے  
و گئے اور ہر ایک حصہ پر سانی خاندان کے بادشاہ ہی حکمرانی کرتے تھے۔ حاکم بصرے  
بصرے میں اور عارث بن ابی ثمر دمشق میں اور جبہ بن ایہم شام کے تیسرے حصہ میں  
حکومت کرتے تھے۔

### عارث بن ابی ثمر

۶۱۶ء سے ۶۲۳ء تک اس زمانہ میں جبکہ رومی حکومت ایرانیوں سے اپنے  
ملکست خوردہ مقامات واپس لے رہی تھی، غسانیوں میں ایک شجاع اور جرئی بادشاہ  
عارث بن ابی ثمر ہوا ہے جس نے رومی سلطنت کے اقتدار کے لئے بہت بڑی جدوجہد  
کی اور اس سے قبل بھی قیصر کی حکومت کا اقتدار انہی غسانیوں کا مرہون بنتا  
ہوا ہے اس لئے رومی حکومت کے زیر سیادت شام کے ملک کی حکم برداری بڑی  
شان و شوکت کے ساتھ انہی کے ہاتھوں میں تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جب حضرت دجیہ کو قیصر کے پاس روانہ فرمایا تھا اسی زمانہ میں مطابق ۶۲۹ء  
میں حضرت شجاع بن وہبؓ کو عارث کے پاس دعوتِ اسلام دیکر بھیجا۔ عارث  
کا دارالسلطنت دمشق تھا اور وہ دمشق کے مشہور حصہ "غوطہ" میں رہتا تھا۔ شجاع بن  
وہب نامہ مبارک لیکر روانہ ہوتے تو ان کو راہ میں معلوم ہوا کہ عارث اس وقت  
اگرچہ دمشق ہی میں مقیم ہے مگر چونکہ قیصر فتح کی خوشی میں مصروف ہوا بیت المقدس  
جا رہا ہے اس لئے اس کی رسد وغیرہ کے انتظامات میں مصروف ہے۔ شجاع بن وہب  
صلی اللہ علیہ وسلم نے عارث کے پاس مستقل سفارت اس لئے روانہ فرمائی کہ صفاتِ گذشتہ کو  
معلوم ہو چکا ہے کہ عارث اگرچہ قیصر روم کے زیر سیادت حکمران تھا لیکن اپنے عربی نژاد اور پُر  
شوکت ہونے کی وجہ سے مستقل بادشاہ رہتا تھا۔



یہ حال سنکر دمشق پہنچے اور وہاں چند روز اس لئے قیام کیا کہ جب حادثہ کو فرست ہو تو نامہ مبارک اس تک پہنچائیں۔

چند روز کے قیام سے حضرت شجاع کی حادثہ کے ایک حاجب سے ملاقات ہو گئی یہ شخص رومی نسل سے تھا اور اس کا نام ”مُری“ تھا اُس نے ان سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی اور شجاع نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ مُری نے کہا کہ ابھی چند روز اور قیام کرو وقت مناسب پر تم کو پیش کر دیا جائے گا۔

شجاع کہتے ہیں کہ مُری کے ساتھ چونکہ میری بے تکلفی ہو گئی اس لئے اُس نے ایک دن مجھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی حالات دریافت کئے۔ میں نے تمام حالات اور آپ کی دعوتِ اسلام کی حقیقت کو اچھی طرح اس کے دلنشین کر دیا۔ حالات سنکر اُس پر رقت طاری ہو گئی اور کہنے لگا ”جو کچھ تم نے بیان کیا ہے انجیل میں یہی حالات اُس آنے والے پیغمبر کے پائے جاتے ہیں جس کا ہم کو انتظار ہے۔ میں اُس پیغمبر پر ایمان لاتا ہوں اور اُس کے تمام احکام کی صدق و دل سے تصدیق کرتا ہوں اشدان لا الہ الا اللہ و اشدان محمد آعبده و رسولہ“ اور پھر کہنے لگا کہ تم میرے اسلام لانے کا واقعہ کسی سے ہرگز ہرگز بیان نہ کرنا۔ اس لئے کہ مجھے خوف ہے کہ اگر حادثہ کو اس کا حال معلوم ہو گیا تو وہ مجھ کو قتل کرادے گا؛ حالانکہ وہ میری بہت عزت کرتا ہے اور مجھ کو اُس کے مزاج میں بہت زیادہ دخل ہے۔

ایک روز حادثہ نے دمشق میں بہت شان کے ساتھ دربار کیا۔ اُس وقت حاجب نے اُس سے میرا تذکرہ کیا اور اُس نے مجھ کو دربار میں بلایا۔ میں نے اُس کو نامہ مبارک دیا اور اس نے ترجمان کو دیکر پڑھنے کا حکم دیا۔ نامہ مبارک کے الفاظ



یہ ہیں۔

## نامہ مبارک بنام حارث بن ابی شمر حاکم دمشق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 من محمد رسول الله الى الحارث  
 بن ابی شمر، سلام علی من  
 اتبع الهدی وامن به وصدقا  
 وانی ادعوك ان تؤمن  
 بالله وحده لا شریك  
 له یبقی لك  
 ملك

شروع اللہ کے نام جو رحمن و رحیم ہے یہ خط اللہ کے  
 رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے  
 حارث بن ابی شمر کے نام جو ہدایت کا پیرو ہو  
 اپرا ایمان رکھتا ہو اور اسکی تصدیق کرتا ہو اپر  
 سلام میں تجھکو دعوت دیتا ہوں کہ اس بات پر  
 ایمان لے آ کہ اللہ ہی پرستش کے لائق ہے  
 اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ تیرا ملک تیرے  
 پاس محفوظ رہے گا۔

حارث نے نامہ مبارک سنا تو بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ کس کی مجال ہے  
 کبیرے ملک کی طرف نگاہ اٹھاتے۔ میں خود اس شخص کا مقابلہ کروں گا اور اگر میں  
 بھی جا کر چھپا تو برسیر عام گرفتار کر کے لاؤں گا۔ اور اسی غیظ و غضب میں حکم دیا  
 کہ گھوڑوں کی نعلبندی کرو اور مجھے کہنے لگا کہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے یہ تمام ماجرا اپنے  
 نبی کو سنا دینا۔ اور اسی وقت قیصر کو خط لکھا جس میں اس تمام واقعہ کا ذکر کر کے  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اجازت طلب کی۔ قیصر کا جواب آیا کہ فی  
 الحال اس ارادہ کو ترک کر دو اور میرے قیام بیت المقدس کی مصروفیت میں مصروف  
 رہو۔ قیصر کے جواب آنے پر حارث نے مجھکو بلایا اور دریافت کیا کہ واپسی کا کب تک  
 قصد ہے؟ میں نے کہا کہ کل ارادہ ہے۔ حارث نے حکم دیا کہ اس کو سو شقال سونا



دیکر یہاں سے رخصت کر دو۔ حارث سے رخصت ہو کر حیب واپس آیا تو اسکے حاجب "مُری" نے امر ار کیا کہ میرے مکان پر چلو۔ میں اُس کے ساتھ اُس کے مکان پر پہنچا تو اُس نے مجھ کو کچھ پارچات اور زاد راہ دیا اور کہنے لگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں میرا سلام عرض کرنا۔ میں تمہیں سے رخصت ہو کر مدینہ حاضر خدمت ہوا اور تمام واقعات بارگاہِ نبوت میں عرض کر دیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مری نے جو کچھ کہا سچ کہا اور وہ مومن صادق ہے۔ اور حارث عنقریب دیکھ لے گا کہ جس حکومت کے غرور پر اُس نے خدا کے پسندیدہ مذہب کو رد کر دیا وہ باقی رہنے والی نہیں ہے۔

### زوالِ حکومتِ شام

حارث اگرچہ اس وقت قیصر کے حکم سے مسلمانوں کے مقابلہ سے باز آ گیا تھا لیکن فتح مکہ کے بعد ہی غسانیوں نے قیصر کی سیادت میں مسلمانوں سے جنگ کا ارادہ کیا اور غزوہ موتہ اور تبوک کے واقعات اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ آخر ۳۳ھ مطابق ۶۳۶ء خلافتِ فاروقی میں شام پر پیہم حملے ہوئے اور چند ہی ماہ میں حکومتِ غسانی کا خاتمہ ہو گیا۔

صفحاتِ گذشتہ میں ان چھ بادشاہوں کا مفصل ذکر ہو چکا جن کے نام محرم ۳۳ھ میں دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں پیغاماتِ روانہ کئے گئے ہیں۔ اور اسی ضمن میں ہرمزان اور صغافر کے نام جو پیغاماتِ اسلام بھیجے گئے ان کا بھی تذکرہ آ گیا ہے۔ اور انہی واقعات میں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پیغاماتِ سلسلہٴ دعوتِ اسلام شہ ہجری میں روانہ فرمائے ہیں وہ صرف

۱۱۲ عمارت ناکام و نامراد شہہ میں مر گیا۔ ۱۱۲ بن سعد



انہی افراد میں محدود نہیں ہیں جنکا ذکر آپکا ہے بلکہ اور چند بادشاہوں کے نام بھی دعوتِ اسلام دی گئی ہے نیز شہر ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس کے بعد بھی مختلف زمانوں میں یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ پس مناسب ہے کہ ان کو بھی ذکر کر دیا جائے

## ماہنامہ اشعارِ پیامِ حبیب بن اہم غسانی شاہِ شام کے نام

شہری

حبیب بن اہم

ملکِ شام کی تاریخ کا جو تعلق غسانی قبیلہ سے ہے اس کا مختصر حال گذشتہ صفحات میں معلوم ہو چکا ہے اس حکومت کا ایک تاجدار حبیب بن اہم بھی ہے۔ ابنِ سعد کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نام بھی شہر میں اسلام کا پیغام بھیجا اور حبیب بن اہم پر صنادیدِ مشرف باسلام ہو گیا۔ اور اپنے قبولِ اسلام کی اطلاع بارگاہِ نبوت میں بھیجی اور ہدایا بھی روانہ کئے۔ حبیب اسی حالت پر قائم رہا حتیٰ کہ خلافتِ فاروقی کا زمانہ آیا۔ اتفاق سے دمشق کے بازار میں حبیب گذر رہا تھا کہ دفعتاً اس کا پیر ایک مرزنی شخص کے اوپر جا پڑا مرزنی نے ایک طمانچہ مار دیا۔ معاملہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ قصاص لیا جائے اور حبیب بھی مرزنی شخص کے طمانچہ مارے۔ حبیب کو یہ ناگوار گذرا اور کہنے لگا کیا اس کو قتل نہ کیا جائے گا؟ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ حبیب نے کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ حبیب نے کہا کہ ایک

لے بعض اصحاب سیر کا خیال ہے کہ اس سفارت کی خدمت بھی حضرت شجاع بن ہب ہی کی سپرد کی گئی تھی



معمولی آدمی اور بادشاہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اسلامی احکام میں بادشاہ و فقیر دونوں برابر ہیں۔ جو جرم اس نے کیا ہے تم بھی اسی جرم کی مقدار پر سزا دے سکتے ہو۔ جب اس وقت خاموش رہا اور پوشیدہ بھاگ کر روم چلا گیا اور وہاں جا کر نصرانی ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کی اس حرکت پر بچہ افسوس کیا۔

اور سبتِ حلیہ میں ہے کہ جب شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ جب بن ابیہم کے دربار میں پہنچے تو اس کو نامہ مبارک دیکر یقیناً فرمائی۔

بادشاہ! تیری قوم (انصار) نے اس پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کے اصلی وطن (مکہ) سے بلا کر اپنے وطن (مدینہ) میں عزت و احترام کے ساتھ پناہ دی اور ان کی ہر طرح حمایت کی۔ بادشاہ! یہ عیسوی مذہب تیرے آباء و اجداد کا مذہب نہیں ہے شام کی حکومت اور رومیوں کے قرب نے تجھ کو مذہبِ عیسوی کی طرف مائل کر دیا۔ یہی حکومت اگر تجھ کو کسے کے زیر اثر طباقتی تو تمہیں پارس مذہب کی طرف مائل کر دیتی۔ اگر مسلمان ہو جائے تو یہی ملک شام بلا شرکتِ غیر تیرا ہے اور کل شامی تیری ہیبت سے مطیع اور رومی تیرے دبدبہ سے مرعوب ہو جائیں۔

بادشاہ! اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تیرے اسلام قبول کرنے سے یہ ملک تیرے قبضہ اقتدار سے نکل جائے گا تب بھی اس کے عوض اسلام کی دولت ارزاں ہے۔ یہ آخرت کا بہترین تحفظ ہے۔

۱۷۱ حضرت شجاع نے یہ اس لئے کہا کہ صفاتِ گذشتہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ خاندان "غسانی" عرب ہی کی شاخ تھا اور انصارِ مدینہ سے ان کا نسبی تعلق تھا ۱۷۱



اور دنیا میں بھی "کلیا" کے مقابلہ میں "مساجد" ناقوس کے بدلے "اذان" اور "شعائین" کی عوض جمعہ اور عیدین، جیسی بابرکت خیریں ہم کو نصیب ہونگی۔ اور خدا کے پاس جو اس کا اجر ہے وہ تو بے نہایت ہے۔

جبکہ نے بغور حضرت شجاع کی تقریر کو سنا اور پھر یوں گویا ہوا۔

خدا کی قسم میرا دل اس بات کا بجد ممتحن ہے کہ عرب کے اس نبی امّی کی نبوت کو سب اس طرح تسلیم کر لیں جس طرح کہ رب السموات والارض کی الوہیت پر سب متفق ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بجد مسرت ہوئی کہ میری قوم (انصار) نے ان کو بخوشی نبی تسلیم کر لیا۔ مجھ کو قیصر روم نے جنگ موتہ میں شرکت کی دعوت دی تھی میں نے اس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔

لیکن میں حق و باطل کی اس دعوت کے متعلق ابھی کوئی آخری فیصلہ نہیں

کر سکا ابھی مجھ کو مزید غور و فکر کی ضرورت ہے۔

لیکن تمام ارباب سیران دونوں روایات سے مختلف اس واقعہ کو اس طرح نقل کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حبشہ کے پاس شجاع بن وہب اسدی کو بھیجا تو وہ بھی عارث کی طرح ناراض ہوا اور رومیوں کے ساتھ ملکر آما دہ جنگ ہوا۔ موتہ اور تبوک میں معاملہ چونکہ غیر منفصل رہا اس لئے خلافتِ فاروقی ۱۳ھ مطابق ۶۳۶ء میں شام پر مسلسل حملے ہوئے اور تمام حدودِ شام مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ اس وقت حبشہ نے مطلع ہو کر اسلام کو قبول کیا اور نہایت ثلث و شکوہ سے مدینہ طیبہ پہنچا۔ فاروق اعظم نے اس کی بہت مدارات کی اور نہایت اعزاز و احترام کیا۔



اتفاق وقت کہ موسم حج میں جبلہ طواف میں مشغول تھا کہ اس کی چادر کا گوشہ ایک بدوی کے پیر کے نیچے دب گیا۔ جبلہ کو سخت غصہ آیا اور بدوی کے ایک طمانچہ مار دیا۔ بدوی نے دربارِ خلافت میں فریاد کی۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ سے کہا کہ تم کو اس قصاص دینا ہوگا۔ جبلہ نے کہا کہ میں بادشاہ اور یہ ایک گنوار۔ کیا دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں اور آپ کے نزدیک بادشاہ کی کوئی عزت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں اسلام میں شاہ و گدا میں کوئی تمیز نہیں تم کو قصاص ضرور دینا ہوگا۔ یہ سنکر نے ایک روز کی مہلت مانگی اور شب میں چھپکر شام کو بھاگ گیا اور وہاں سے قسطنطنیہ چلا گیا اور وہاں جا کر نصرانی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کی جمالت پر سخت افسوس کیا۔ مگر قسطنطنیہ جا کر جبلہ اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور عمرؓ پر پشیمانی میں بسر کی مگر سعادتِ اہلام سے محروم رہا۔

ان تمام روایات میں یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ بتوک اور موتہ میں تمام عیسائی طاقتیں متفق تھیں اور آمادہ پیکار، البتہ اس کے بعد بعض سلاطین کے قلوب میں اسلام کی روشنی جلوہ گر ہوئی اور وہ عہدِ فاروقی میں مشرف باسلام ہو گئے۔

# نواں پیغامِ مندرین سلاوئے حاکمِ بحرین کے نام

## شہری

بحرین

عروہن جو عرب کے پانچ قطعوں میں سے ایک قطعہ ہے، اس کے مشہور

۱۵ لیکن یہ واضح رہے کہ سلاو میں غسانی بلو شاہ نہیں لیکن اکثر اہل غسان حافر دربارِ قسی ہو کر مشرف بلو شاہ



میں سے ایک صوبہ بحرین ہے اس کا دوسرا نام "الاحساہ" ہے۔ بحرین ساحل پر واقع ہے جس کے حدود اور بعد یہ ہیں۔

شمال میں عراق۔ جنوب میں عمان۔ مشرق میں خلیج فارس۔ مغرب میں یمامہ۔ یہ جگہ موتیوں کی کان ہے جہاں ہزاروں کشتیاں اور غواص موتی نکالتے رہتے ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی میں بحرین ایرانی حکومت کے زیر اقتدار تھا اور سناذہ یعنی آل منذر جو حیرہ اور اطراف عراق پر ایرانیوں کی جانب سے حکمراں تھے یہاں کے بھی حاکم (گورنر) تھے۔ قرامطہ جو باوجود ادعائے اسلام کے مجوسیت کے اکثر عقائد کو شامل کر کے ملحدانہ عقائد کے پیرو تھے اور جن کا فتنہ تاریخ اسلام میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کی حکومت کا مرکز یہی بحرین تھا۔

## منذر بن ساوی

شہدہ میں حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرات سے واپس تشریف لائے تو بحرین کے حاکم کے پاس پیغام اسلام بھیجا۔ اس وقت بحرین کا گورنر "سناذہ" ہے منذر بن ساوی تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک سفارت پر حضرت علامین حضرت کو مامور فرمایا اور سعیت کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی انتخاب فرمایا۔ حضرت علامہ نامہ مبارک لیکر بحرین پہنچے اور منذر کے حوالہ کر دیا۔ منذر نے نامہ مبارک

سے حجرات کو منظر اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے مال غنیمت اور قیدیوں کو محفوظ رکھا تھا اور یہیں سے شب میں مکہ جا کر عمرہ ادا کیا اور شب ہی میں واپس تشریف لائے۔ حضرت علامہ کی ولایت میں سخت انتظامات تھے بعض ان کو عبد اللہ بن عباد کہتے ہیں اور بعض ابن عبد بعض کے نزدیک ابن الفہار صحیح ہے اور بعض کے نزدیک ابو عمیرہ والدہ اعلم بحقیقۃ الحال استیجاب جلد ۲ صفحہ



ترجمان کو دیا اور ترجمان نے پڑھ کر سنایا۔ منذر نامہ مبارک کا مضمون سن کر بید  
خوش ہوا اور حضرت علاء کو عزت و احترام کے ساتھ مہمان رکھا۔ جب حضرت علاء  
رخصت ہونے لگے تو منذر نے نامہ مبارک کا جواب لکھا۔ ابن سعد نے اس واقعہ  
کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ولبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم اور عبادة سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حنفریہ کو منذر  
منصرفه من الجعترانة العلاء بن الحضرمي بن سادى شاه بحرین کجا پس نامہ مبارک لیکر بھیجا جس میں اس کو دعوتِ اسلام  
الی منذر بن ساوى العبدی و دہیٹی تھی۔ منذر نے نامہ مبارک کے جواب میں نامہ لکھا جس میں آپ کی تعریف  
هو بالبحرين يدعوه الى الاسلام اور قبولِ اسلام کا ذکر تھا اور لکھا تھا یا رسول اللہ آپ کا نامہ  
وكتب اليه كتابا فكتب الى رسول مبارك پہنچا میں اس سے قبل وہ خط بھی دیکھ چکا ہوں جو  
الله صلى الله عليه وآله وسلم بالسلام اپنے دعوتِ اسلام کے لئے اہل بحرین کے نام روانہ فرمایا تھا۔  
وتصديقه والى قرأت كتابك على میں برصا در غبت اسلام قبول کرتا ہوں۔ اہل بحرین  
اهل البحرين منهم من احب الاسلام میں سے بعض نے اسلام کو بہت پسند کیا اور مجبوراً مانا اور وہ  
واعجبه ودخل فيه ومنهم من كرهه مسلمان ہو گئے۔ اور بعض کفر پر قائم ہیں میری سرزمین میں  
وبارضى مجوس ويهود فاحداث مجوسی پارسی اور یہودی آباد ہیں میری خواہش ہے کہ  
الى في ذلك امرك۔ آپ تحریر فرمائیں کہ میں اُنکے ساتھ کس قسم کا معاملہ کروں۔

ابن نا یغ کا خیال ہے کہ منذر مسلمان ہونے کے بعد خدمتِ اقدس صلی اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا ہے اس لئے اس کو  
صحابہ کی فہرست ہی میں شمار کرنا چاہئے لیکن ابوالربیع کہتے ہیں کہ یہ قطعاً صحیح نہیں  
ہے منذر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا ہے اور نہ وہ مدینہ طیبہ



حاضر ہوئے ہیں اور یہی تحقیق صحیح و درست ہے۔

غرض منذر اور اُس کی قوم کا بیشتر حصہ مسلمان ہو گیا اور نورِ اسلام کی شعائیں اُن کے دلوں میں جلوہ افروز ہو کر انکی سعادت و اربین کا باعث ہوئیں۔

حضرت علامہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دربارِ قدسی میں حاضر ہوئے اور منذر کا خط پیش کیا۔ آپ نے اُس کو دعا و برکت دی اور اُس کے خط کے جواب میں چند نصائح تحریر فرمائیں۔ اُس نامہ مبارک کا مضمون یہ ہے۔

اما بعد فان رسلي قد حمدك و بعد حمد و صلوة۔ میرے قاصدوں نے تمہارے  
انك مهبأ تصلح اصلح اليك و طرزِ عمل کی بجد تعریف کی جس طریقہ کو تم پسند  
اثبتك على عملك وتنعم بالله و کرو محبو وہی طریقہ پسند ہے۔ اور میں تم کو تمہاری  
لرسولہ والسلام <sup>عليك</sup> رطبقات ابن سعد۔ استيعاب حکومت پر اسی طرح قائم رکھتا ہوں اور تو اللہ  
جلد ۲ صفحہ ۵۱) اما بعد بنم اور اس کے رسول کے لئے خیر خواہ رہو و اسلام

اور بعض کتبِ سیر میں تفصیل کے ساتھ اس نامہ مبارک کی عبارت اس طرح مذکور ہے

بسم الله الرحمن الرحيم۔ یہ خط ہے محمد کی جانب سے  
جو اللہ کا پیغمبر ہے۔ منذر بن سادی کے نام۔ تجھ پر  
خدا کی سلامتی ہو میں اُس خدا کی حمد کرتا ہوں  
جو یکتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں  
خدا کی یکتائی اور محمد کی رسالت کی گواہی  
دیتا ہوں۔ بعد حمد و صلوة میں تم کو خدا کی یاد  
دلاتا ہوں اس لئے کہ جو نصیحت لیا کرتا ہوں وہ اپنے ہی فائدہ پہنچاتا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم من  
محمد رسول الله الى المنذر بن  
سأوني السلام عليك فاني احمل  
الله اليك الذي لا اله الا هو اشهد  
ان لا اله الا الله ..... وان محمدا  
عبدك ورسولك اما بعد فاني اذكرك  
الله عز وجل فان مني نعم انما ينصحه



لنفسه وانه من يطعم رسلي و  
 يتبع امرهم فقد اطاعني ومن  
 نصر لهم فقد نصر لي وان ربي  
 قد اثنوا عليك خيرا واني قد  
 شفعتك في قومك فاترك للسلمين  
 ما اسلموا عليه وعفوت عن اهل  
 الذنوب فاقبل منهم وانك مما  
 تصلم فلم نعزلك عن عمالك  
 ومن اقام على يهودية او مجوسية  
 فعليه الجزية

اور جو شخص میرے قاصد کی پیروی امان کا امتثال لہر کرے گا  
 حقیقت میں میرا اتباع کیا اور جس شخص نے ان کی نصیحت  
 مانا اُس نے میری نصیحت کو مانا اور میرے قاصدوں  
 میرے حق میں بہت زیادہ خیر خواہی کی ہے اور میرے  
 ہیں میں تیری قوم کے حق میں تجھے یہ سفارش کرتا ہوں  
 کہ مسلمانوں کو ان کے مال پر مجبور نہ کرے اور میں نے خطا کا  
 معاف کر دیا پس تو بھی ان سے درگزر وادار تو جس  
 اپنے لئے بہتر جانتا ہے ہم اُس میں کوئی درانداز  
 نہ کریں گے اور تیری رعایا میں جو یہودیت یا مجوسیت  
 پر قائم ہیں اُن پر جزیرہ واجب ہے۔

اس کے علاوہ ایک نامہ مبارک اور بھی آپ نے منذر بن ساوے کے نام  
 بھیجا تھا جس میں جزیرہ و صدقات کی طلبی کا ذکر تھا۔ اس نامہ کو بھی حضرت علامہ  
 لیکر گئے تھے۔ اس کا مضمون یہ ہے۔

اما بعد فاني قد بعثت اليك  
 قدامته و اباهريرة فادفع اليهما  
 ما اجتمعت عندك من جزيت ارضك و اسلام  
 بعد حمد و صلوة۔ میں تمہارے پاس قدامت  
 ابو ہریرہ کو بھیجتا ہوں جو جزیرہ تم کو وصول  
 ہوان کے حوالہ کر دو۔ والسلام

چونکہ حضرت علامہ نامہ مبارک کی سفارت کے ساتھ ساتھ اس علاقہ کے  
 عامل "تحصیلدار" مقرر کر دیئے گئے تھے اس لئے وہ منذر ہی کے پاس متمم  
 و سویلابی کے زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قدامہ و جزیرہ



ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ایک خط مندر اور ایک خط علماء کے نام تحریر فرمایا حضرت علماء کے خط میں بھی زکوٰۃ - صدقات اور جزیہ کے جلد بھیجنے کے متعلق احکام تھے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ ان ہر سہ نامہائے مبارک کو حضرت ابی بن کعب نے تحریر فرمایا تھا۔ (ابن سعد)

## سوالِ پیغامِ ہلالِ ابنِ اُمیہ ریسِ بحرین کے نام

بحرین کے ایک اور سردار ہلال ابنِ اُمیہ کے نام بھی آپ نے اسلام کا پیغام بھیجا تھا۔ نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

(نامہ مبارک بنام ہلال ابنِ اُمیہ ریسِ بحرین)

سَلِّمُكَ اَنْتَ فَا نِي اِحْدَا لِيكَ اَللّٰهُ  
الذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَا شَرِيكَ لَهٗ  
وَ اَدْعُو كِ اِلٰى اَللّٰهِ وَ حِدَاةً  
تَوْ مِّنْ بَا لَلّٰهِ وَ تَطِيْعٍ وَ تَدَخُلُ  
فِي الْجَمَاعَةِ فَانْتَه  
خَيْرُكَ وَ السَّلَامُ عَلٰى  
مَنْ اَتْبَعَا لِهَدٰىكَ

تجھ پر سلامتی ہو۔ میں تجھ کو اُس خدا کی حمد ستاتا ہوں جو یکتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور تجھ کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں۔ تو اُس پر ایمان لے آ اور اُس کی اطاعت کر اور جماعتِ اسلام میں داخل ہو جا اس لئے کہ تیرے لئے یہی بہترین راہ ہے۔ سلامتی ہو اُس پر جو پیردی کرے ہدایت کی۔

معلوم نہیں کہ ہلال نے اس نامہ مبارک کا کیا جواب دیا اور اسلام قبول کیا یا نہیں۔



# امیرِ بصرے کے نام سے عام سلام شہِ بصری

گذشتہ واقعات میں حکومت شام کی تاریخ اور حاکمِ بصرے کا قیصرِ روم کی حکومت سے تعلق کا حال مفصل معلوم ہو چکا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازوی رضی اللہ عنہ کو امیرِ بصرے کے پاس بھی سلام کا دعوت نامہ لے کر بھیجا تھا۔ حضرت حارث اس مبارک سفارت کی تمیل میں شام کے مشہور خطہ بلقار کے قصبہ "موتہ" تک ہی پہنچے تھے کہ عنانیوں میں سے ایک شخص شرییل بن عمرو نے ان کی راہ روک کر سوال کیا کہ کہاں کا قصد ہے انہوں نے فرمایا "بصرے" علاقہ شام کا۔ شرییل نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصدوں میں سے ہے۔ حضرت حارث نے فرمایا بیشک انہی کے قاصدوں میں سے ایک قاصد ہوں۔

بد نصیب شرییل نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس شخص کو پکڑو اور قتل کر دو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں میں سے ہی پہلے قاصد ہیں جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت حارث کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو بجد صدمہ ہوا اور آپ پر اور تمام مسلمانوں کے دلوں پر ان کی مفارقت کا رنج و الم عرصہ دراز تک باقی رہا۔



# گیارہویں پیامِ جعفر بن ابی طالبؑ کے نام عمان

قطعاتِ عرب میں ایک قطعہ کا نام عمان ہے جو عرض کا صوبہ سمجھا جاتا ہے اور بحر عمان پر واقع ہے جو خلیج فارس کے قریب تھوڑے سے فاصلہ پر ہے۔ اسلام سے پہلے یہاں قبیلہ "ازد" کی ایک شاخ آباد تھی۔ اب یہاں خارجیوں کی حکومت ہے جس کا دار الحکومت سقطہ ہے۔ یہ خطہ موتیوں اور میوہ جات کے لئے بہت مشہور ہے اور نہایت سرسبز و شاداب ہے۔ عروجِ اسلام کے زمانہ میں یہاں کا حاکم جعفر بن جندی تھا اور اُس کا بھائی عبد بھی بعض حصص پر اس کی جانب سے نیابت کرتا تھا یہ دونوں "ازد" کے ہی قبیلہ سے تھے۔

## دعوتِ اسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بھائیوں کو بھی ذیقعدہ ۱۰ھ میں اسلام کا پیغام بھیجا اور حضرت عمرو بن العاصؓ فاتحِ مصر کو سفارت پر متعین فرمایا۔ عمرو بن العاصؓ کے کہیں پہنچا اور سب سے پہلے عبد سے ملاقات کی اس لئے کہ وہ اپنے بھائی کی نسبت زیادہ خلیق اور نرم تھا۔ اس سے کہا کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور تم کو اور تمہارے بھائی شاہِ عمان کو اسلام کی دعوت کا پیغام لیکر آیا ہوں۔ عبد نے کہا کہ میرا بھائی جعفر مجھ سے عمر میں بڑا بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے وہ زیادہ مستحق ہے کہ اُس کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا جائے میں



ان سے بہت جلد ہماری ملاقات کراؤں گا۔

اس کے بعد میرے اور عبد کے درمیان اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

عبد، عمر و! یہ تو بتاؤ کہ تم کس چیز کی طرف تہم کو بلا تے ہو؟

عمر و، خدا کو ایک جانور اور اس کا شریک نہ بناؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کا بند

اور رسول سمجھو یہی دو شہادتیں ہیں جو اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہیں۔

عبد، عمر و! تیرا باپ سردار قوم ہے اس کا عمل ہمارے لئے نمونہ ہو سکتا ہے تاکہ

اس نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

عمر و، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور اسی حالت میں مر گیا کاش وہ

خدا کے برگزیدہ رسول پر ایمان لاتا اور ان کی صداقت کا اقرار کرتا۔

میں بھی عرصہ تک باپ کی رائے پر قائم رہا۔ آخر خدا نے فضل کیا اور مجھے اسلام

کی دولت دی۔

عبد، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کب سے ہو گئے؟

عمر و، بہت تھوڑا عرصہ ہوا۔

عبد، کس جگہ؟

عمر و، نجاشی کے دربار میں۔ نجاشی خود بھی مشرف باسلام ہو گیا

عبد، اس کی رعایا نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عمر و، اب وہ بھی مسلمان ہو گئے اور نجاشی کو ہی اپنا بادشاہ قائم رکھا۔

عبد، کیا پادری اور شپ بھی مسلمان ہو گئے؟

اس سلسلہ میں مشرف باسلام ہونے والے



مرو، ہاں اکثر مسلمان ہو گئے۔

عبدالعمر وچ کچھ کہو سوچ کر کہو دیکھو جھوٹ سے زیادہ رسو کن کوئی دوسری چیز نہیں۔

مرو، میں نے جھوٹ ہرگز نہیں بولا۔ اسلام میں جھوٹ بولنا روا نہیں ہے۔

عبدالعمر، ہرقل قیصر روم نے نجاشی کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کیا اسکو یہ سارا حال معلوم ہو گیا

مرو، اس کو سارا حال معلوم ہے۔

عبدالعمر، یہ تم کس طرح ایسا کہتے ہو؟

مرو، نجاشی ہرقل کا باج گزار تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد اس نے خراج دینے سے

سناٹا انکار کر دیا۔ ہرقل تک یہ بات پہنچی تو اس کے بھائی نیاق نے کہا حضور

یکھئے آپ کا ایک غلام اور آپ کو خراج دینے سے انکار کرے؟ اور اس نے

حضور کے دین کو بھی ترک کر دیا۔ ہرقل نے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ اس نے ایک دین

پسند کر کے قبول کر لیا مجھے اس سے کیا سروکار۔ بخدا اگر شاہنشاہی کی پرواہ نہ ہوتی

تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا۔

عبدالعمر، مرو یہ کیا کہہ رہے ہو؟

مرو، خدا کی قسم بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔

عبدالعمر، اچھا تمہارا پیغمبر کن چیزوں کا حکم کرتا ہے اور کن چیزوں سے باز رکھتا ہے۔

مرو، اللہ تعالیٰ کی طاعت کا حکم کرتے ہیں اور معصیت، زنا، شراب نوشی،

بھراہت اور صلیب کی پرستش سے روکتے ہیں۔

عبدالعمر، کیسے پیارے احکام ہیں کاش میرا بھائی اس کا دین قبول کرے۔ اور میں اور

وہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں اور ایمان



لے آئیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر میرے بھائی نے انکار کیا اور اس کا دین قبول کیا تو وہ اپنے ملک کو بھی نقصان پہنچائے گا اور دین کو بھی۔

عمر و، اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ملک اسی کے پاس باقی رہنے دیں گے۔ البتہ یہ ضرور کریں گے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے فقرا پر تقسیم کر دیں گے۔

عبدالکبیر یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے تمہاری کیا مراد ہے۔  
عمر بن عاص، میں نے زکوٰۃ کے تمام مسائل بتائے۔

بالآخر چند روز میں نے اسی کے پاس قیام کیا۔ اور ایک روز اس نے محکمہ جعفر کے دربار تک پہنچا دیا۔ میں نے اس کو نامہ مبارک دیا۔ اس نے نامہ مبارک کی عمر توڑی اور اس کو پڑھا پڑھنے کے بعد اپنے بھائی عبدالکبیر کو دیدیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ عبدالکبیر نے اپنے بھائی کی نسبت زیادہ متاثر تھا۔ خط پڑھنے کے بعد مجھے کہنے لگا۔ قریش کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ سب سے اس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ اس کے ساتھ رہنے والے کس قسم کے آدمی ہیں۔ میں نے کہا کہ جس نے بھی اسلام کو خوشدلی اور انتہائی رغبت سے قبول کر لیا تمام دنیا و علاقہ دنیا کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاکار بن گیا ہے ہر شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کافی جانچ کر لی ہے۔

اسپر بادشاہ نے کہا۔ تم مجھے کل پھر ملنا۔

میں دوسرے روز بادشاہ سے ملنے کے ارادے سے دربار میں آیا تو پہلے

اس کے بھائی عبدالکبیر سے ملا۔ عبدالکبیر نے کہا کہ اگر ہمارے ملک کو صدقہ نہ پہنچے تو بادشاہ



مسلمان ہو جائے گا۔

یہ سنکر میں بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے کافی غور و خوض کر لیا۔ ” اگر میں ایسے شخص کا

میلے ہو جاؤں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو سارا ملک عرب محکوم کر دے

مجھے گا۔ حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے گی تو میں ایسی سخت لڑائی لڑونگا

کہ تمہیں کبھی اس سے پہلے کسی کے ساتھ ایسا سابقہ نہ پڑا ہوگا۔

میں نے اس کا یہ روکھا جواب سنکر کہا کہ آپ محکوم اجازت دیجئے کہ میں کل روانہ

ہو جاؤں اور آپ کا جواب بارگاہِ نبوی میں پہنچا دوں۔ اس وقت جعفر خاموش ہو گیا

صبح جب میں نے سفر کی تیاری کرنی تو محکوم دوبارہ بلایا اور دونوں بھائیوں نے خوشی

اسلام قبول کر لیا۔ اور ان الفاظ کے ساتھ میرے سامنے اسلام کا اقرار کیا۔

لقد للنتی علیٰ هذا النبی الاھی

تم نے مجھ کو ایسے نبی اتی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خبر

سنائی ہے کہ وہ کسی حکم دینے سے پہلے خود اسکو

کہتے ہیں اور کسی شے کو منع کرنے سے پہلے خود

اس سے پرہیز کرتے ہیں اگر وہ غالب ہوتے ہیں تو

اگرتے نہیں اور اگر مغلوب ہوتے ہیں تو اپنے مقصد

سے باز نہیں رہتے۔ وہ عہد کی وفا کرتے ہیں،

وعدہ کے صادق ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں

کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔

انہ لایا امر بخیر الاکان اول الخدہ

بہ ولا ینہا عن شی الاکان

اول تادک لہ وانہ یغلب فلا

یبطر ویغلب فلا یجبر وانہ یفی

بالعہد ویجز الوعد

واشہد انہ

نبی

اس کے بعد مفتوحہ علاقہ میں نے سالیانہ وصول کیا اور ریسِ عمان نے



اس میں میری پوری مدد کی۔ میں نے رئیسوں اور مالداروں سے وصول کر کے وہ  
 کے فقراء میں اس مال کو تقسیم کر دیا اور اس سلسلہ میں ایک عرصہ تک وہیں مقیم رہا کہ اچانک  
 وصالِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی۔ (ابن سعد)  
 جعفر نے حضرت عمرو سے اول جو تہدید آمیز باتیں کہیں معلوم ہوتا ہے کہ انکی زماں  
 مقصود تھی اور وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ واقعی یہ کسی بادشاہ کا قاصد ہے یا پیغمبرِ نبی کا  
 لیکن جب اسکو اطمینان ہو گیا کہ یہاں ملک گیری کی ہوس کا معاملہ نہیں ہے تو بخوشی  
 اسلام قبول کر لیا۔

## قیصر کے نام دوسرا پیغام شہِ ہجری

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے خصائص میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے آخر زمانہ حیات میں پھر ایک مرتبہ ہر قتل قیصر روم کے پاس اسلام کا پیغام بھیجا۔

لے صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے زمانہ میں تبوک سے نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفارت بھیجی تھی۔ حافظ ابن عساکر نے استیعاب میں اس واقعہ کے تذکرہ میں یہ لکھ دیا کہ "انہ من" یعنی  
 قیصر ایمان آیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ استیعاب کی مراد یہ ہے کہ اسلام کی تصدیق کا  
 اظہار کیا لیکن اسلام میں چونکہ داخل ہوا اور نصرانیہ ہی پر قائم رہا اس لئے مسلمان نہیں کہلایا جا سکتا  
 چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ تبوک سے جب آپ نے اس کو اسلام کی دعوت بھیجی تو اس نے جواب دیا کہ انی سلم  
 میں تو مسلمان ہی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو فرمایا کذب عدو اللہ واللہ انہ لیس سلم  
 اور بعض الفاظ میں کہ کذب علی نصرانیۃ یعنی خدا کے دشمن نے پھوٹ بولا وہ ابھی تک نصرانی ہی ہے مسلمان نہیں ہوا



اور شاد فرمایا کہ جو شخص اس نامہ مبارک کو روم کے بادشاہ کے پاس بجانے گا اس کو جنت کی بشارت ہے۔ حضرت عبید اللہ بن عبدالمطلب نے یہ سن کر پیش قدمی کی اور نامہ مبارک لیکر روم کے دربار میں پہنچے۔ قیصر پر اب بھی محبتِ سلطنت غالب آئی اور اس نے باوجود آپ کی رسالت و نبوت کے اعتراف کے اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ ایک درباری یہ تمام ماجرا دیکھ رہا تھا اس نے عبید اللہ سے خلوت میں ملکر اسلام کے محاسن سُننے اور سیرتِ نبوی کی معلومات حاصل کی اور سب کچھ سُننے اور معلوم کر لینے کے بعد مشرف باسلام ہو گیا۔ قیصر کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کو قبولِ اسلام سے منع کیا۔ مگر یہ نشہ معمولی نشہ نہ تھا۔ اور یہ خمار اُترنے والا نہ تھا۔ جب قیصر نے دیکھا کہ میری ہتدید و تخویف نے کچھ کام نہ کیا تو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ پستلار توجید نے خوشی خوشی جان دیدی اور اس طرح آخرت کی نعمت سے شاد کام ہوا۔ اور بعض اربابِ سیر نے نقل کیا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد بھی خلافتِ صدیقی یا خلافتِ فاروقی میں ہشام بن عاص قیسری مرتبہ ہر قتل کے پاس دعوتِ اسلام لے گئے ہیں۔ مگر ہر قتل نے اسلام قبول نہ کیا۔ اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن کر نون جہان میں ناشاد و نامراد رہا۔

## دعوتِ اسلام شاہِ حبشہ کے نام

### سہ ہجری

صفحاتِ گذشتہ میں تفصیلی بحث و فکر کے بعد معلوم ہو چکا ہے کہ جب نبی اکرم



صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وحی الہی کے ذریعہ آپ کو اطلاع ملی کہ ”صحفہ“ نجاشی حبشہ کا انتقال ہو گیا اور صحابہ کو جمع کر کے آپ نے اس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی۔

اس واقعہ کے بعد ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحفہ کے جانشین کے پاس اصرار کیا کہ اسلام کی دعوت کے لئے نامہ مبارک بھیجا۔ محدثین و اصحاب سیر اس کا فیصلہ نہیں کر سکے کہ اس مبارک سفارت کا شرف کس کو حاصل ہوا۔

بہت ہی نے ابن اسحاق کی روایت سے نامہ مبارک کا جو مضمون نقل کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

## نامہ مبارک بنام نجاشی

من محمد رسول اللہ الی  
النجاشی عظیم الحبشہ سلام  
علی من اتبع الهدی و  
امن باللہ وراسولہ و  
اشہد ان لا الہ الا اللہ  
وحدہ لا شریک لہ لہ یخند  
صاحبہ ولا ولدا وان محمداً  
عبداً وراسولہ وادعوك  
بدعاية اللہ فالی رسولہ  
فاسلم تسلم یا اهل الكتاب

یہ خط ہے خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام سلام آپسے جو شخص ہدایت کا پیردہو، اور اسے اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں وہ بی بی اور اولاد کی تلویث سے پاک ہے اور اس کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ اور میں تجھ کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ میں اس کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ اسلام قبول کر



تعالوا لکلمۃ سوائے . سالم و محفوظ رہے گا۔ اسے اہل کتاب اس کلمہ  
 بیننا و بینکم الا نعبد . کی طرف آؤ جو ہمارے اور  
 الا اللہ ولا نشرك بَشِيئًا . تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے  
 ولا يتخذ بعضنا بعضًا اربابًا . سوا نہ کسی کی عبادت کریں اور نہ کسی کو اس کا  
 من دون ۲ اللہ فان تو تووا . سہم و شریک بنائیں اور نہ ہم آپس میں ایک  
 فقولوا شهدا و اباؤنا . دوسرے کو اللہ کی طرح اپنا رب تسلیم کریں پس  
 مسلّمون۔ فان ابيت . اگر وہ اس کو نہ مانیں تو اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 فعليک . آپ فرمادیجئے کہ ہم تو یقیناً اسی کو پوجتے ہیں۔  
 اشم . اے نجاشی تو نے اگر میری ان باتوں کو نہ مانا  
 النصرای . تو تیری نصرانی قوم کی اس گمراہی کا وبال  
 من قومک . تیری گزہن پر ہوگا۔

اس نجاشی کے قبول و عدم قبول اسلام کے متعلق حافظ ابن حجر  
 عسقلانی و حافظ ابن قیم کی رائے یہ ہے کہ کوئی حال معلوم نہ ہو سکا اور واقعات  
 اس بارہ میں خاموش ہیں۔ اور ابن حزم و زرقانی شارح مواہب فرماتے  
 ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہوا۔

ایک رومی کے نام دعوتِ اسلام  
 شہرِ ہجری

دومۃ الجندل

یا قوت نے عجم میں بیان کیا ہے کہ دومۃ الجندل شام و مدینہ کے درمیان



دارالقریہ یا تو ایک قریہ کا نام ہے یا متعدد قریات کے مجموعہ کا نام ہے جو جبل  
 کے قریب ایک شہر پناہ سے محصور ہیں۔ اور بونکانہ جو قبیلہ بنی کلب کی شاخ پر  
 وہ یہاں آباد ہیں۔ دوسرے کے وسط میں ایک نہایت مستحکم قلعہ ہے جس کا نام مارو ہے  
 یہی قلعہ اکیدر کا قلعہ ہے۔ اکیدر سلطنت روم کا باجگزار اپنے علاقہ کا حاکم تھا۔ نبی  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس بھیجا کہ  
 جا کر اس کو اسلام کی دعوت دیں اور اگر قبول نہ کرے تو خزیہ دینا منظور کرے  
 حضرت خالد جب دوسرے پہنچے تو اکیدر کو اسلام کا پیغام سنایا۔ اکیدر نے بجائے قبول  
 اسلام کے جنگ شروع کر دی حضرت خالد اگرچہ ارادہ جنگ سے نہ گئے تھے اور  
 اسی لئے چھوٹی سی جماعت ان کے ساتھ تھی۔ مگر سیف اللہ کے لئے کثرت و قوت  
 سوال نہ تھا۔ بہت تھوڑی سی جھڑپ کے بعد اکیدر کو گرفتار کر لیا اور اسی حال  
 میں لیکر دربارِ قدسی میں پہنچے۔ اکیدر اگرچہ اسیر تھا لیکن شاہانہ لباس میں ملبوس  
 حاضر خدمت ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اعزاز کے ساتھ  
 بٹھایا۔ اور اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اکیدر نے آپ کے اخلاقِ کریمانہ کو  
 دیکھا اور کلامِ مبارک کو سنا اور برضار و رغبت مسلمان ہو گیا۔ جب اکیدر خصم  
 ہونے لگا تو آپ سے اماں کے لئے عہد نامہ لکھوایا۔ عہد نامہ کے الفاظ یہ ہیں۔

هذا کتاب من محمد رسول الله لا کیدر

حين اجاب الى الاسلام وخلق الاند

والاصنام ولاهل دومة ان لنا القنا

من الفعل والبور والمعالي اغفال الارض

یہ عہد نامہ ہے خدا کے رسول محمد کی طرف سے اکیدر

اور اہل دوسرے کے لئے جبکہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں

اصنام پرستی کو ترک کر دیا ہے۔ کہ دوسرے کے تار

کی آمدنی، بجز زمین۔ غیر مملوکہ زمین۔ نزول



والسلاح والحا فر والحصن  
 ولكم الضامنة من الثقل والمعاین و  
 من العمور لا تعدل سا رحتكم  
 ولا تعدا فاردتكم ولا یخطر علیكم  
 النسات - تقیمون الصلوة  
 لوقتها وتوثقون الزكوة بجهتها  
 علیكم بذلك عهدا لله والميثاق  
 ولكم به الصدق والوفاء شها  
 الله ومن حضر من المسلمین -

زرہ - اسلحہ - گھوڑے - اور قلعہ سرکاری ہیں - اور  
 تمام دولتِ اپنے، دریا، اور پیداواری زمینیں وغیرہ  
 سب تمہاری ملکیت ہیں - چراگا ہوں میں چرنے  
 والے جانوروں کے علاوہ کسی جانور پر زکوٰۃ نہ  
 بجا یگی اور حساب سے الگ کسی جانور کو شامل  
 زکوٰۃ نہ کیا جائے گا وقت پر نماز ادا کرو اور  
 چٹائی کے ساتھ زکوٰۃ دو تیسریہ اللہ کا عہد ميثاق  
 ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے - تم اگر عہد پورا  
 کرو گے تو ہماری طرف سے صدق و وفا کی  
 ضمانت ہے اور اس کے لئے ہم اللہ اور موجود  
 مسلمانوں کو شاہد بناتے ہیں -

اکیڈران عمود و موثیق کے ساتھ اپنی حکومت میں رہنے لگا اور مسلمانوں کے ساتھ  
 اظہار و فاواری کرتا رہا - لیکن جب اس نے یہ سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ظاہری دنیا سے وفات پائی تو تمام وعدوں کو بھلا کر مرتد ہو گیا اور دوسرے ملک  
 حیرہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں ایک عمارت دوسرے کے نام سے بنا کر اس میں  
 رہنے لگا - اور دوسرے البندل کو اپنے بھائی حُرَیث بن عبد الملک کے سپرد کر دیا

صغبات گذشتہ میں سنہ ہجری سے ترتیب وار ان تمام نامہائے مبارک کا ذکر  
 ہو چکا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عالم کے نام پیغامِ اسلام کے



سلسلہ میں بھیجے ہیں۔ اب ان بقیہ نامہائے مبارک کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے جو اگرچہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں لیکن ان کی روانگی کا زمانہ متحقق نہیں ہو سکا

## یوحنا بن رومی سردارانِ ایلہ کے نام پیغامِ سلام سنہ ۶۱۰ھ

پچھلے صفحات میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حارثِ عسائی گورنرِ شام کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور اس نے اس کو سخت ناگواری کے ساتھ محسوس کیا۔ اور آمادہ جنگ ہو گیا۔ اگرچہ ہرقل نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھا مگر اسی وقت سے شام کے عیسائی سرداروں میں مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کی کھڑی پکنے لگی۔ اور ہرقل بھی اندرونی تیاریوں میں مشغول نظر آنے لگا۔ مدینہ میں یہ شہرت تھی کہ رومی اور شامی عیسائی گھوڑوں کی نعلبندی کر رہے ہیں۔ اور عنقریب آجاسہ پہنچیں اور یہ شہرت بہت کچھ حقیقت پر مبنی تھی۔ صحابہ میں اس واقعہ کی اس قدر شہرت تھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک معاملہ کی وجہ سے ازواجِ مطہرات سے کچھ ناخوش ہو گئے اور "ایلاہ" کا مشہور واقعہ پیش آیا تو ایک صحابی نے جب فاروقِ اعظم کے سامنے اچانک یہ کہا "غضب ہو گیا" تو فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا رومی عیسائی آگئے۔ جب یہ خبر اس درجہ مشہور ہوئی کہ کئی لاکھ کی جمعیت سے روم کا بادشاہ عنقریب حملہ آور ہونے والا ہے تو آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ پیش قدمی کر کے دشمن کے ملک کو میدانِ جنگ



بنایا جائے۔ اس ارادہ سے سخت گرمی کے باوجود مجاہدین فی سبیل اللہ کا پرشکوہ لشکر منافقین کے اس بزدلانہ فقرہ "لا تنفروا فی الحرا" سخت گرمی میں ہرگز مت جاؤ" کا جواب دیتا ہوا "فارجعنا مثلاً حرا" جہنم کی آگ جو ترکِ جہاد کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس سے زیادہ گرم ہے "توک کے میدان میں جا پہنچا۔ رومیوں کو جب مسلمانوں کی پیشقدمی کا یہ حال معلوم ہوا تو وہ مسلمانوں کی فداکارانہ زندگی اور مجاہدانہ استقلال و ثبات سے متاثر ہو کر ارادہ جنگ کو کسی دوسرے وقت پر مال کر پہلے ہی منتشر ہو چکے تھے۔

ایلیہ

علاقہ حجاز کی انتہا اور علاقہ شام کی ابتداء میں بحرِ قلزم کے کنارہ یہ شہر آباد ہے۔ ابو المنذر کا بیان ہے کہ یہ نام ایلیہ بنت مدین بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ "ایلیہ" فسطاط اور مکہ معظمہ کے درمیان بحرِ قلزم کے کنارہ واقع ہے اور شام کے شہروں میں شمار ہوتا ہے اور ابو زید کہتا ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے اور ان یہود کا مسکن رہ چکا ہے جنہر خدائے قدوس نے "سبت" کے روز پھلی کا شکار حرام کر دیا تھا اور انہوں نے اس کی نافرمانی کر کے خدا کی لعنت سرلی تھی یعنی بحکم الہی کو نواقرۃ خاصین پھر دینے یہ بستی اب بھی یہودیوں کا مسکن تھی اور یوحنا بن ربیع اس کا حاکم تھا۔ اور اب اس کو عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی عقبہ ہے جو آجکل انگریزی بستی کا جولا نگاہ بنا ہوا ہے۔ اور جس کے تحفظ کے لئے حکومتِ حجاز بیارگی کے ساتھ دست و پا مار رہی ہے۔ اس لئے کہ قریبی دورِ حکومت میں بھی عقبہ اور معان دونوں



حقیقت میں حجاز کی حکومت ہی کے زیرِ سیادت تھے۔ اور مقاماتِ مقدسہ کا جزو پر  
 بہر حال مجاہدینِ اسلام جب مدینہ واپس ہونے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 نے یوحنا بن ربیعہ سردارِ ایلہ اور شہر کے عمائد کو اسلام کی دعوت کے لئے نام لکھا  
 بھیجا۔ جس کو حضرت اُبی بن کعب نے تحریر فرمایا۔ یہ نامہ مبارک بہت مفصل ہے  
 ”مجاہدین“ سے متعلق احکام کی ایک بہترین دستاویز ہے۔ نامہ مبارک  
 عبارت یہ ہے۔

### نامہ مبارک بنام یوحنا حاکم ایلہ (عقبہ)

سَلَامٌ اَنْتُمْ فَاِنِ اِحْدَا لَيْكُمْ تَمَّ بِسَلَامٍ هُوَ فِي تَهَارِے نَسِے اِسْ خَدَا كِ  
 اَللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاِنِ كَرْتَا هُوں جَوِی كِتَا بَے اُو ر اِسْ كَے سَوَا كُوْنِے  
 لَمْ اَكُنْ لَا قَاتِلَكُمْ حَتّٰی اَتْبَلِیْكُمْ مِیْن تَهَارِے سَا تَهْ كِی قِسْمِ كِی جَنْكِ كَا اِرَا  
 فَا سَلِمُوا وَا عْطُوا الْجِزْيَةَ وَا طَعُوا اللّٰهَ وَرِسَالَهُ وَرِسَالَے  
 وَا كْرَمُوْهُمُ وَا كْسُوْهُمُ كِسْوَةَ حَسَنَةٍ مِیْرِی تَحْرِی رِی حُجَّتْ نَهْ پَسِیْجْ جَا ئَے تَهَارِے  
 خَيْرَ كِسْوَةِ الْغُرَّاءِ وَا كْسُوْ زَيْدًا یَے بَهْرَے كَے یَا سَلْمَانَ هُو جَاؤْ اُو ر یَا حُزْنَ  
 كِسْوَةَ حَسَنَةٍ فَمَهْمَا رَضِیْتُمْ مَنظُو ر كُرُوْ اُو ر اَشْرَا وَا اللّٰهَ كَے رَسُو لِ اُو ر كَے  
 رَسُو لِ كَے قَا صِدُوْں كِی فَرْمَا بَر دَا رِی قَبْلِ كُرُوْ رَسُو لِ قَا نِی قَدْرَ حَضِیْتُمْ وَ قَدْ  
 یَا مَنِ الْبُرُوْا لِبَعْدِ فَا طَعُوا اللّٰهَ كَے كِپڑے كَے عِلَا دَهْ جَو كَے رِیْشِیْ هُو تَا ہِے پَار چَا پْتَا  
 وَرَسُوْلَهُ وَا مِیْنَعُ عَنْكُمْ كُلَّ حَقِّ نَزْر دُو رَ جِن بَا تُوں پَر یَے رَا ضِیْ هُوں۔ اِسْ سِی  
 اِنْ رَا ضِیْ هُوں۔ اُو ر اِن كُو جِزْیَے كَے بِنَامِے



کان للحرب والعجم الا حق الله  
 وحق رسوله وانك ان تردتم  
 ولم ترضهم لا اخذ منك شيئاً  
 حق اقا تلکم فاسبى الصغیر  
 واقتل الکبیر فانی رسول الله  
 بالحق اومن بالله وکتبه و  
 رسله وبالمسیح بن مریم  
 انه کلمة الله وانی اومن  
 به انه رسول الله و انت  
 قبیل ان میسکم الشر  
 فانی فتدا وصیت  
 رسلی بکم و انت  
 حرمة ثلثة اوسق  
 شعیر وان حرمة  
 شفع لکم وانی لولا الله  
 وذلک لمرار اسلک  
 شیئاً حتی تری الحلیش  
 وانکم ان اطعمتم رسلی  
 فان لکم جبار

بتا دیے گئے ہیں۔ اگر تم کو امن کی زندگی  
 پسند ہے اور خشکی و تری میں فتنہ و فساد اور  
 شور و شر منظور نہیں ہے تو اللہ کے پیغمبر کی  
 اطاعت اختیار کرو۔ اس کے بعد عرب و عجم  
 میں کوئی تم کو آٹھ کر نہ دیکھ سکے گا۔  
 البتہ اللہ اور اس کے رسول کا حق کسی دت  
 بھی معاف نہیں ہوتا۔

اور اگر تم نے ان باتوں کو نہ مانا اور روک دیا  
 تو مجھ کو تمہارے ہا یا د عطا یا کی کوئی حاجت نہیں  
 اور محکوم فتنہ کے لئے جنگ کرنی پڑے گی۔  
 اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑے قتل کئے جائیں گے  
 اور چھوٹے گرفتار۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں  
 کہ میں خدا کا سچا پیغمبر ہوں۔

اٹھ پر اس کی کتابوں پر اس کے پیغمبروں پر  
 بیان رکھتا ہوں اور یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ  
 مسیح بن مریم خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں  
 اس لئے بت رہا ہے کہ شور و شر سے پہلے تم  
 ان باتوں کو خوب سمجھ لو۔ میں نے اپنے قاصد  
 کو اس بارہ میں خوب سمجھا دیا ہے۔ حرم میرے



محمد و من یكون  
 منه وان برسلی  
 شرحبیل و ابی و حرملہ  
 و حریث بن زید  
 الطائی فافهم  
 مہبات اذنوك  
 علیہ فقد اذینتہ  
 وان لکم ذمۃ  
 اللہ و ذمۃ محمد  
 رسول اللہ و السلام  
 علیکم ان اطعم  
 و جہزوا اهل  
 مقنا  
 الی  
 ارضہم

پاس میں دست (جو) لیکر آئے تھے اور  
 سفارش کرتے تھے اگر خدا کے حکم کی تعمیل  
 تمہارے متعلق حرمہ کی نیک گمانی کا پاس  
 تو مجھ کو اس خط و کتابت کی ضرورت نہ  
 اس کی بجائے جنگ کا میدان گرم ہوتا  
 قاصدوں کی تم نے اطاعت کر لی تو اسی  
 سے تم کو میری اور ہر اس شخص کی تمجید  
 ہے ہر قسم کی پناہ اور مدد حاصل ہے  
 مجھ کو کہ میرے قاصد شریبیل بن حسنہ  
 حرمہ اور حریث بن زید طائی جو فیصلہ  
 متعلق کرینگے میں اس کھلی طور پر متفق ہو  
 تم اس وقت اللہ اور اس کے رسول کے  
 پناہ میں ہو۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو  
 اور اہل مقنا (مقام مقنا کے بیٹوں) کو  
 پر قائم رہنے دو۔

یوتھنہ اس کے جواب میں خود "بتوک" خدمت اقدس میں حاضر  
 اس شرط پر خزیہ دنیا قبول کر کے اسلام کی اماں میں داخل ہو گیا کہ  
 کے ذمہ سال بھر میں ایک دینار ادا کرنا ہوگا۔ اور خزیہ کی یہ تعداد  
 سے کچھ زیادہ شمار کی گئی۔ اور عورتیں اور بچے اس خزیہ میں سے معاف کیے



# سردارِ بنی کلب کو دعوتِ اسلام

## سنہ ہجری

صنعت بن عمرو کلبی

ابن سعد راوی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ اس لئے دو مہ الجندل روانہ فرمایا کہ وہ قبیلہ بنی کلب اور اس کے سردار کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے حضرت عبدالرحمن کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھتے رہنا۔ حق تعالیٰ تم کو کامیاب کرے گا اور اگر تم کامیاب ہو جاؤ تو سردار کی بیٹی سے اپنے نکاح کا پیغام دینا وہ ضرور قبول کرے گا۔

حضرت عبدالرحمن دو مہ الجندل پہنچے اور بنی کلب اور ان کے سردار اصمغ بن عمرو کلبی کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اصمغ اور اس کی قوم نصرانی المذہب تھے تین روز ان کے اور حضرت عبدالرحمن کے درمیان مذہب پر مکالمہ رہا تین روز کے بعد سردار قوم ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ مشرف باسلام ہو گیا اور ایک چھوٹی سی جماعت نے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

اس سے پہلے صنمہ پر معلوم ہو چکا ہے کہ اکیدر بھی بنو کلب ہی میں سے ہے اور وہ مکہ کا حاکم خود تھا۔ مذاصغ کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اکیدر کے ماتحت کس حصہ میں حاکم تھا یا تنبید کے کس وطن کا سردار تھا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اصمغ کو اکیدر کے بعد اسلام کی دعوت دی گئی یا اس کے

پہلے ۲۲۳ و ۲۲۴



حضرت عبدالرحمن نے اس فتح و کامرانی کے بعد سردارِ قبیلہ کی بیٹی تمار سے نکاح کا پیغام دیا جس کو صبح سردارِ قبیلہ نے بخوشی منظور کر لیا۔ حضرت عبدالرحمن اپنی بی بی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بانیل و مرام مدینہ طیبہ واپس آگئے اور بارِ قدسی میں حاضر رہنے لگے۔

## ذوالکلاع و ذومعمود کے نام سے عام اسلام

۱۰ ہجری

جس طرح روم کے بادشاہوں کو قیصر، فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ، کتے ہیں اسی طرح مین پر حکومت کرنے والے بادشاہوں کا لقب تیج تھا۔ کسی زمانہ میں صدیوں تک تبا بعاہ مین پر بڑی عظمت و شان کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔ مگر بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ایک عرصہ پہلے سے یہ حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ تاہم اب بھی مین کے مختلف حصص پر سردارانِ تمیر و سردارانِ تبا بعاہ پر حکومت تھے۔ انہی سرداروں میں سے ذوالکلاع بن ناگور بن حبیب اور ذومعمود دو سرداروں کے نام آپ نے اسلام کی دعوت بھیجی۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلي رضی اللہ عنہ کو اس کی سفارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت جریر دربار میں پہنچے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے زبانی ان کو اسلام کا پیغام سنایا۔ دونوں نے بخوشی پیغام کو سنا اور مشرف باسلام ہو گئے اور ساتھ ہی ذوالکلاع کی بی بی صریبہ بنت ابرہہ بھی مشرف باسلام ہو گئی۔

۱۱ اس زمانہ میں ذوالکلاع کی حکومت مین کے بعض اضلاع اور طائف پر تھی۔



حضرت جریر ابھی ہیں مقیم تھے کہ ذوِ عمر دنے ایک روز سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی ان کو اطلاع دی حضرت جریر باخزن و ملال واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے کہتے ہیں کہ ذوالکلاع زمانہ فاروقی میں تاج و تخت کو چھوڑ کر مدینہ آگئے اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے لگے۔

## سیلہ کذاب اور دعوتِ اسلام شہہ ہجری

اربابِ سیر لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفیر ہوزہ بن علی بن ابی طالب کو جب دعوتِ اسلام کیلئے نامہ مبارک بیکر گیا تھا۔ تو اہل یمامہ اور سیلہ کذاب یمامہ بن کبیر بن حبیب کو بھی اسلام کا پیغام سنایا تھا۔ اہل یمامہ نے طے کیا تھا کہ ایک وفد دریافت حالات کے لئے مدینہ بھیجا جائے۔ ارکانِ وفد میں مجاہد بن ضرارہ رجال بن عتفہ کے اور ثمامہ بن کبیر سیلہ بھی تھے۔ ارکانِ وفد جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر رہے کچھ وقفہ کے بعد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیس بن ثمالی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں رونق افروز ہوئے اور وفد کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ سیلہ کہنے لگا کہ میں اس شرط پر ایمان قبول کر سکتا ہوں کہ آپ وعدہ کریں کہ بعد وفات آپ کی نیابت و خلافت مجھ کو ملے گی۔

آپ کے ہاتھ میں کڑی کی ایک شاخ تھی سیلہ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر قبولِ اسلام بھی اس قسم کی حرص آمیز شرط پر موقوف ہے تو



واضح رہے کہ میرے ہاتھ میں جو یہ شاخ ہے اگر تو اس کا ٹکڑا بھی مانگے تو نہ ملے گا۔  
مجھ کو خدا کی طرف سے دکھا دیا گیا ہے کہ تیری نیت کیا ہے؟ اور اس کی بدولت  
تیرا کیا حشر ہوگا؟ اس کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے اور فرمایا کہ بقیہ گفتگو ثابت بن  
قیس بن ثمالس کرینگے۔

مسئلہ کو جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ ”مجھ کو خدا کی طرف سے دکھایا  
گیا ہے۔“ اس سے اس خواب کی طرف اشارہ تھا جو کتبِ احادیث میں مذکور ہے کہ  
ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ پر دو سونے کے کنگن رکھے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر  
ناگوار گذرا۔ خدا کی طرف سے وحی آئی کہ ان کو پھونک سے اڑا دو۔ میں نے فوراً  
ان کو پھونک سے اڑا دیا۔

صبح کو میں نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ میرا زمانہ میں دو کذاب نبوت کا جھوٹا  
دعوے کرینگے اور انجام کار ذلیل ہوں گے۔

اس گفتگو کے بعد اہل یمامہ کا وفد یمامہ واپس آ گیا۔ اور چونکہ ہودہ بن علی  
مرچکا تھا اور سیلہ کی سرداری تسلیم کر لی گئی تھی۔ اس لئے سیلہ نے اتنے ہی نبوت کا  
دعوے کر دیا اور رجال بن عنفہ نے جو کہ وفد کا رکن تھا اہل یمامہ کے سامنے  
شہادت دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیلہ کو رسالت و نبوت میں اپنا  
شریک کر لیا ہے یہ سن کر ابو حنیفہ اور دیگر قبائل یمامہ نے سیلہ کی پیروی کا اقرار  
کیا اور اس کو نبی ماننے لگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن اسیہ ضمری کو ایک مرتبہ پھر یمامہ  
بھیجا کہ اہل یمامہ اور سیلہ کو اسلام کی دعوت دیں حضرت عمرو ضمری یمامہ پہنچے اور



سیلہ کو دعوتِ اسلام دی۔ سیلہ نے سرداری کے گھمنڈ میں کچھ پرواہ نہ کی اور عمرو بن جارد و جنتی کو حکم دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب لکھے۔ عمرو نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کی عبارت یہ ہے۔

من مسیلة رسول الله الى محمد رسول الله  
 اما بعد فان لنا نصف الارض و بعد حمد نصف ملک ہمارا ہونا چاہئے اور نصف  
 لقریش نصفها ولكن قریشاً لا ینصفون<sup>سلام</sup> قریش کا لیکن قریش با منصفانہ برتاؤ برتتے ہیں دوام  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خط پہنچا تو آپ غضبناک ہو گئے اور  
 فرمایا کہ اس کا ذب نے خدا پر بہتان طرازی کی اور تو اس کو لے کر آیا۔ جی تو یہ چاہتا  
 ہے کہ تجھ کو قتل کر دیا جائے مگر چونکہ تو سفیر ہے اس لئے اس جبارت کے باوجود  
 تجھ کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس کا  
 جواب لکھیں، نامہ مبارک کا مضمون یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ من محمد  
 النبي الى مسيئة الكذاب۔ اما بعد  
 يلقي كتابك الكذاب و الا فتراء على  
 الله وان الارض لله يومئذ  
 من يشاء من عباده و العاقبة  
 للمتقين و السلام على من  
 اتبع الهدى  
 اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ مبارک حبیب بن زید بن عاصم کو دیا کہ



وہ اس کو پیامہ مسیلہ کے پاس لیجائیں اور حضرت عبداللہ بن وہب اسلمی اور حضرت سائب بن عوام کو ہمراہ کر دیا۔ یہ وفد جب مسیلہ کے پاس پہنچا تو مسیلہ نے غصہ میں آکر حضرت صیب کے ہاتھ پر قلم کر ڈالے۔ باقی ارکانِ وفد خدمت اقدس میں واپس آگئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ کو سجدہ رنج ہوا اور حکمِ خدا کے منتظر رہے آخر صادق و صدق صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حریف بصریح ثابت ہوئی اور مسیلہ خلافت صدیقی میں وحشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ذلت کے ساتھ مارا گیا اور اہل پیامہ نے برصناہ و رغبت اسلام قبول کیا۔

۱۷ مجاہد بن مرارہ یامی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور حلقہ بگوشانِ اسلام میں داخل ہو چکے تھے انہوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا ہتا کہ مجھ کو کچھ ”مربعے“ مرحمت فرمائے جائیں۔ آپ نے بخوشی مجاہد کو چند قطعات زمین مرحمت فرما دیے اور اس کے لئے ایک سند بھی تحریر فرمادی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ کتاب ہے جس کو محمد رسول اللہ نے  
 کتاب کتبہ محمد رسول اللہ لیجأ  
 بن مرارة الاسلمی انی اقطعك  
 الغورة والغرابة والحبل فمن  
 حاجك فالی۔  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ کتاب ہے جس کو محمد رسول اللہ نے  
 مجاہد بن مرارہ اسلمی کے لئے لکھی ہے میں نے مجاہد  
 کو حسب ذیل قطعات (مربعہ جات) دیئے۔ غورہ  
 غرابہ، حبل، اس کے بعد جو شخص اس میں حائل  
 ہوگا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔

مجاہد نے صرف انہی قطعات پر بس نہیں کیا۔ بلکہ خلافت صدیقی میں حاضر ہو کر بھی اسی قسم کی درخواست پیش کی اور صدیق اکبر نے عطیات رسالت میں حضرتہ کا اور اضافہ کر دیا اس کے بعد خلافت فاروقی میں ریاء اور خلافت عثمانی میں بھی اسی طرح ایک قطعہ کا اضافہ کرایا۔ (فتوح البلدان)



# شاہانِ حمیر کے نام سے عام اسلام

## سلسلہ ہجری

یمن کے جنوبی حصہ پر جو حکومت قائم تھی وہ حمیر کے نام سے موسوم تھی "حمیر" حمرہ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے جس کے معنی سُرخ رنگ کے ہیں۔ عرب اقوام حبش کو سودان یعنی سیاہ کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حبشیوں نے اس عربی قوم کو حمیر یعنی گوری رنگ کی قوم کہنا شروع کر دیا ہو گا۔ حمیر تقریباً ڈیڑھ صدی قبل مسیح سے مغربی یمن میں آئے اور پھر اطراف و جوانب تمام عرب پر قابض ہو گئے۔ حمیر کی سلطنت صدیوں تک عظیم الشان سلطنت رہی ہے۔ مگر بعد میں مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر اسلام سے کچھ پہلے معمولی ریاستوں کی شکل میں باقی رہ گئی۔ انہی بادشاہوں کی اولاد میں حارث، اور شریح، لہران عبد کلال، اور ہمدان و معافر و نمان "روسا، حمیر تھے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہزادوں کے پاس بھی اسلام کا پیغام بھیجا اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو اس سفارت کا شرف عطا فرمایا۔ نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

نامہ مبارک

سَلَامٌ اَنْتُمْ مَا اَمَنْتُمْ  
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ  
تم پر اُس وقت تک سلامتی ہو جب تک  
تم خدا اور اُس کے رسول پر ایمان رکھو

لہ دالۃ العارث بستانی۔ معجم البلدان۔ ارمن القرآن ۱۱



وان الله وحده لا شريك له بعث موسى باياته وخلق عيسى بكلماته قالت اليرهود عن ايرابن الله وقالت النصارى الله ثالث ثلثة عيسى

بیشک اللہ وہ ذات ہے جو یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے موسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں دیکر بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا۔ مگر یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام تین میں سے ایک ہیں اور خدا کے بیٹے ہیں۔

(العیاذ باللہ)

بن الله -

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نامہ مبارک حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کی سپرد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کے اس حصہ میں پہنچ جاؤ جو تمہاری تہذیب مقصود ہے اور رات ہو جائے تو کسی جگہ قیام کر دینا اور ان کے پاس شب میں نہ جانا۔ صبح ہو جائے تو اٹھ کر وضو کرنا اور دو رکعت نماز پڑھ کر درگاہ الہی میں کامیابی کے لئے دعا کرنا۔ اور جب میرا خط ان سرداروں کے پاس لے جاؤ تو اپنے دلہنے ہاتھ سے ان کے داہنے ہاتھ میں دینا۔ انشاء اللہ وہ اس کو قبول کریں گے۔ اگر گفت و شنید کی نوبت آئے تو پہلے سورہ لم یکن الذین کفرو اتلاوت کرنا اور پھر آمنت مجد وانا اول المسلمین پڑھ کر ان سے ہم کلام ہونا۔ اس کے بعد وہ کسی دلیل میں کامیاب ہو سکیں گے اور نہ حق کے مقابلہ میں کوئی تحریر پیش کر سکیں گے وہ اگر اپنی زبان میں ایسی تقریر کریں جو تم نہ سمجھ سکو تو ان سے کہنا کہ ترجمان سے ترجمہ کراؤ اور یہ دعا پڑھنا۔

قل حسبى الله امنت بما انزل الله من كتاب وامرت لاعدل بينكم



اللہ ربنا و ربکم لنا اعمالنا و لکم اعمالکم لا حجة بیننا و بینکم اللہ یجمع  
بیننا و الیہ المصیر۔

ہیں اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے کہنا کہ وہ لکڑیاں کہاں ہیں جن کو  
دیکھ کر تم سجدہ میں گر جاتے ہو۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تین لکڑیاں ”غالباً بشکل صلیب“  
تھیں ایک جھاڑ کی تھی جس پر سپید وزر و روغن چڑھا ہوا تھا۔ دوسری آنوس کی  
لکڑی تھی۔ اور تیسری ایک گرہ دار لکڑی تھی۔ جس کو عربی میں خیزران کہتے ہیں  
اگر وہ لکڑیاں تم کو مل جائیں تب تم برسر بازار انکو جلا دینا۔

حضرت عیاش کہتے ہیں کہ میں جب منزل مقصود پر پہنچا تو ایک عالیشان محل  
میں لیجا آیا۔ تین ڈیوڑھیاں ملے کر کے سراپردہ تک پہنچا اور پردہ اٹھا کر داخل ہوا  
تو ایوان میں مجمع تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور یہ کہہ کر نامہ مبارک ان کے سپرد کر دیا۔ اور  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کی ہدایات دی تھیں ان کے مطابق عمل  
کرتا رہا۔ سردارانِ خمیر نے نامہ مبارک سنا اور خوشی اسلام قبول کیا۔ میں نے  
حسب ہدایت لکڑیاں طلب کیں اور انکو شاریع عام پر رکھ کر جلا دیا۔ اور عزت  
و کامیابی کے ساتھ واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام واقعہ  
بیان کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ شاہانِ خمیر نے جب اسلام قبول کر لیا تو اپنے  
قبول اسلام کی اطلاع کے لئے دربارِ قدسی میں ایک اپنا وفد بھی بھیجا۔ بہر حال  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قبول اسلام پر بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور



وفد کو احترام و اکرام کے ساتھ روانہ اور اسی وقت شاہانِ جمہور کے لئے چند نصاب سے متعلق ایک اور نامہ مبارک تحریر فرمایا اور وفد کو عزت کے ساتھ روانہ کیا۔

نامہ مبارک کی عبارت طبقاتِ ابن سعد میں مفقیل منقول ہے۔

یہ وہی مالک بن مرارہ ہیں جنہوں نے اہلِ یمن کے سامنے اسلام پیش کیا اور حبیب انہوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا تو اس مبارک اطلاع کے لئے یمن والوں کی طرف سے دربارِ قدسی میں سفیر بن کر گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت پر مسرت کا اظہار فرمایا۔

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ جمہور کے قبیلہ بنی عمرہ کو بھی آپ نے اسلام کی دعوت کے لئے نامہ مبارک تحریر فرمایا تھا۔ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو تحریر کیا تھا۔

## سر دارانِ حضور موت کے نام

پیغامِ اسلام  
سلسلہِ ہجری

حضر موت

حضر موت بحر ہند کے ساحلِ یاعرب کے انتہائی جنوبی سمت میں



بحرِ عرب کے ساحل پر واقع ہے، مورخین نے اس کی حدود اس طرح بیان کی ہیں۔

شمال میں۔ بحرِ ہند۔

جنوب میں۔ احقان

مغرب میں۔ صنعاء واقع ہے۔

یمن کے صوبوں میں سے ایک مشہور صوبہ ہے۔ کہتے ہیں کہ قحطان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام حضراؤت تھا۔ اسی کے نام پر اس جگہ کا نام حضرت مویثا رکھا گیا۔ عاد و ثمود کا اصل موطن یہی مقام بتایا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں یہاں کے باشندوں نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی تھی۔ اور ان کی شہرت تبا بقیۃ یمن کی شہرت سے کسی طرح کم نہ تھی۔

یہاں کا آخری بادشاہ مہجر تھا۔ شاہی سطوت و شوکت اس کے زمانہ ہی میں ختم ہو گئی اور اس کے بعد اس کے بیٹے وائل بن حجر کی حیثیت ایک سردار کی رہ گئی تھی جس کو عربی میں قیل کہتے ہیں۔ اور حضرت موت کی یہ حکومت اس طرح مختلف سرداروں کے درمیان منقسم ہو گئی تھی۔ اس لئے آپ نے سلسلہ ہجری میں ان تمام سردارانِ حضرموت کے نام اسلام کی دعوت بھیجی۔ جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔

فہد	الہبی
البحیری	عبد کلال
ربیعہ	حجر



بجری کے قبولِ اسلام کے سلسلہ میں کسی شاعر نے زرعہ کی تعریف کرتے ہوئے چند اشعار لکھے تھے جن کا ایک شعر یہ ہے۔

اَلَا اِنَّ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ  
لِزَرْعَةِ اِن كَانَ الْبَحْرِيُّ اسْلَمَا  
آگاہ رہو کہ اگر بحیری مسلمان ہو گیا تو محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان زرعہ ہے

## وائل بن حجر

ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ سلسلہ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
میں کے سرداروں کے نام اسلام کی دعوت کے لئے پیغامات بھیجے جن  
میں تبعابعدین یعنی شاہانِ حیمیر اور اقبالی حضرت موت و دونوں شامل تھے  
اور نہ صرف یہ بلکہ ملکِ یمن کے تمام صوبوں حضرت موت - احقاف - صنعاء  
نجران - عیسیر کے سرداروں کو دعوتِ اسلام پہنچانے کے لئے حضرت  
علی بن ابی طالب حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو مقرر  
فرمایا تھا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ایک سال کے اندر اندر تمام یمن  
کی آبادی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئی۔

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت موت کے آخری تاجدار حجر کے  
وائل کے نام بھی اسلام کی دعوت کے لئے پیغام بھیجا۔ ادھر وائل قبول



اسلام کے لئے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور صہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بشارت سنائی کہ عنقریب دور و دراز بستی "حضرت موت" سے اپنی قوم کے سردار وائل، اللہ اور اُس کے رسول کی محبت میں سرشار آتے ہیں۔ اور وہ حضرت موت کے شاہزادے ہیں۔

جب چند روز کے بعد وائل دربارِ قدسی میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو مرہا کہا اور اپنی برابر جگہ دی اور اُن کی عظمت بڑھانے کے لئے ان کے نیچے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور پھر اُن کو دعا برکت دی کہ اللہ تعالیٰ وائل اور اس کی اولاد میں برکت دے۔

جب وائل چند روز قیام کرنے کے بعد وطن روانہ ہونے لگے تو خدمتِ اقدس میں عرض کیا اور اجازت چاہی۔ آپ نے اُن کو بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور سردارِ ان حضرت موت پر اُن کی سرداری کو بحال رکھا۔

حضرت وائل نے اس شرف سے مشرف ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میری قوم کے لئے کچھ نصابِ تحریر فرمادیں گے کہ میں جا کر اُن کو سناؤں۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ سردارِ ان حضرت موت کے نام نامہ لکھیں۔ حضرت موت کی زبان چونکہ حجاز سے جڑی تھی اس لئے نامہ میں اس کی رعایت رکھی گئی اور مخلوط زبان میں اس کو تحریر کیا گیا نامہ مبارک کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

من محمد رسول الله الى الاقبال الباهلة والارواح المشايب في التبعة لا مقوتها  
الالباط ولا خنك وانظروا الشجرة وفي السيوب الحسن ومن زنام بكر فاصفوه ماته و  
انتوفوه عامار من زنام ثيب فصفوه بالاضاميم ولا توفى الدين۔



ابن سعد نے اس نامہ مبارک کا مضمون عربی زبان میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا  
 مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى  
 أَقْبَالِ الْعِبَاهِلِ لِيُقِيمُوا  
 الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ  
 وَالصَّدَاقَةَ عَلَى التَّبِيعَةِ  
 السَّائِمَةِ لِصَاحِبِ النَّيْمَةِ  
 لَا خَلَاطَ وَ  
 لَا وَرَاطَ وَ  
 لَا شِغَارَ

یہ خط ہے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی جانب سے سردارانِ عباہلہ کے نام ان کو  
 چاہئے کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور  
 ہر صاحبِ نصاب کے ذمہ ان جائزوں کو  
 زکوٰۃ واجب اور ضروری ہے جو سال کے  
 اکثر حصہ میں چراگا ہوں میں چرتے رہیں  
 زکوٰۃ کے معاملہ میں نہ خلائط درست نہ  
 نہ شغار جائز نہ شفاق

۱۔ خلائط۔ جائزوں کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں فقہی اصطلاح ہے وہ یہ کہ دو شخص اپنے الگ الگ  
 نصاب کو زکوٰۃ سے بچنے کے لئے یکجا نہ کریں مثلاً چالیس بکریوں سے ایک سو میں بکریوں تک مرد  
 ایک بکری زکوٰۃ میں دینی آتی ہے۔ اب دو شخصوں کے پاس جدا جدا چالیس چالیس بکریاں ہیں  
 تو ان کے ذمہ دو بکریاں واجب ہوتیں مگر وہ دونوں عامل کے آنے پر دونوں گلوں کو  
 کر کے صرف ایک بکری دیکر جان چھڑا لیتے ہیں یہ ناجائز ہے اور خدا کے احکام کی قریب کار  
 اسی طرح یکجا نصاب کو الگ الگ نہ کریں۔ مثلاً دراط زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اپنے کچھ مویشی  
 چھاپا دینا۔ یا عامل سے کسی دوسرے شخص کے بارہ میں غلط بیانی کرنا کہ فلاں صاحبِ نصاب ہے اور  
 میں وہ نو ۱۱ شفاق و شغار۔ زکوٰۃ کے خوف سے اپنے جائزوں کو دوسرے شخص  
 جائزوں میں ملا دینا مثلاً اپنے پانچ اونٹ میں ایک بکری دینے کے خوف سے دوسرے  
 پچیس اونٹوں میں شامل کر دے اس لئے کہ پچیس اونٹوں کی زکوٰۃ ایک ہی ہے ۔



اور نہ حلب و حنب۔ اور اُن کے ذمہ یہی ضروری ہے کہ اسلامی لشکر کی رسید سے مدد کریں ہر دس آدمیوں کے گروہ پر ایک اونٹ کے بار کی مقدار غلہ ضروری ہے جو شخص اپنی حیثیت کو چھپائے گا وہ اس طرح مال بچا کر سود خوار کی طرح ہو جائے گا۔

وَلَا جُنُبَ وَلَا جَنَبَ  
وَلَا شَتَاقَ وَعَلَيْهِمْ  
الْعَوَانُ لِسَرَائِيَا  
الْمُسْلِمِينَ وَعَلَىٰ كُلِّ عَشْرَةٍ  
مَا تَحْمِلُ الْعَرَابُ مِنْ حُجْبِي  
فَقَدْ أَرَبْتِي۔

اس کے بعد حضرت وائل نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بہت سی املاک میرے عزیزوں نے غاصبانہ قبضہ میں کر رکھی ہیں۔ اور سردارانِ حضرموت و سردارانِ حِمْیَر اس کے شاہد ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس سے بھی زیادہ دوں گا۔ اور یہ فرما کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ ایک دوسرا والا نامہ تحریر کریں۔ اس نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لَوَائِلِ  
ابْنِ حُجْرٍ قَبِيلِ حَضْرَمَوَاتٍ  
یہ خط ہے اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے وائل بن حجرِ حضرموت کے گروہ

۱۰ حلب۔ عامل (تحصیلدار) کا مقام تحصیلِ زکوٰۃ سے چند میل دور پڑاؤ ڈال کر اصحابِ زکوٰۃ کو وہاں تک آنے پر مجبور کرنا، ۱۱ حنب۔ اصحابِ زکوٰۃ کا اپنے مویشیوں کو عامل کے چوہے چند میل دور لے جانا اور عامل کو وصولِ زکوٰۃ میں پریشانی پیدا کرنا، ۱۲ قیدِ کندہ کے سر پر آوردہ "اشعث" جیسے اشخاص نے حضرت وائل کے ساتھ مناقشہ کر رکھا تھا۔



وَذَلِكَ إِنَّكَ أَسَلْتُمْ وَ  
 جَعَلْتُ لَكَ مَا فِي يَدَيْكَ مِنَ  
 الْأَكْرَافِ وَالْحَصُونِ وَإِنَّ  
 يُؤْخَذُ مِنْكَ مِنْ كُلِّ عَشْرَةٍ  
 وَاحِدَةً يَنْظُرُ فِي ذَلِكَ ذَوَاعِلُ  
 وَجَعَلْتُ لَكَ أَنْ لَا تُظْلَمَ  
 فِيهَا مَا قَامَ الدِّينُ  
 وَالنَّبِيُّ وَالْمُؤْمِنُونَ  
 عَلَيْهِ أَنْصَارُ

نام چونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو لہذا میں تمہارے  
 تمام مقبوضات یعنی زمینیں اور قلعے تمہاری  
 ہی ملکیت میں چھوڑتا ہوں تم ان سب کے  
 مالک ہو۔ البتہ تم کو پچاسواہ کا دسواں  
 حصہ (عشر) دینا ہوگا اور دو منصف  
 فیصلہ کیا کریں گے اور ہم اس کا اہل  
 کر دیں گے کہ تمہارا قیام دین کسی قسم  
 کوئی ظلم نہ ہوگا اور نبی اور مسلمان اس  
 معاملہ میں تمہارے مددگار ہیں۔

نامہ مبارک پر مہر لگا کر آپ نے حضرت وائل کے سپرد کر دیا اور حضرت معاویہ  
 رضی اللہ عنہ کو مدد کے لئے ہمراہ کر دیا۔ حضرت وائل اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت  
 معاویہ رضی اللہ عنہ پیادہ پا چل رہے تھے۔ چلتے چلتے شدت حرارت سے جب  
 زیادہ تکلیف ہونے لگی تو حضرت وائل سے کہا کہ آپ مجھ کو اپنے پیچھے بٹھالیے  
 حضرت وائل نے جواب دیا کہ تم شاہوں کے برابر بیٹھنے کے لائق نہیں ہو۔ حضرت  
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اپنی جوتیاں ہی مرحمت فرما دیجئے کہ زیادہ  
 کی شدت حرارت سے تو محفوظ ہو جاؤں۔ حضرت وائل نے جواب دیا کہ اونٹنی  
 سایہ میں چلتے رہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ فرما کر خاموش ہو گئے کہ اونٹنی کا سایہ اس  
 حرارت کے لئے کافی نہیں ہے۔



حُن اتفاق کہ قبول اسلام کے کچھ زمانہ بعد ہی حضرت وائل حضرت مہر گڑھ کوفہ میں آباد ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت تک زندہ رہا ایک مرتبہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچے تو وہ بہت اکرام و احترام کے ساتھ پیش آئے اور حضرت وائل کو اپنی برابر تخت پر بٹھایا۔ دورانِ گفتگو میں اس واقعہ کا بھی تذکرہ آگیا جو ان کے اور حضرت معاویہ کے درمیان حضرت کی راہ میں پیش آیا تھا۔ حضرت وائل اس واقعہ کو یاد کر کے بہت افسوس کرنے لگے کہ اُس روز کیوں میں نے ان کو اپنے برابر اونٹ پر نہ بٹھالیا تھا۔

بہر حال حضرت وائل نے شاہی پرلات مار کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو اپنا طغرائے امتیاز بنایا اور اس طرح جلیل القدر صحابہ کی فہرست میں شمار ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

یہ کثیر الاحادیث ہیں اور حدیثِ آمین بالجہر کے ہی راوی ہیں۔

## سردارِ ازد کے نام پیغامِ اسلام

ابو ظبیانِ ازدی

قبیلہ غامد کی ایک شاخ بنی ازد کہلاتی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارِ قوم ابو ظبیان کے نام بھی نامہ مبارک بھیجا جس میں اس کو اور اس کی قوم کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ ابو ظبیان برضار و رغبت مشرف باسلام ہو گئے

۱۵ اسد الغابہ جلد ہفتم ۱۱



اور یہی نہیں بلکہ قبیلہ کے چالیس ارکان کو بھی اس سعادت کبرے کا شریک بنالیا  
 ان میں سے چند کے نام یہ ہیں - محنت - عبداللہ - زہیر - عبدشمس - عجن بن مرقع  
 جندب بن زہیر - جندب بن کعب - حکم۔

حضرت ابو ظبیان مدینہ حاضر خدمت ہوئے اور شرفِ محبت حاصل  
 کر کے سعادتِ سرمدی حاصل کی۔

## اسیخت بن عبد اللہ سردارِ حجر کے نام پر پیغامِ اسلام حجر

یہ مقام حجاز کے قریب بحرِ احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ قومِ ثمود کا مسکن رہ چکا  
 ہے۔ قرآنِ عزیز میں اس کے نام سے مستقل سورۃ نازل ہوئی ہے جس میں اس قوم  
 کی ترقی اور سرکشی اور نتیجہ میں اس کی بربادی کا تذکرہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ جس  
 زمانہ کا حال قرآنِ عزیز بیان کرتا ہے وہ قومِ ثمود کے علاوہ تھی۔ بہر حال قومِ ثمود کے  
 ملک وادیِ القرئی کا یہ دار الحکومت رہ چکا ہے۔ قرآنِ عزیز نے اس کا حال  
 ان آیات میں ذکر کیا ہے۔

اصحابِ حجر نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم نے جو	وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ
نشانیوں کو دیکھی ہیں ان سے روگردانی	وَلَقَدْ أَنْبَأَهُمْ آيَاتِنَا فَاكَانُوا عَنْهَا
کی۔ یہ پہاڑ کاٹ کر مکان بنایا کرتے تھے جن	مُعْرِضِينَ، وَكَانُوا يَنْخِتُونَ مِنَ
میں امن کے ساتھ رہتے تھے کہ یکایک	الْجِبَالِ يُوْتُوا مِنْهَا فَاخَذَتْهُمْ

۱۷ طبقات ابن سعد ۱۲ ص ۱۷۵ بحم البلدان۔ دائرة المعارف فرید و جدی ۱۲ ص ۱۷۵ ارض القرآن ۱۲



الصَّيْحَةُ مُصْبِحَانِ هَ فَمَا أَغْنَىٰ  
عَنَّهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ -

ان کے کارناموں نے ان کو کوئی فائدہ نہ بخشا  
نہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حجر کا سردار اسیخت تھا۔ آپ نے  
اس کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا اور وہ بٹوشی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

جب اسیخت شرت باسلام ہو گئے تو انہوں نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو  
در بار نبوی میں سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ اس کے اور اس کی قوم کے حق میں آپ سے اپنے  
حقوق ملکیت و حکومت کی بقا کے لئے سند حاصل کریں۔ حضرت اقرع خدمت  
اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض حال کیا۔ آپ نے ان کا احترام کیا اور چند روز  
مغز مہمان بنا کر رکھا۔ اور رخصت کے وقت اسیخت کے نام یہ نامہ مبارک  
لکھوا دیا۔

قَدْ جَاءَنِي الْأَقْرَعُ بِكِتَابِكَ وَ  
شَفَاعَتِكَ بِقَوْمِكَ وَإِنِّي  
قَدْ شَفَعْتُكَ وَصَدَّقْتُ  
رَسُولَكَ الْأَقْرَعُ فِي قَوْمِكَ  
فَابْتَرِ فِيمَا سَأَلْتَنِي وَطَلَبْتَنِي  
يَا لَذِي تَحِبُّ وَلكِنِّي نَظَرْتُ  
أَنْ أُحِلِّمَهُ وَتَلْقَانِي  
فَإِنْ تَحْيَيْنَا

اقرع تمہارا خط لے کر آئے اور تمہاری قوم  
کی سفارش کرتے ہیں میں نے ان کی سفارش  
منظور کی اور تمہاری قوم کے متعلق اقرع  
کی بات مان لی لہذا تم کو بشارت ہو کہ جو  
تم نے سوال کیا ہے اور جو کچھ طلب کیا ہے  
تمہاری مرضی کے مطابق مجھے منظور ہے  
مگر میں نے مناسب سمجھا کہ اس کی تشریح کر دوں  
پس اگر تم آجاؤ اور ملاقات کرو تو میں تمہارا



اگر تم کو اور ان سے قطعاً اگر تم کو اعزاز کرونگا اور اگر نہ آسکے تب بھی میرے دل میں

تمہاری عزت ہے۔

أَمَّا بَعْدُ - فَإِنِّي لَا أَسْتَهْدِيكُمْ إِحْدًا  
وَأَن تَهْدِيَانِي أَقْبِلُ هَدْيَتَكَ  
وَقَدْ حَمَدْتُ عَمَّالِي مَكَانَكَ وَ  
أَوْصِيكَ بِأَحْسَنِ الذِّمَّةِ  
أَنْتَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلَاةِ وَ  
الزَّكَاةِ وَقَرَابَةِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنِّي قَدْ  
سَمَّيْتُ قَوْمَكَ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ  
فَرُفِعُوا بِالصَّلَاةِ وَبِأَحْسَنِ  
الْعَمَلِ وَابْتَشِرُوا وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ  
وَعَلَى قَوْمِكَ الْمُؤْمِنِينَ -

بعد حمد و صلوة۔ تم کو معلوم ہو کہ میں کسی سے ہدایت کا طالب نہیں ہوں لیکن اگر تم مجھ کو ہدایت بھیجنا چاہتے ہو تو میں خوشی اس کو قبول کروں گا۔ میرے عمال نے تمہارے رتبہ کی رفعت کا اظہار کیا اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ نماز، زکوٰۃ اور قرآنِ سلیمین کا پورا لحاظ رکھو۔ میں نے تمہاری قوم کا نام بنو عبد اللہ رکھا ہے پس تم ان کو بھی نماز اور حسن عمل کا علم دو اور بشارت حاصل کرو۔ تم پر اور تمہاری مسلم قوم پر سلام۔

اسیخت کے اس نامہ کے ہمراہ ایک نامہ مبارک آپ نے اس کی قوم کیلئے

بداختر فرمایا جس کا مختصر مضمون یہ ہے۔

بعد حمد و صلوة۔ میں تم کو اللہ کے ساتھ دوستی کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے نفوس کے لئے یہ وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت کے بعد گمراہی اختیار نہ کرنا اور راہِ راست قبول کر لینے کے بعد کجی کی طرف مائل نہ ہونا۔

أَمَّا بَعْدُ - فَإِنِّي أَوْصِيكُمْ بِاللَّهِ وَ  
بِأَنْفُسِكُمْ أَنْ لَا تُخِلُّوا بَعْدَ  
إِن هَدَيْتُمْ وَلَا تَغَوُّوا  
بَعْدَ إِذْ رُسِدْتُمْ -



# نبی حارثہ کے نام پیغامِ اسلام سلسلہ ہجرتی

سمعان بن عمرو بن قریظہ قبیلہ بنی حارثہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور قبیلہ کی قیادت و سیادت انہی کے سپرد تھی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام بھی دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نام مبارک تحریر فرمایا اور اسی نامہ میں قبیلہ بنی عرینہ کے سردار عبد اللہ بن عوسجہ کو بھی اسلام کا پیغام دیا تھا۔ دونوں سرداروں کے پاس جب نامہ مبارک پہنچا تو انہوں نے یہ ندرت کی کہ اس کو ڈول میں ڈال کر وھو ڈالا۔ لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ سمعان کے قلب میں اسلام کی روشنی چمکی اور وہ اپنے اس سینہا نہ فعل پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی گستاخی پر ان الفاظ کے ساتھ معذرت خواہ ہوئے۔

أَقْلِنِي كَمَا آمَنْتَ وَرَحًا وَكِرًا كُنْ مَا سَوَّءَ ذَنْبًا إِذْ آتَيْتَكَ مِنْ دَرَجٍ  
آپ بھگوسمان فرمادیجئے جس طرح آپ نے ورد کی خطامعات فرمادی اس لئے کہ میں بے حال و کمزور زیادہ خطاکار نہیں  
رحمتِ عالمیان کے دربارِ قدسی میں دیر ہی کیا تھی۔ سمعان کی خطامعات ہوئی اور وہ مشرف باسلام ہو کر صحابہ کی صف میں داخل ہوئے اور اس طرح سعادتِ کبرئے حاصل کی۔

اور واقدی کی روایت ہے کہ جب عبد اللہ بن عوسجہ و سمعان کی اس حرکت کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔



مَا لَهُمْ ذَهَبًا لَّهُ لِعَقُولِهِمْ      ان لوگوں کو کیا ہوا کیا خدا نے ان کی عقلوں کو کھود دیا۔  
 آپ کا یہ ارشاد ان کے حق میں بددعا ثابت ہوا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اولاد  
 میں نسلاً بعد نسل یہ عیب رہا کہ جب باتیں کرتے تو جلدی جلدی بولتے کہ گھبراہٹ  
 محسوس ہوتی اور اکثر کلام خلط ملط ہو جاتا۔ غرض باتوں میں بے وقوف معلوم  
 ہوتے تھے۔ میں نے خود ان کی اولاد میں یہ بات دیکھی ہے۔

اور ابو اسحق کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عوسجہ کی لڑکی نے پیل کی یہ حرکت دیکھی  
 تو اس کو تنبیہ کی کہنے لگی کہ تعجب ہے یہ اعراب کا مکتوب تمہارے نام آئے اور  
 تم اس کے ساتھ ریگستانا جانے عمل کرو۔ جکو ڈر ہے کہ عنقریب تم پر کوئی مصیبت نازل  
 ہونے والی ہے۔

شام کے علاقہ میں جب آخری غزوہ کی نوبت آئی تو لشکر اسلام کی اس  
 قبیلہ سے بھی جنگ ہوئی اور اہل قبیلہ شکست کھا کر مغلوب ہو گئے اور بہت سا مال  
 غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ آخر عبداللہ بن عوسجہ اپنے کئے پر شرمسار اور نادوم ہوئے  
 اور شرک کی لعنت سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور قبول اسلام کے بعد  
 خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عذر خواہ ہوئے۔ اور اپنی قوم کے مال و متاع کی  
 واپسی چاہی۔ آپ نے اس کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس جگہ دی  
 اور ارشاد فرمایا کہ تقسیم غنیمت سے پہلے جس قدر تمہارا مال تمہارے ہاتھ آئے تم  
 اور تمہاری قوم امن کو اپنے قبضہ میں لے لے وہ سب تمہارا ہے۔ ارشاد کی دیر  
 تھی پھر کون شخص اپنے مال کے حامل کرنے میں کوتاہی کر سکتا ہے؟

واقعی کی روایت میں ابن عوسجہ و سمان کی اولاد کے کلام میں خلط ملط ہونیکا



عیب اور آپ کی بددعا کا واقعہ محل نظر ہے۔ اس لئے کہ کتب سیر میں اس واقعہ کی جس قدر کڑیاں ملتی ہیں ان میں اس بددعا اور اثرِ بددعا کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔ نیز روایت بھی اس واقعہ سے انکار کرتی ہے اس لئے کہ تمام روایات جب اس بارہ میں متفق ہیں کہ عبداللہ بن عوف اور سمعان شمرت باسلام ہو گئے اور ابن عوف نے اپنی گستاخانہ جرات کی معافی چاہی تو اس کو معاف بھی کر دیا گیا تو پھر ان کی اولاد کا کیا قصور تھا کہ رحمتہ للعالمین ان پر بددعا فرماتے اور وہ ناکردہ گناہ باوجود مسلمان ہونے کے بھی آپ کی بددعا کا مصداق ٹھیرتے۔ پس محدثین کے یہاں واقعی کی غیر مقبولیت اور روایت حدیث میں ان پر عدم اعتماد کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ واقعہ روایت در روایت کے اعتبار سے قابل تسلیم نہیں ہے

## بنی عذرہ کے نام پیغامِ اسلام

عرب کے شمالی حصہ کی انتہا میں شام کے پاس قبیلہ آباد تھا۔ قریش کے مشہور سردار سرزمینِ حجاز میں نظامِ حکومت کے بانی <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> قبیلہ کی والدہ نے اپنا دوسرا نکاح اسی خاندان میں کر لیا تھا۔ اور <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> نے اسی خاندان میں پرورش پائی تھی۔ (دارالعلوم) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبیلہ کے پاس بھی دعوتِ اسلام کے لئے نامہ مبارک بھیجا جو کھجور کے پٹھے پر تحریر تھا اور اس کی سفارت کا شرف نبی <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کے ہی ایک مسلمان کو عطا فرمایا اور دین مرد اس نے ”جو کہ قبیلہ ہذیم کی شاخ نبی <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کا ایک فرد تھا“ اس شخص پر دست درازی کی اور نامہ مبارک پھاڑ ڈالا مگر اس کے



بعد ہی اُس کو ہوش آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اور آخر کار فداکارِ اسلام بن کر حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ ”غزوہ وادی القرئی“ میں جا کر شہادت نوش کیا۔ نبی ﷺ کا قبیلہ بھی دولتِ اسلام سے بامراد ہو کر یَذْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا کی فہرست میں داخل ہو گیا۔

یہی وہ درد ہیں جن کا تذکرہ حضرت سمعان نے اپنے شعر میں کیا ہے۔

## شاہِ سماوہ کے نام پیغامِ اسلام

نفاثہ بن فروہ دُثلی۔ سماوہ کے سردار کے نام بھی آپ نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک تحریر فرمایا تھا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ نفاثہ نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ بہر حال اب سماوہ کی آبادی کی گردن میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کا قلاوہ پڑا ہوا ہے اور اہلِ سماوہ اُس کو اپنے لئے صد مایہ ناز سمجھتے ہیں۔

## امرِ ربی وائل کے نام پیغامِ اسلام

بکر بن وائل

یہ قبیلہ کا نام ہے۔ قریش میں یہ سب سے پہلا قبیلہ ہے جس نے ہمسایہ حکومتوں کے مقابلہ میں وطنی استقلال کی بنیاد ڈالی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کو

۱۵ طبقات ابن سعد، ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ارض القرآن ۱۲



بھی دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک تحریر فرمایا اور حضرت ظبیان بن مرثد شہزی رضی اللہ عنہ کو اس کی سفارت کا شرف بخشا۔ نامہ مبارک کا خلاصہ یہ ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَسْلِبُوهَا تَسْلُبُوا  
بعد حمد و صلوة اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے

## نہشل بن مالک

اسی سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی دائل میں سے نہشل بن مالک سردار قبیلہ کے نام بھی اسلام کا پیغام بھیجا اور آپ کے حکم سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک نامہ تحریر فرمایا جس میں ان کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان کو امان دیے جانے کا تذکرہ تھا۔ نامہ مبارک کا مضمون یہ ہے۔

هَذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ  
یہ نامہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی  
لِنَهْشَلِ بْنِ مَالِكٍ وَمَنْ مَعَهُ  
جانب سے ہے نہشل بن مالک دائل اور  
مِنْ بَنِي دَائِلٍ لِيَمُنَّ أَسْلَمَ  
نبی دائل کے ان لوگوں کے نام جو مسلمان ہو گئے  
وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ  
ہیں نماز ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور  
وَاطَّاعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں  
وَأَعْطَى مِنَ الْمَغْنَمِ خُمُسَهُ  
اور مالِ غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول  
لِلَّهِ وَسَهْمِ النَّبِيِّ وَ  
کا حصہ خمس نکالتے ہیں۔ اور اپنے اسلام کا  
أَشْهَادًا عَلَى إِسْلَامِهِ  
اعلان کرتے ہیں۔ اور مشرکین سے علیحدگی اختیار  
وَفَارَقَ الْمُشْرِكِينَ  
کر چکے ہیں۔ پس وہ اللہ کی امانت میں مامون  
فَاتَّهَ  
و محفوظ ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر



أَمَّنْ بِأَمَانِ اللَّهِ وَبَرَىٰ إِلَيْهِ  
مُحَمَّدًا مِّنَ الظُّلْمِ  
ہر قسم کے ظلم کرنے سے  
بری ہیں۔

## نبی زہیر کے نام پیغامِ اسلام

ابوالعلا، راوی ہیں کہ میں ایک روز مُطَرِّف کے ساتھ اونٹوں کے نخاسہ میں گیا ہوا تھا۔ تھوڑی سی دیر میں ہم نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ کہتا جاتا ہے کیا تم میں کوئی شخص پڑھا لکھا ہے؟ میں یہ سن کر آگے بڑھا۔ اور اُس سے کہنے لگا میں پڑھنا جانتا ہوں۔ تمہارا کیا کام ہے؟ اعرابی نے چمڑے کا ٹکڑا میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا یہ لیجئے یہ نبی اکرم (صلی علیہ وآلہ وسلم) کا نام مبارک ہے جو ہمارے نام آیا ہے۔ اس کو پڑھ کر سنا دیجئے میں نے نام مبارک اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پڑھا اُس میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مِنَ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لُؤْهَيْبِ بْنِ أُقَيْشٍ  
حَيٍّ مِنْ عَكْلٍ لِّبِسْمِ اللَّهِ شَهِدُوا  
أَنَّ كَلِمَةَ اللَّهِ وَآتِ  
مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ وَ  
فَارِقُوا الْمُشْرِكِينَ وَأَقْرَبُوا  
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے  
یہ خط ہے اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
کی جانب سے نبی زہیر بن اُقیش کے نام جو  
قبیلہ عکل کی ایک شاخ ہے اگر یہ لوگ  
لا اِلاَّ اللہ محمد رسول اللہ پر اعتقاد رکھتے  
ہیں اور مشرکین سے بیزار ہیں اور مالِ غنیمت

۱۰۰ اسد الغابہ جلد نہم



بِالْخُمْسِ فِي غَنَائِمِهِمْ وَ  
سَهْمِ النَّبِيِّ فَإِنَّهُمْ آمِنُونَ  
میں سے خمس اور اللہ کے نبی کا حصہ تسلیم کرتے  
ہیں پس وہ اللہ اور اس کے رسول کی اماں  
بِأَمَانِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ - میں محفوظ ہیں۔

لوگوں نے نامہ مبارک کا مضمون سُننے کے بعد اعرابی کو گھیر لیا اور پوچھنے لگے  
کیا تم نے کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے؟ اُس نے  
جواب دیا ہاں! لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے ہم کو بھی سنائیے  
اعرابی نے کہا۔

سَمِعْتُهُ يَقُولُ مِنْ سَرَّاهُ أَنْ  
تَذْهَبَ كَثِيرًا مِّنْ وَخْرِ الصَّائِلِ  
فَلْيَعْمُ شَهْرَ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةَ  
أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ -  
میں نے سنا ہے آپ ارشاد فرماتے تھے کہ جو  
سینہ کی آگ دُور کرنا چاہتا ہے اُس کو چاہئے  
کہ رمضان کے روزے، اور ہر مہینہ "ایامِ صبر"  
۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کے روزے رکھا کرے۔

لوگوں نے اُن سے پھر دریافت کیا واقعی تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے اس حدیث کو سنا ہے۔ یہ سُکر وہ سخت ناراض ہوئے۔ اور کہنے لگے کیا تم یہ  
سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹا بولتا ہوں۔ خدا کی قسم  
میں اب کبھی تم سے کلام نہ کروں گا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس  
میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو چکے تھے اور اُن کے اسلام لانے اور وطن واپس  
ہو جانے کے بعد تمام قوم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اماں نامہ  
تحریر فرمایا تھا۔



دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں اس واقعہ کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ عام لوگوں  
 سنہ ہجری میں یا اس سے قبل جو وفود مختلف قبائل و امصار سے خدمتِ اقدس  
 میں حاضر ہو کر اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہوتے اور مراجعت فرمائے وطن ہوتے  
 تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اسی قسم کے نامہائے مبارک ان کے اور انکی  
 قوم کے لئے تحریر فرمانے کا حکم صادر فرمایا کرتے تھے۔ ان میں اصولِ اسلام کی  
 تعلیم، وفاءِ عہد کی ترغیب، شرک اور مشرکین سے بیزاری، اور ان کی املاک  
 و مقبوضہ جائدادوں، قلعوں اور معبد گاہوں، وغیرہا کی انہی کی ملکیت، اور تصرف  
 میں رہنے کا اعلان ہوتا تھا۔

حسب ذیل فہرست ان قبائل اور سردارانِ قبائل کی ہے جن کو اپنے ہی قسم  
 کے نامہائے مبارک تحریر کئے ہیں۔

معدی کرب بن ابرہہ خالد بن ضداد ازوی بنی صباب بن الحارث  
 یزید بن طفیل حارثی عبد کفیث بن دعلج حارثی بنی زیاد بن جارث  
 یزید بن محجل حارثی قیس بن حصین بنی الحارث و بنی ہند بنی قنان  
 بن یزید حارثی عاصم بن الحارث حارثی بنی معاویہ بن جردل الطائی  
 عامر بن اسود طائی بنی جوین طائی بنی تمغن طائی حناوہ ازوی سعد بنہمی  
 و بنی جذام بنی زرعہ و بنی الربیعہ جہنی بنی جعل بنی خزاعہ عو سبہ بن حرملة جہنی  
 بنی شیح جہنی بنی جر مز بن ربیعہ جہنی عمرو بن معبد جہنی بنی الحرقہ جہنی بلال بن  
 حارث مزنی بدیل۔ یسّر سرداران بنی عمرو مسلمہ بن مالک حارثی عباس بن  
 مرداس سلی ہودہ بن عنبہ سلی حزام بن عبد عوف سلی بنی غفار



بنی ضمیرہ جمیل بن مرشد بختَر طائی عبدالنقیس ثقیف بنی خُباب کلہی بنی خثعم  
 نیز ان کے علاوہ بھی بعض قبائل و افراد قوم کے نام مختلف ضروریات  
 کے لئے مختلف اوقات میں نامہائے مبارک تحریر ہوئے ہیں جن کی تفصیل کتبِ سیر  
 میں موجود ہے اور ابن سعد نے طبقات میں اس کے لئے مستقل باب قائم کیا ہے۔  
 ہم نے اس کتاب میں صرف اُن ہی نامہائے مبارک کو لیا ہے جن میں  
 آپ نے سلاطین و سردارانِ قبائل کو دعوتِ اسلام دی ہے۔

## فروہ بن عمرو الجذامی گورنر معان کا قبولِ اسلام اور شہادتِ اُن کا انجام

معان

مشرقی عرب کی انتہا پر ملکِ شام کا ایک صوبہ بلقار کے نام سے مشہور ہے اور  
 اور عمان عقبہ اور معان اس کے مشہور شہر ہیں یا یوں کہئے کہ ساحلِ خلیج فارس پر  
 سرزمینِ بلقار کا مشہور شہر عمان ہے اور اسی کے متصل معان واقع ہے۔

اس علاقہ کا شمار حکومتِ روم کے ماتحت تھا۔ اور حکومت کی جانب سے  
 عرب کے تمام شمالی حصہ پر فردہ گورنری کرتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی سلاطینِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کی شہرت اُن کے کانوں  
 تک پہنچی تو انھوں نے آپ کے اخلاق و شمائل اور آپ کے دعوتِ نبوت

۱۳ سیم البدان جلد ۸



والہام کی تحقیق کے بعد غائبانہ اسلام قبول کر لیا اور اپنی قوم کے ایک مشہور شخص مسعود بن سعد کو آپ کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ جا کر قبول اسلام کے متعلق دربارِ قدسی میں اطلاع کر دیں اور ساتھ ہی ایک گھوڑا، ایک سفید خچر، ایک گدھا چند عمدہ پارچات اور ایک قباہِ سندی جو سونے کے تاروں کے حاشیہ مزین تھی، ہدیہ میں بھیجے۔

حضرت مسعود رضی اللہ عنہ دربارِ قدسی میں پہنچے اور حضرت فردہ کے ہدایا پتہ کر کے ان کے قبولِ اسلام کا ثرہ سنایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فردہ کے نام یہ نامہ مبارک تحریر فرمایا:

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى فِرْوَةَ  
 بْنِ عَمْرِو - أَمَا بَعْدُ - فَقَدْ أَخَذْنَا  
 عَلَيْكَ رَسُولَكَ وَبَلَّغْنَا مَا أَرْسَلْنَا  
 بِهِ وَخَبَّرْنَا قَبْلَكَ وَأَتَانَا  
 بِاسْتِطَاعَتِكَ وَإِنَّ اللَّهَ هَدَاكَ  
 بِهَذَا إِنْ أَصْلَحْتَ وَأَطَعْتَ  
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
 وَأَقَمْتَ الصَّلَاةَ  
 وَأَنْتَيْتَ  
 الزَّكَاةَ

خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانتے ہوئے  
 فردہ بن عمرو کے نام۔ بعد حمد و صلوات ہمارے پاس  
 تمہارا قاصد پہنچا اور جو ہدایا تم نے بھیجی تھی وہ اس نے  
 پہنچا دیے اور تم سے پہلے کے حالات و واقعات سنائے  
 اور پھر تمہارے مسلمان ہونے کے واقعہ سنایا۔ اگر تم نیک  
 خواہی میں مشغول رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کرتے  
 رہو، نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے، تو اللہ تمہارے  
 لئے تم کو اپنی ہدایت سے نواز لیا۔ رجوع سے بڑی نعمت ہے)



نامہ مبارک لکھو اگر قاصد کے حوالہ کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قاصد کو پانچ سو درہم دیدو۔

مہر قتل قبیر روم کو جب فردہ کے قبول اسلام کا حال معلوم ہوا تو ان کو دار الحکومت میں طلب کیا اور سخت تنبیہ کی اور حکم دیا کہ اگر اپنی ریاست کو برقرار رکھنا چاہتا ہے تو دین محمدی کو ترک کر دے۔

لیکن قبول حق کا نشہ ایسا نہ تھا کہ ان ترشیوں سے اتر جاتا۔ حضرت فردہ نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ دین محمدی چھوڑ دوں؟ یہ ناممکن ہے۔

بادشاہ! تو خود جانتا ہے کہ یہی وہ پیغمبر ہے جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے لیکن افسوس کہ ہوس ملک گیری نے حق سے تجھ کو محروم کر دیا ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر بہت طیش آیا اور حکم دیا کہ اس کو قید کر دو۔

حضرت فردہ نے کچھ روز تو دین حق قبول کرنے کی پاداش میں جیل کی سختیاں جھیلیں اور پھر بادشاہ کے حکم سے جیل سے باہر نکالے گئے اور حکم دیا گیا پہلے اس کو قتل کرو اور پھر لی پرنکاؤ۔ حضرت فردہ نے نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ اس جابرانہ حکم کو سنا اور دین تویم کی پیروی میں فداکارانہ جان دیدی۔ قتل کے بعد حضرت فردہ کو شہر فلسطین میں "عفرار" نامی تالاب پر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

جو خدا کی راہ میں قتل ہو چکے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی سے واقف نہیں ہو۔

لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ  
لَا تَشْعُرُونَ۔



# تکلیف و بصر

حصه سوم



## غیرانہ دعوت و تبلیغ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطینِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے لئے  
 و نامہائے مبارک بھیجے تم نے ان کو پڑھا اور لغور ان کا مطالعہ کیا؛ سو چونکہ ایک  
 رستی جس کے پاس نہ مال و متاع ہے نہ لاؤ لشکر خود عزیز و قریب ابھی تک جس کے  
 ثمن اور درپے آزار ہیں۔ چونکہ حکومت رکھتا ہے نہ دولت نہ اس کے پاس  
 ناہی ختم و خدم ہے نہ دنیوی سطوت و حشمت جو بے سرو سامانی کو سامان سمجھ کر  
 حکومت و دولت کے نشہ سے مستغرق ہو کر بے یاری و مددگاری کو صد ہزار یارانی  
 نصرت جان کر فقط ایک خدائے واحد و اَحَد کے پھر دوسرے سلاطینِ عالم کو دعوت  
 سلام دیتا اور ان بادشاہوں کے سامنے اسلام کا نعرہ حق بلند کرتا ہے کہ جن میں  
 روم و فارس جیسی باجبروت طاقتیں بھی شامل ہیں جن کے تمدن پر مشرق و مغرب  
 شیفہ اور جن کے شان و شکوہ اور درباری رعب و دبدبہ اسے حکومتیں اور  
 سلطنتیں ترساں و لرزاں تھیں۔ از جن کے درباروں میں بیابکانہ اعلانِ حق تو کجا  
 نیازندانہ عرض و التجا کے لئے بھی زبانیں گنگ ہو جاتی تھیں۔

پھر دعوت بھی اس شان سے دیتا ہے کہ نامہائے مبارک میں غرضندانہ نیازندانہ  
 کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ ان کے ہر ایک لفظ سے شانِ استغنا ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان کا  
 ہر ایک جملہ ذاتی مفاد کی تلویٹ سے پاک اور بے نیاز ہے۔ اقتحامی القاب میں اگر  
 ایک طرف صاحبِ عزت کی عزت اور صاحبِ حرمت کی حرمت کا پاس و لحاظ ہے  
 تو دوسری جانب عجمی دستور سے بے پرواہ اور پُر رعب بادشاہوں کے خود ساختہ  
 قوانین سے مستغنی والا ناموں کو اول بادشاہوں کے بادشاہ خالق کون جہ مکان



خدا نے واحد کے نام سے شروع کرتا ہے، اور عربی دستور کے مطابق بادشاہوں کے نام سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے۔

کیا تم کو یاد نہیں کہ قیصرِ روم کے بھائی ”نیاق“ کو یہ کس قدر شاق گذرا۔ بگڑتا ہے، بپھرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایک معمولی عربی نژاد کو یہ جرات اور یہ حوصلہ کہ شاہوں کے نام سے پہلے اپنا نام تحریر کرے۔ اسی طرح کس نے خسرو پر وزیر کی ناصیہ حکومت پر بھی اس طرزِ عمل سے شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ مگر ذاتِ قدسی صفات پر پرکاش کی برابر بھی اثر نہیں ہوتا۔ اور اس کی شانِ استغنا میں رتی برابر بھی فرق نہیں آتا۔

اور پھر نظر کرو اس مقدس ہستی کے ان سفیروں کی فداکارانہ بے جگری پر اور اعلانِ حق کے لئے بے باکانہ جرات و پامردی پر کہ قیصر و کسریٰ کے جن درباروں میں شاہوں کے سفراء اور حکومتوں کے قاصد ہی نہیں بلکہ خود چھوٹے چھوٹے بادشاہ اور سلاطین کی زبانیں بھی اظہارِ مقصد میں خاموش ہو جاتی ہوں۔ انھوں نے کس صداقت و تاب دلیری اور حق آفریں جرات سے اپنے فریضہ کو انجام دیا۔ نہ قیصر کی شوکت ان کے آڑے آسکی، اور نہ کسریٰ کا جاہ و جلال ان کو اس پاک خدمت سے باز رکھ سکا۔

تو کیا تم کو کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے کہ حق و صداقت کی یہ جدوجہد کس طالعِ دنیا اور طابعِ دولت و حشمت انسان کا کام تھا۔ یا دولتِ دنیا سے نفور جاہ و شہرت سے مستغنی، خدا نے برتر کے پیغمبر و رسول کا معجز کارنامہ تھا۔

پھر یہی نہیں بلکہ اس معجزانہ صداقت کو بھی دیکھو کہ ”خسرو پر وزیر“ کا غرور حکومت اور اس کی سلطوت و حشمت کی نخوت، جب پیغامِ اسلام کو برداشت نہ کر سکی۔



اُس نے انتہائی نفرت و حقارت سے ”نامہ مبارک“ کو چاک کر ڈالا۔ تو زبانِ مہی ترجمان نے صرف یہ ارشاد فرمایا اور بس۔ اِذَا هَلَكَ كِسْرِي فَلَا كِسْرِي لَعَدَا  
یعنی جب خسرو پر وزیر مر جائے گا تو اُس کے بعد اُس کی حکومت کا یہ کسروانی و بدبہ اور اُس کی وہ صولت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی جس کے غرور میں اُس نے پیغامِ حق کے ساتھ گستاخانہ جرات کی۔ اور فرمایا اَنْ يُمَزَّ قُوَاكِلٌ مُّزَّقٍ اِے خدا جس طرح کسر نے ”پیغامِ حق“ کو چاک کر دیا اسی طرح تو بھی اس حکومت کو پارہ پارہ کر دے۔ تو مستقبل نے اس کا کیا جواب دیا؟ وہی جواب جو ایک پغمبر کی معجزنا پیشگوئی یا دعا کا اثر ہونا چاہئے تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ ”پر وزیر“ کی ہلاکت کے بعد ایرانی حکومت کی نہ صرف کسروانی سطوت ہی کا خاتمہ ہو گیا بلکہ سرے سے حکومت کا ہی جنازہ نکل گیا۔

اور تم یہ نہ کہنا کہ ”پر وزیر“ کے بعد اگر ”درفش کا دیانی“ کا اقتدار فنا ہوا بھی تو کیا خود پر وزیر کی گستاخانہ حرکت کا اس کو کیا جواب ملا؟ اس لئے کہ اوراقِ تاریخ ابھی تک شاہد ہیں کہ جب پر وزیر نے انتہائی تمکنت کے ساتھ ”باذان“ گور زمین کو آپ کی گرفتاری کے لئے حکم بھیجا اور باذان نے تعمیلِ حکم میں ”بابویہ“ کو خدمتِ اقدس میں روانہ کیا ہے تو چند روز کے بعد دربارِ قدسی سے یہ جواب ملا کہ جاؤ آج شب میں میرے خدا نے اُس کی قسمت کا پانسہ پلٹ دیا جس نے اپنی شوکت و صولت کے غرور میں مھلکو گرفتار کرنے کے لئے تم کو بھیجا ہے وہ اپنے بیٹے ”شیرویہ“ کے ہاتھ سے

۱۔ درفش کا دیانی۔ ایرانی حکومت کا مشہور چرم یا پیش بہا چوٹا سا تاج جس کے متعلق ایسا عقائد تھا کہ اس کا جنگ میں موجود ہونا فتح کا پیش خیمہ ہے ۱۱



مارا گیا۔ اور بالآخر چند ہی روز میں ”باذان“ نے خود شیردہ سے وہ سب کچھ سُن لیا جو زبانِ معجز بیان نے ”بابویہ“ سے بیان فرمایا تھا۔

اب تم ہی فیصلہ کرو کہ اُس مقدس مہتی کا پیغمبرانہ شان سے ان امور کے متعلق ارشاد فرمانا، اور خدائے قدوس کی جانب سے اُس کی تصدیق میں صرف حرف کا پورا ہونا اُس کی معجزانہ صداقت اور پیغمبرانہ رفعت پر زندہ شہادت نہیں تو اور کیا ہے؟

اور اس قسم کا معاملہ صرف ایک پر دیزہی کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ وہ قادیانی کروصفیات گذشتہ کی اور دیکھو کہ قیصرِ روم، عزیزِ مصر، شاہِ دمشق، یہ اور ان ہی طرح کے اُن دوسرے بادشاہوں کو ”کہ جنہوں نے قبولِ حق کے مقابلہ میں دنیا کی عمار کو ترجیح دی یا حکومت کے نشہ نے، اُن کو امتیازِ حق و باطل کا موقع ہی نہ دیا اور یا قصداً انہوں نے اس مقدس وجود کے بیانات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا“ کہ وہ بہت تھوڑی مدت کے اندر اندر اپنی عزت و جاہ، اور حشمت و سلطنت کو کس طرح کھو بیٹھے، اور جس حکومت کے نشہ نے اُن کو اسلام کی عزت سے محروم کر دیا تھا وہ بھی دیر تک اُن کا ساتھ نہ دے سکی

اسلم تسلّم کا مطلب

پھر ذرا یہ بھی سوچو کہ آپ نے نامہائے مبارک میں ہر ایک بادشاہ کو یہ توجہ دلائی ہے کہ ”اسلم تسلّم“ اسلام قبول کر محفوظ رہے گا“ یہ کس طرف اشارہ تھا؟ دین و دنیا دونوں کی سلامتی کی جانب! کاش کہ وہ یہ سمجھتے کہ دولتِ اسلام و بہترین دولت ہے کہ اگر ہمارے دامن اس سے پُر ہو گئے تو پھر نہ صرف آخرت



لی کامرانی و شادمانی ہی سے ہمکنار ہونا نصیب ہوگا بلکہ ہمیشہ دولت و حکومت دنیا سے بھی بہرہ اندوز و فیضیاب رہیں گے۔

اس لئے کہ یہ قول کسی فقیر و جوگی کا قول نہ تھا جو بیچارگی اور مجبوری کی راہ سے خوشامدانہ لہجہ میں کیا گیا ہو۔ اور نہ یہ ارشاد کسی نبوی شاہنشاہ کا تمدیدی حکم تھا کہ بصورتِ عدم قبول نیزہ و تلوار اور توپ و تفنگ اس حکم کی اطاعت پر مجبور و مقہور کرتے۔

بلکہ ان دونوں سے الگ یہ ارشاد ایک پیغمبر کا ارشاد تھا، اور یہ فرمان "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" کی زبان وحی ترجمان سے خدائے قدوس کا ناطق فیصلہ تھا جو اپنے فیصلہ اور نتیجہ میں اٹل اور اپنے انجام میں نہ مٹنے والا نشان تھا۔

ماضی کے اوراقِ تاریخ کا مطالعہ کرو۔ خسرو پر ویز کی گستاخی کا جواب کسی مسلمان کے ہاتھوں نے نہیں دیا بلکہ قدرت نے اس کے بیٹے "شیرویہ" کے ہاتھ سے دلا یا۔ شیرویہ خود اپنی کردار کی بدولت فنا کی نیند سو گیا اور عرقِ مقوی کے شوق میں زہرِ ہلاہل کی شیشی پی کر دنیا کے جاہ و حشم کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ گیا۔ دورانِ کی نسوانی نزاکت حکومت کے باعظیم کو برداشت نہ کر سکی، اور آخر کار "یزدگرد" کی ظالمانہ حکومت نے ایک طرف رعایا کو بددل کیا اور دوسری طرف "رستم" کے سمجھانکے باجوڑ

۱۵ خسرو کی لڑکی جو شیرویہ کے بعد تخت پر بیٹھی مگر ناکام رہی ۱۲ سلہ ایران کا مشہور سردار اور فوجی جنرل تھا۔ قادیہ کی مشہور جنگ سے پہلے ہر چند یزدگرد کو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہونے سے روکا اور سمجھایا مگر حاسدوں کی رقیبانہ حد درجہ نفاس کو ناکام رکھا اور مسلمانوں سے جنگ پر مجبور کیا ۱۲



مسلمانوں کیساتھ جھپٹاؤ پر آمادہ کر دیا۔ نتیجہ وہی نکلا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ کلام کی معجزانہ تصدیق تھی۔

”ہرقل“ قبصرِ روم، اور حارث“ شاہِ دمشق سے کس نے کہا تھا کہ یہ سمجھ لینے کے باوجود کہ آپ خدا کے سچے رسول اور پیغمبر ہیں پھر بھی آپ کی اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے لئے گھوڑوں کی نعلبندی کرائیں، اور اپنی قوتوں کے منطابے اور مسلمانوں کے مرعوب کرنے کے لئے مدینہ منورہ تک جنگ کی خبروں کی اشاعت کرائیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو کلمہ حق کے مٹانے کے لئے جمع کریں، اور مسلمانوں کے ہر ایک کام میں رکاوٹ ڈال کر بالآخر اس نتیجہ کو پہنچیں اِذَا هَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ كَأَجْبِ قَيْصَرَ هَلَاكٍ هُوَ جَائِعٌ كَأَنْ تَوَجَّهْتَ رُومَ كَوْنِي قَيْصَرَ نَظَرًا آيَةً كَمَا قَيْصَرَ كَانِي كَانِي تَهَا كَمَا أَسْنَى كَانِي دَعْوَتِ كَوْرَدِ كَرْدِيَا۔ اور آپ کی تلقین کو قبول نہ کیا۔ اور آپ کی نبوت کے اعتراضات کے باوجود اسلام میں داخل نہ ہوا اب اس کو چاہئے تھا کہ اپنی مذہب میں رہ کر آزادانہ زندگی بسر کرتا، اور خواہ مخواہ مسلمانوں کے درپے آزاد نہ ہوتا۔ مگر وہ سب کچھ ہوا جس کا ہونا مقدر ہو چکا تھا! اور کوئی بھی اس کی مخالفت نہ جہد اور کجروی کو نہ روک سکا، اور اس طرح اپنے ہاتھوں اُن نے اپنی ہلاکت مول لی۔

”مقوقس“ عزیزِ مصر سے مسلمان یہ کہنے نہ گئے تھے کہ خدا کے سچے رسول کی رست کی تصدیق کے باوجود بھی قیصر کے حکم سے برد آزمانی کے لئے مسلمانوں کو ہل من مبارز کی دعوت ضرور دینا اور اُن کے مقابلہ کے لئے چڑھ دوڑنا۔ مسلمان تو اس سے جنگ کرنے نہیں گئے تھے، پیغام تو اُس کا اور اُس کے شاہنشاہ کا ہی پہنچا تھا



کہ ہم وہ قوت رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔  
 با اینہم چونکہ جنگ و پیکار کی یہ زندگی خود اُس کی اپنی طبیعت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ  
 قیصر کے حکم کی تعمیل تھی اس لئے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی اور مسلمانوں  
 کی کریمانہ سخاوت، اور منتقمانہ جذبات سے بالاتر، رحم نے اُس کی چند روزہ جیسا  
 کو عزت کے ساتھ گزارنے کا موقعہ دیدیا۔ تاہم پیپیرانہ پیشگوئی ”بَا دَ مَلِكِکَ“ اپنا اثر  
 کئے بغیر نہ رہی اور وہ اور اُن کا خاندان ہمیشہ کے لئے مصر کی حکومت سے محروم ہو گیا  
 شاید تم یہ کہو کہ یہ سب جینہ تھا، بہانہ تھا، مسلمانوں کے ان ممالک پر نبرد آزما  
 ہو کر قابض ہونیکا۔ یا دعوتِ اسلام سے متعلق اُن کے انکار و گستاخوں کے انتقام کا؟  
 تو اگر یہ خیال محض متعصبانہ جذبات و معتقدات پر مبنی ہے تو حقیقت اور  
 واقعیت اس سے کوسوں دور ہے۔ نیز بغیر عجت و دلیل کے کسی شخص یا کسی قوم  
 کے ذاتی جذبات و مزعومہ معتقدات دوسروں پر کس طرح حجت ہو سکتے ہیں؟  
 اور اگر اس اعتراض کی صداقت تاریخی شہادت کی روشنی میں دکھائی  
 جاسکتی ہے تو پھر تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ ان بادشاہوں کے قبولِ اسلام سے انکار اور  
 نہ صرف انکار بلکہ نامہ مبارک یا سفراء کی توہین و تحقیر کے باوجود مسلمانوں نے اپنی جانب  
 سے کبھی اقدام جنگ نہیں کیا اور اگر خود اُن سلاطین نے بھی انتہائی غیظ و غضب میں جنگ  
 کا اقدام چاہا ہے تو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے ہر ممکن طریقہ سے  
 اُس کو ٹال دیا اور آشتی و صلح کی راہ کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیا۔  
 کیا تاریخ کا یہ واقعہ فراموش کر دیا جائے گا؟ کہ جب قیصر روم کے

۱۱ اس کی حکومت تباہ ہوئی



دربار سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر واپس آ گیا تو قیصرِ روم، عزیزِ مصر، اور شاہِ دمشق نے متفق ہو کر صلیبی جہاد کا اعلان کر دیا اور تمام قلمرو حکومت میں نقیب دوڑا دیئے اور شام کے علاقہ میں کئی لاکھ رومیوں کا لشکر مسلمانوں کے استیصال کیلئے جمع کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو یہ تمام خبریں برابر پہنچ رہی تھیں۔ اور حارثِ عسافی نے تو خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر سے یہ کہہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جو کچھ تیاریاں میں کر رہا ہوں انکھوں سے دیکھنے اور جا کر اپنے سفیر اور مسلمانوں کو مطلع کر دے۔ مگر پھر بھی مسلمان خاموش بیٹھے رہے اور انھوں نے دفاعی کارروائی کا بھی اُس وقت تک ارادہ نہ کیا جب تک کہ اُن کو جاسوسوں کے ذریعہ یہ اطلاع نہ مل گئی کہ رومی توک کے میدان کو محاذِ جنگ بنا رہے ہیں اور ممکن ہے کہ دو چار روز میں پیش قدمی کر کے مدینہ کے قریب ہی کسی جگہ پر قابض ہو جائیں۔

اب مسلمان مجبور ہوئے اور چونکہ اپنی جنگی تدابیر کے لحاظ سے وہ مدینہ کو محاذِ جنگ بنانا پسند نہ کرتے تھے اس لئے خود پیش قدمی کر کے توک میں جا بیٹھے۔

مسلمان اگر ہوس ملک گیری کا شوق رکھتے، اور ان بادشاہوں کے توہین آمیز طرزِ عمل کو اس کا جیلہ بنانا چاہتے تو ان کے لئے سب سے بہتر موقعہ وہ چیلنج تھا جو حارثِ عسافی نے غزور و نخوت کے لہجہ میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کی معرفت دیا تھا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اُس کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہیں کی اور سب کچھ سننے کے باوجود بھی خاموش اُدپنے دینی و دنیوی مشاغل میں مصروف رہے اور مسلم و غیر مسلم ایک شہادت بھی ایسی نہیں ملتی کہ مسلمان اُس وقت جنگ کیلئے کوئی بھی تیاری پہلے سے کر رہے تھے۔



پھر جب مجاہدین اسلام کا لشکر گرمی اور بھوک کی شدت اور سامانِ جنگ کی قلت کے باعث بے سرو سامانی کی تکلیف اور وطن سے کوسوں دور مسافرانہ حالت میں سخت صعوبتیں برداشت کر کے تھوک تک پہنچ گیا تھا ” تو یہ دیکھ لینے کے بعد کہ عیسائی لشکر اسلام کے جانباز مجاہدین سے مرعوب ہو کر منتشر ہو گیا، ” اتقا مانہ پالیسی اور آئندہ کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دینے کے خیال سے بے جنگ کئے واپس نہ ہوتا اور عیسائیوں کے علاقوں میں پیش قدمی کر کے اُن کو جنگ پر مجبور کر کے ہمیشہ کے لئے اُن کی قوتوں کا خاتمہ کر دیتا۔

مگر ایسا نہ ہوا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمتہ للعالمین سامنے آئی اور لشکرِ اسلام کو حکم ہو گیا کہ حیب و دشمن جنگ کے ارادہ کے باوجود جنگ سے گریز کر گیا تو ہم کو بھی درگزر کرنا چاہئے، اور اپنی تکالیف کا خیال کئے بغیر واپس ہو جانا چاہئے۔ اس لئے کہ ہمارا مقصد بجا بلکہ گیری نہیں ہے۔ صرف فتنہ انگیزیوں کی روک تھام یا اُن کا انسداد مطلوب ہے۔ فتنہ جو جماعت اگر اس وقت اپنی فتنہ پردازی سے باز آگئی ہے تو تم بھی درگزر و صلح و دوستی کے ساتھ واپس چلو۔

اور پڑھو تاریخ کے اُن اوراق کو کہ کس نے فارس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی گستاخی اور توہین کا معاملہ کیا اور اُس پیغمبر کے ساتھ کیا جس کے پیرو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیرو تھے جو وقت پر یہ کہہ بیٹھے ” فَأَذْهَبَ آفَتَ وِ رَبِّكَ فَقَاتِلْنَا نَاهُمْ نَا قَاعِدُونَ۔ تو اور تیرا رب چلا جا اور جا کر لوہم تو مستحق ہونے تک نہیں بیٹھے ہیں۔“ بلکہ اُس کے پیرو تو وہ جاں نثار اور فداکار تھے جنہوں نے بدر کے میدان میں بے سرو سامانی، اور تین سو تیرہ کی قلیل تعداد کے باوجود ساز و سامان



مسلم ہزاروں کے حجمِ غفیر کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر سے یہ کہہ دیا تھا۔

یا رسول اللہ ہم پر دانِ موسیٰ نہیں ہیں کہ آپ کو جواب دیدیں اگر آپ حکم دیں کہ آگ میں کود پڑو تو ہم سب ابھی آگ میں کود جائیں ہم تو یہ کہنے والے ہیں فاذهب انا معکم آپ بسم اللہ کیجئے ہم سب آپ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو موجود ہیں۔

غرض شمع رسالت کے یہ پروانے اپنی جان، مال، اولاد، اور عزت و آبرو سب کچھ آپ کی ذاتِ اقدس پر نثار کرنے کیلئے موجود تھے پھر بھی آپ نے نہ خسرو سے منتقامہ جنگ کی اور نہ اُس کے بیٹے شیرویہ اور اُس کی بیٹی بوران سے اور نہ بعد کے کسی ایرانی بادشاہ سے۔ اور نہ آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم نے ان میں سے کسی کے ساتھ تعرض کیا۔ اور یزدگرد سے پہلے کسی شاہِ ایران سے اس گستاخی کا انتقام لیا۔

مگر جب یزدگرد نے اپنی بدبختی سے خود ہی عراق، فارس، اور حجاز کی سرحد پر مسلمانوں سے چپقلش شروع کر دی اور باوجود فاروقِ اعظم عمر بن الخطاب کے بار بار طرح دینے اور تنبیہ کرنے کے نیز خود ایرانی سردارِ رستم کے یزدگرد کو عواقبِ جنگ سمجھانے اور مسلمانوں سے تعرض نہ کرنے کی نصیحت کے اپنی ہٹ سے باز نہ آیا تو پھر مسلمانوں نے دکھا دیا کہ وہ ظالم و کشرش، اور بے جا درپے آزار ہونے والے کے لئے بھی بے صداق ہر فرعونِ راموسیٰ موجود ہیں۔

اب پھر ایک مرتبہ سوچو کہ آپ کا یہ ارشاد "أَسَلِمْتُ لَكُمْ" پیغمبرانہ پیشگوئی، اور معجزانہ پیغام، تھا یا کسی نجومی، دکاہن کی پیشگوئی، اور بادشاہِ ملک گیر کی جنگ کے لئے تہدید تھی؟



## اسلم تسلیم کا ایک اونٹن

نیز اس مقدس جملہ میں اس حقیقت کا بھی اظہار تھا کہ اسلام وہ دینِ فطرۃ ہے کہ اسکی بنیاد ہی سلامتی و امن پر قائم ہے۔ اور گویا قبولِ اسلام امن و سلامتی کا بہترین وثیقہ اور آخری سند ہے۔ اسی لئے اس مذہب و ملت کا نام بھی "اسلام" رکھا گیا کہ جس کا مادہ "سلم" بمعنی سلامتی ہے۔

پس اگر ایسے مذہب کو تم نے قبول کر لیا اور ایسے دین کو اپنا شعار بنا لیا تو پھر پھر دنیا کی تمام سلامتی، اور عالمِ زیر و بالا کی تمام شانتی، تمہارے حصہ میں آجائے گی۔ اور ہر قسم کے فتنہ و فساد کی بنیادیں صرف اس ایک نام ہی سے نہ صرف متزلزل ہو جائیں گی بلکہ ان کی بیخ و بن بھی باقی نہ رہے گی۔

اور کیوں نہ ہو جبکہ اسلام ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ تمام مذاہب و ادیان اور کل بتوں اور وہروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا، ان کی حقیقی اور الہامی تعلیمات کو صحیح جانتا، اور ان کے مقدس نبیوں، رسولوں، اور ریشیوں کو خدا کا برگزیدہ تسلیم کرتا ہے۔ وہ خود ساختہ یہودیت کی طرح نہیں ہے کہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو العیاذ باللہ "یسع دجال" کہہ کر خدا کی مقدس کتاب "اصل انجیل" کو جھوٹا قرار دے اور اس مقدس رسول، اور اس کے متقدمین کے لئے ہر قسم کے ظلم و ستم روا رکھے۔

اور نہ وہ "نویجاد عیسویت" کی مانند ہے کہ جس نے ان تمام بشارتوں کو محو یا محرف کر کے کہ جن میں خدا کے آخری نبی کی آمد کی بشارت تھی خود عمدہ قدیم "توراة" اور عمدہ "انجیل" کو جھٹلایا اور جس طرح یہودیوں نے "راکبِ حار" کو تسلیم نہ کر کے فتنہ کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح انھوں نے "راکبِ جبل" کو قبول نہ کر کے پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں



پر وہ فتنہ سامانی کی کہ اپنے زعمِ باطل میں ان کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اگرچہ  
 خدائی فیصلے پر نیدُ وَنْ لِيُطْفِقُوا نُوْمَرًا لِلّٰهِ يَا قَوْمِ اِهْبِطُوا لِلّٰهِ مُتَمِّدًا نُوْمِرًا  
 وَ لَوْ كَثِرَ الْكٰفِرُوْنَ نے ان کے تمام حوصلے پست کر دیئے اور ان کی تمام ظالم  
 حرکات کو باطل کر دیا۔

اور نہ اسلام اس ہندو دھرم کی طرح ہے جو قانونِ قدرت اور فطرۃ  
 خلاف صداقت کو صرف اپنے ہی اندر محدود سمجھتا ہے اور خدا کی ان بھیجی ہوئی  
 تعلیمات کو ”جو حالات و مقتضیاتِ زمانہ اور انقلاباتِ امم و ممالک کے ساتھ  
 نازل ہوئیں“ اور ان نبیوں اور رسولوں کو جو ان تعلیماتِ الہی کو لبیکر آئے اور عالم  
 مختلف حصّوں میں شمعِ ہدایت دکھاتے رہے۔ کسی طرح لمننے کے لئے تیار نہیں  
 اور نہ صرف یہ بلکہ انسانی برادری کے ان تمام افراد میں جو ایک ہی نسل کے  
 افراد اور ایک ہی درخت کے برگ و بازہ ہیں۔ اور پختہ پختہ کا وہ امتیاز قائم کرتا ہے  
 کہ جو تاریخِ عالم میں ہمیشہ فتنہ و فساد کا منظر اور باہمی منافرت کے جذبات  
 باعث رہا ہے۔ اور مذاہبِ عالم کی تمام تاریخ اس ”سیاہ ورق“ سے واعنا رہی  
 اسلام تو ان تمام خود ساختہ معتقدات سے جدا اس امر کا صاف صاف اعلان  
 کرتا ہے کہ میں کوئی ”ادکھا“ اور ”اچھوتا“ مذہب نہیں ہوں جس طرح خدا ایک

۱۱ وہ اولاد رکھتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پونکوں سے بچا دیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کر  
 ہے اگرچہ کافروں کو شاق ہی کیوں نہ گذرے ۱۲ قُلْ مَا كُنْتُ بَدِئًا مِّنَ الشَّيْءِ  
 اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میں پیغمبروں میں کوئی ادکھا پیغمبر نہیں ہوں یعنی  
 طرح اقطارِ عالم میں برابر نبی اور رسول ہوتے اور مخلوق کو ہدایت دیتے آئے ہیں ۱۳



اسی طرح اُس کی صداقت بھی ایک ہی ہے جو ابتداءِ آفرینشِ عالم سے آج تک مختلف صدیوں اور گوناگوں مظاہر میں ہمیشہ ہمیشہ قائم رہی ہے۔

میں ہی خدا کی وہ سچی تعلیم ہوں جو ابتداءِ آفرینشِ انسانی سے آج تک ایک ہی بنیاد پر قائم ہے صرف حالاتِ زمانہ اور ممالکِ دائم کے مقتضیات کے مطابق خدا کے پیچھے پیچھے آدم علیہ السلام سے آج تک مجھ میں برابر فرودعی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ اور جس طرح ہر شے کی ایک ابتداء اور اُس کی ایک انتہا یا اُس کا ایک دورِ کمال ہوتا ہے اسی طرح میرا آخری کمال و عروج خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ قدسی صفات کے ساتھ قدرت کے ہاتھوں نے مقدر کر دیا تھا جو پورا ہوا

أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا مَنَاسِكَ الدِّينِ كُلِّهَا وَلَا تُخَالَفُوا دِينَكُمْ ذَلِكُمْ صِرَاطُ الَّذِي أَمَرَ بِهٖ خَلْقَ الْأَوَّلِينَ وَلَا يَخَالِفُوا عِزَّةَ اللَّهِ الَّذِي كَانَتْ تَكْتُمُ الظُّلُمَاتِ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

کہ میں تمام ادیان و مذاہبِ الٰہی اور اُن کے مقدس پیشواؤں کو سچا اور اُن کی سچی تعلیم کو حق تسلیم کرتے ہوئے اُن مذاہب کے تمام غلط ایجادات و اختراعات کو جو کہ اہل مذاہب نے بعد میں پیدا کر دی ہیں۔ اصلاح کر کے دینِ الٰہی کی اصل شکل و صورت کو ظاہر کرتا ہوں۔

پس میں خدا کے ہر سچے نبی اور رسول اور رشی و منی کو مقدس مانتا، اور اُن کی حقیقی اور اصلی تعلیمات کو قطعاً صحیح تسلیم کرتا ہوں اور اپنے معتقدین پر بعض کا نام لیکر اور اُن کے حالاتِ مستاکر اور بعض کا صرف اجمالی ذکر کر کے سب پر ایمان و اعتقاد

سے آج کے روز میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارا اپنی نسبتاً تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دینِ "اسلام" پسند کر لیا۔



فرق قرار دیتا ہوں۔ ”منہم من قصصنا علیکم ومنہم من لم نقصص علیکم  
اور یہ یقین دلاتا ہوں کہ ملکوں اور قوموں کا کوئی دور ایسا نہیں گذرا کہ جس میں خدا کی  
طرف سے اُن کے پاس پیغمبر یا ہادی نہ آئے ہوں۔ ”وَإِنَّ مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا خَلَا  
فِيهَا نَذِيرٌ۔“

اور بیانگ وہی یہ پکار کر کہتا ہوں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى  
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَوْ  
لَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكُ  
بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا  
بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ  
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْرَهَدُوا  
بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

کہدیجے اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو  
ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے  
یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں  
اور نہ کسی کو اُس کا شریک قرار دیں اور نہ  
اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو رب  
بنائیں۔ پس اگر وہ اس کلمہ میں تو کہدو گواہ رہو کہ  
ہم تو خدا کے ہی فرمانبردار ہیں۔

اب تم ہی انصاف کرو کہ جو مذہب خدا کی تمام سچی کتابوں، اُس کے پیغمبروں، نبیوں، اور ریشیوں کی عظمت ضروری قرار دیتا، اور اُن پر ایمان و اعتقاد و مذہب کا جزو بتاتا ہو۔ سلامتی و شانتی اس مذہب میں ہے۔ یا اُن مذاہب میں جو صداقتِ الہی کو صرف اپنے ہی اندر مخصوص مان کر دوسرے تمام مذاہب، اُن کی کتابوں، اور نبیوں کی سچی اور حقیقی تعلیم کا انکار کرتے ہوں۔

۱۵ ان میں سے بعض رسول وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے تم کو سنا دیا اور بعض وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے نہیں سنا یا ۱۶ اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جن میں ہمارا نذیر نہ آیا ہو۔



اور نہ صرف انکار بلکہ اُن کی مخالفت اور اُن کی توہین و تحقیر کو مذہب کا اہم جزو سمجھتے ہوں۔

### راعی اور رعیت

نامائے مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسرے کو یہ تحریر فرمایا تھا ”فَاِنَّ اَبَيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْمَجُوسِ“ اور قیصر کو تحریر فرمایا ”فَاِنَّ تَوَكَيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْيَرَسِيِّنَ“ اور عزیز مصر کو ”فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ“ تحریر فرمایا ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو تمہاری تمام رعایا کا ذل تمہاری گردن پر ہے۔

آپ کا یہ ارشاد مبارک صرف اس ایک معاملہ سے ہی متعلق نہیں ہے بلکہ اس کلام بلاغت نظام نے قانون الہی کی ایک اہم دفعہ پر روشنی ڈالی ہے جو ہمارے شب و روز کے ہزاروں معاملات میں وسیلہ راہ کا کام دے سکتی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ”راعی“ سردارِ حاکم، پیشوا، اور بادشاہ کی زندگی اُس کی تنہا، اور انفرادی، زندگی نہیں ہے اور اُس کے عمل و بے عملی، انکار و اثبات کا اثر صرف اُسی کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک حکمران کی غفلت، ماتحت حکام اور اُن کے بعد خود رعایا کی غفلت و جمود کا باعث بن جایا کرتی ہے۔ اور ایک حاکم ذی اختیار کا ظلم، تمام عملہ اور پھر رعایا میں باہمی ظلم و عدوان کا موجب ہو جاتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے اسی حقیقت کو اس شعر میں ادا فرمایا ہے

بر نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دادا رو      زندگ شکر یانش ہزار مرغ بسین



اسی طرح بادشاہ یا کسی حاکم کا عدل و انصاف، نظم و ضبط، تمام عملہ اور رعایا کے درمیان خود بخود احساسِ فرائض کا داعی بن جاتا ہے۔ اور مذہبی زندگی میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایک مقتدر عالم، مذہبی رہنما، اگر اپنی مذہبی ذمہ داری کو صحیح طور پر محسوس کرتا اور اسپرِ عامل ہوتا ہے۔ تو پھر سیر و اور عقیدین کے لئے کسی وعظ و تلقین کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ خود اُس کا عمل اور اُس کا احساسِ فرض، اُن کے لئے مستقل واعظ و ہادی بن جاتا ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو عالم بے عمل کے لاکھوں وعظ اور کروڑوں نصحیح بھی اُن کے لئے مشعلِ ہدایت نہیں بن سکتے۔

غرضِ راہی کا کردار، اُس کی گفتار، اُس کا عمل، اور اُس کی بے عملی، فرض شناسی، اور فرض نشناسی، سے رعایا پر تاثر ایک "فطری امر" اور "قدرتی نظام" ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے: "كَلِمَةً سَرَّاعٍ وَكَلِمَةً مَسْئُولٍ عَنْ رَعِيَّتِهِ" تم میں سے ہر شخص اپنے متعلقین اور ماتحت جماعت کے لئے "راعی" ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کے بارہ میں جوابدہ ہے۔

پس خسرو پرویز، قیصر روم، اور عزیز مصر، یہ امر اسی قسم کے دوسرے سلاطین اگر اسلام قبول کر لیتے تو پھر فارس، روم، اور مصر کی رعایا کو جہاد و عورتِ اسلام پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ اُن کے بادشاہوں، اور حکمرانوں، کا عمل خود اُن کے لئے دلیلِ راہ بن جاتا اور وہ سب کے سب پر مدار و رغبت مشرفِ اسلام ہو جاتے۔ جس طرح کہ نجاشی شاہ حبشہ، شاہِ مین، اور شامان جیز کے قبولِ اسلام کا اُن کی رعایا پر اثر پڑا اور وہ سب اسی وقت یا قلیل عرصہ کے بعد



مشرق باسلام ہو گئے۔

## يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ

تم نے نامہ لے مبارک میں اس امتیاز کو بھی دیکھا ہے کہ جو نامہ جات آپ نے اہل کتاب بادشاہوں کے لئے تحریر فرمائے ہیں ان میں "اسلم تسلم" کے بعد "يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ" بھی ہے۔

یعنی اہل کتاب کو یہ بشارت سنائی ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ تم کو دو ہزار اجر عطا فرمائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی، دینی، اعتقاد ایک ایسی شے ہے کہ انسان شروع میں جس قدر اس قلاوہ کو گردن میں ڈالتے اور اس پابندی کو خود پر عائد کرتے ہوئے گھبراتا ہے۔ پابندی قبول کرنے اور اس قلاوہ کو گردن میں پہن لینے کے بعد پھر اس سے آزادی، اور گلو خلاصی، کے ظاہر سخت بھی مستعد ہو جاتا ہے کہ جان و مال، اہل و عیال، اور عزت و حرمت، سب کوچہ دینا گوارا کر لیتا ہے مگر اس کو نہیں چھوڑتا۔ اور یہ ایک ایک ایسی حقیقت ہے جس کے شواہد و نظائر، تاریخ عالم میں ایک، دو، نہیں بلکہ ہزاروں ملجائیں گے۔

اس نے اسلام کے داعی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "دین مدھتہ" دعوت کے وقت فطرت کے اس قانون کا لحاظ ضروری سمجھتے ہوئے ہی نہ۔ پر یہ بھی واضح فرما دیا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ اگر ہم اس نبی "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" پر ایمان لے آئے اور اس کو خدا کا سچا رسول و پیغمبر تسلیم کر لیا۔ تو دین عیسوی یا دین موسوی کی آج تک کی پیروی اور حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ







خود توراہ و انجیل اور زبور، و صحائف انبیاء اور آدم علیہ السلام کے آج تک تمام انبیاء و رسول علیہم الصلوٰۃ و السلام میرے نبی اور خاتم النبیین ہونے کی بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔

انے کتب احادیث میں جب نامہائے مبارک کی یہ احادیث آتی ہیں تو اس جگہ یوتیک اللہ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ کے متعلق بعض اصحابِ درس علماء کرام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح قبولِ اسلام سے یہود و نصاریٰ کا اجرامتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن افراد سے بڑھ جائیگا جو اہل کتاب نہیں اور صرف ذاتِ اقدس ہی کے کمالاتِ نبوت دیکھ کر آپ کے شیدائی اور جاں نثار بنے ہیں حالانکہ عقل کا مقتضایہ ہے کہ کسی بات کے تسلیم کرنے میں یا خبر شخص کے مقابلہ میں بے خبر زیادہ قابلِ داد و تحسین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کی سعادت میں اہل کتاب اگرچہ یقیناً دوہرے اجر کے مستحق ہیں۔ مگر امتِ محمدیہ کے دوسرے شیدا ایسا کبھی اہل کتاب کے دوہرے اجر کے مساوی ہوگا یا اُس سے بھی بڑھ جائے گا۔

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال میرے خیالِ ناقص میں تو یہ آتا ہے کہ جبکہ نامہائے مبارک اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں قسم کے افراد کے پاس بھیجے گئے اور زبانِ وحی ترجمان نے اہل کتاب کے لئے اس شرف کا خصلتِ صیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور دوسروں کے لئے فقط "اسلمتکم" ہی ارشاد ہوا، تو اہل کتاب کے اس شرف کو دوسروں کے مقابلہ میں بغیر کسی تاویل و توجیہ کے تسلیم کرنا چاہئے۔ اور دوسری جماعت کے اکہرے اجر کو "اجرک تمنا" کے مساوی کرنا یا اُس سے بڑھانا حدیث اور قرآن عزیز کے بیان کردہ خصوصی (تعبیر اعلیٰ صغیر پر) (کبھی)



## دعوتِ وحدتِ کلمہ

نیز تم نے یہ بھی دیکھا کہ اہل کتاب کو جو نامہائے مبارک لکھے گئے ہیں ان میں یہ آیت مسطور ہے۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عِبَادَةٌ مِثْلَ بَعْضِ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔ اور کسر لے پرویز ”جو کہ مجوسی تھا“ اور دیگر مشرک سرداروں کے نام کے نامجات اس آیت سے خالی ہیں۔ اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا؛ اس لئے کہ جبکہ اہل کتاب، الہامی کتابوں، قرآن، زبور، انجیل، اور دیگر صحیفِ انبیاءِ علیہم السلام کے قائل ہیں۔ اور خدا کی یہ تمام سچی کتابیں شرک سے بیزاری، اور توحید سے محبت و اعتقاد کی معلم تھیں تو ان تمام جماعتوں کو جو کہ ان کتابوں پر ایمان رکھتی ہیں، اس کلمہ ”توحید“ کی یاد دہانی کرنا اور ”سواء بیننا و بینکم“ کہہ کر ان کو ملزم قرار دینا، بالکل بجا اور درست ہے۔ تاکہ وہ غور کریں۔ اور سوچیں کہ خدا کے سوا دوسروں کی کیا تہذیب کا سامنا، اور ”تثلیث“ کا عقیدہ واقعی کتبِ سماوی کا عقیدہ ہے یا خود ساختہ کلیاؤں کی تعلیم کا نو پیدا عقیدہ؟

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شرف کی ”حلاوت“ اور اس کی ”روح“ کو گم کر دینا ہے۔ ہاں افراد و اشخاص کے انفرادی ایمان و اعتقاد کا تفوق اور اس کی برتری یقیناً اس مقابلہ سے جدا اور حدیث اور قرآنی آیہ کے مفہوم سے الگ ہے۔ ظاہر ہے کہ صدیق اکبر، فاروق اعظم، ذی النورین، حیدر کرار رضی اللہ عنہم کی ایمانی قوت کا تفوق اور اس کی برتری حضرت عبداللہ بن سلام، کعب احباب اور وہیب بن منبہ کے اجرِ ایمانی سے خدا جانے کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے۔ رہا سوال میں بخیر و باخبر کے تفاوت کا عقلی نکتہ سو اس کے متعلق ہم تفصیل سے ظاہر کر چکے ہیں کہ اہل کتاب کے لئے دوہرا اجرِ فطرت اور عقل سلیم کے کس قدر مطابق ہے؟



نخلاف مشرکین، اور مجوسی، بادشاہوں کے کہ ان کے مذہب کی ابتدائی بنیاد اور ان کے عقیدہ کی عمارت کی پہلی اینٹ ہی ”اَدْبَابُ مُتَفَرِّقُونَ“ پر قائم تھی تو ان کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ فقط ان کو دینِ حق ”اسلام“ کی طرف دعوت دیا جائے اور قبولِ اسلام کی صورت میں دین و دنیا کی سلامتی کا پیغام سنایا جائے۔

اہل کتاب اور مشرکین و مجوس کے درمیان باہمی امتیازی شان کی ایک زندہ شہادت یہ امر ہے کہ قیصرِ روم اور عزیزِ مصر کے درباروں میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد نامہ مبارک لیکر جاتا ہے، اور سلاطین سے مکالمات و مخاطبات کی نوبت آتی ہے تو ان کی تمام گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی الہامی کتابوں میں ایک ”بنی منتظر“ کی آمد کی بشارتیں پاتے ہیں اور آپ کے حالات و افعال سن کر یہ بھی اقرار کر گزرتے ہیں کہ یہی شخص ان تمام بشارتوں کا مصداق ہے۔

اس لئے اگرچہ دنیوی جاہ کی خاطر وہ قبولِ اسلام سے باز رہے مگر آپ کے ایلچی اور قاصد کے ساتھ حسن سلوک، نامہ مبارک کا احترام، اور آپ کی خدمت میں ہدایا و تحائف کی روانگی، ان سے عمل میں آئی۔

اور اس کے برعکس ”خسرو پر دیز“ کسرے، فارس چونکہ الہامی کتابوں کی بشارات سے نا آشنا، بنی منتظر کی صفات سے بے خبر، اور کسی خاتم النبیین پیغمبر کی آمد کا قائل نہ تھا۔ اس لئے اس کو آپ کا پیغام سخت گراں معلوم ہوا۔ اور آپ کی ”دعوتِ اسلام“ نہایت شاق گذری۔ اور اس نے غیظ و غضب کا نامہ مبارک کے ساتھ انتہائی گستاخی اور بے ادبی کا معاملہ کیا۔



## سیلہ کذاب اور فیصلہ نبوی

تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہائے مبارک میں اُس دعوتِ اسلام کا بھی ذکر پاتے ہو جو سیلہ کذاب کو دی گئی تھی پس کیا تم نے اس واقعہ کی اصل حقیقت کو پہچانا اور اُس پر غور کیا؟ یا تم بھی بر خود غلط ان ہی ”مدعیانِ محبتِ اسلام“ کے ایک رکن ہو جن کا جذبہ رواداری و وسعتِ خیالی اس کا بھی متحمل نہیں ہے کہ ضروریاتِ دین اور مسئلہ اصول کے صریح انکار کے باوجود بھی کسی نام نہاد مدعیِ اسلام کو اسلامی برادری سے خارج سمجھا جائے اور کسی ایک فرد یا ایک جماعت کے الحاد و زندقہ کو ظاہر کر کے تمام اسلامی جماعت کے صحیح عقائد و ایمانیات کا تحفظ کیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو تم ایک مرتبہ پھر اس واقعہ کو پڑھو اور خیمِ حقیقت میں سے دیکھو! سیلہ اور اُس کی جماعت کے اقرارِ توحید اور رسالتِ رسولِ کریم کی تصدیق کو دیکھو اور پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ پر نظر ڈالو، تاکہ معاملہ کی حقیقی صورت تمہارے سامنے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے۔

سیلہ کذاب کا وہ خط جو اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا ہے اور اُس کی وہ زبانی گفتگو جو مدینہ آ کر دربارِ قدسی میں بالمشافہ ہوئی ہے دونوں اس بات کا صاف صاف پتہ دیتے ہیں کہ اُس کو نہ توحیدِ اسلامی سے اختلاف ہے اور نہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا منکر ہے بلکہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے اقرار میں وہ دوسرے تمام مسلمانوں کے شریکے یا یوں کہئے کہ سیلہ توحیدِ الہی، اور رسالتِ محمدی، دونوں کا اقرار کرتا اور اس اعتبار سے خود کو مسلمان ہی سمجھتا تھا۔ اُس کا اگر کوئی مطالبہ تھا تو نقطہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ



یہ وسلم اپنی نبوت کے زیر اثر ایک محدود حصہ میں اس کی نبوت کو بھی تسلیم کر لیں یا پھر  
 لئے کہ حکومت کو مان لیں۔ حتیٰ کہ بعض اصحاب سیر نے مراحت کی ہے کہ مسیلہ کی مسجد  
 مؤذن اذان میں اشہدان لا الہ الا اللہ اور اشہدان محمد رسول اللہ اسی طرح  
 رستا تھا جس طرح مسلمانوں کی اذان میں پڑھا جاتا ہے البتہ مسیلہ کی نبوت کی  
 شہادت کا اور اضافہ کرتا تھا۔

مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی ایک جرم میں کہ وہ نبوت کا مدعی تھا  
 اُس کے اقرارِ توحید، اقرارِ رسالتِ محمدی، اور مدعیِ اسلام ہونے کو ہرگز قبول نہیں  
 فرماتے۔ اور اُس کو "جماعتِ مسلمین" سے خارج کر کے کذابِ لعین اور مردودِ قرار دیتے  
 ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ صدیقِ اکبر کے زمانہ میں اس عقیدہ کی پاداش میں مرتد  
 قرار دیا جا کر وحشی کے ہاتھوں رسوائی کے ساتھ مارا جاتا ہے بلکہ اُس کے اس ذلت  
 سے مارے جانے کی تصدیق خود زبانِ وحی ترجمان سے اُن الفاظ سے ظاہر ہو جاتی  
 ہے جو غیرانہ شان کے ساتھ آنے والے واقعات کے سلسلہ میں گاہے گاہے بطورِ پیشگوئی  
 ادا ہوا کرتے تھے۔

پھر اسپر بھی غور فرمائیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیقِ اکبر نے  
 مین کے مشہور قبیلہ بنو حنیفہ کے اُن افراد کو بھی مرتد اور خارج از اسلام قرار دیکر  
 قتل کر دینے کا حکم دیا کہ جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار کے ساتھ ساتھ مسیلہ  
 کی نبوت کا بھی اقرار کرتے تھے۔ صدیقِ اکبر نے اُن پر جہاد کیا، مسیلہ ذلت سے  
 مارا گیا، اور اُس کے بہت سے معتقدین بھی قتل ہوئے۔ اور صرف اُنہی کو معاف  
 کیا گیا جنہوں نے کئی طور پر مسیلہ کی پیروی سے بیزاری کا اظہار کیا۔



اور کیا ہمارے لئے وہ عبرت خیز واقعہ کافی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ابھی چند ہی روز گزرے ہیں۔ ہر طرف سے دشمن تاک میں ہیں کہ کسی طرح اسلام کا شیرازہ منتشر ہو۔

ایسے نازک وقت میں مسلمان اپنی اکثریت کی بقا اور اپنی جماعت کے اہمیت کے لئے نام نہاد مسلمانوں کی ولداری و دلجوئی اور اسلامی برادری میں ان کی شرکت کے لئے جس قدر بھی جدوجہد کرتے وہ ہر طرح بجا و درست تھی۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مہور صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں صاف صاف اعلان کر دیا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو شخص زکوٰۃ کی ایک رپی بھی دیا کرتا تھا اور اب دینے سے انکار کر دے تو میں اس کو ہرگز معاف نہ کروں گا۔ اور ان کے مقابلہ میں جہاد کروں گا۔ اس اعلان کی تمام صحابہ پُر زور تائید کرتے اور ہر طرح ان کی اعانت کرتے ہیں۔

اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ کیا ہم اور آپ صدیق اکبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ اسلام کے شیدائی اور فدائی ہیں یا ہم کو اور آپ کو ان بزرگوں کے مقابلہ میں "مسلم اکثریت" کا زیادہ شوق ہے کہ جنہوں نے اپنے خون سے کشتِ اسلام کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب بنایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ "مائعین زکوٰۃ" یا "مسئلہ اور اس کا گروہ" باوجود توحید و رسالت کے اقرار کے اس لئے "مسلم" نہیں کہلائے جاسکتے کہ وہ ضروریاتِ اسلام اور عقائدِ اسلام میں رخنہ پیدا کر کے سادہ لوح اور پتھے مسلمانوں کے ایمان و اعتقاد کو متزلزل کرینگے اور رفتہ رفتہ اسلام ایک با اصولِ صحیح اور



کاس و کمل مذہب کی بجائے ہر شخص کے مزعومہ عقائد کا ایک ایسا سمجھوتہ مرکب بن جائے گا کہ پھر اُس کو "سوسائٹی" کا مذہب تو کہہ سکیں گے لیکن خدا کا پسندیدہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا حقیقی مذہب و دین نہ رہے گا۔ اس نے ضروری ہے کہ ابتداء ہی سے مسلمانوں کے اُس نام نہاد، متعفن، عنود کو کاٹ کر پھینک دیا جائے تاکہ بقیہ مسلمان اسلام کی اپنی اصلی اور حقیقی روشنی میں دینی و دنیوی معراج ترقی پر پہنچ سکیں۔

اور آخر کار وہی ہوا جو حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اسلامی فراست نے سمجھا تھا یعنی مانعین زکوٰۃ، مسیلاً، کذاب اور اسود عسی متبئی کا ذب اور اُن کی مرتد جماعتوں کے استیصال اور ہلاکت کے بعد شجر اسلام نے وہ برگ و بار نکالے کہ چند ہی سال میں چار دانگ عالم میں اسلامی شوکت و سطوت کا ڈنکا بجنے لگا اور ہر سمت اعلیٰ کلمۃ الحق کا منظر نظر آنے لگا۔

بدقسمتی اور بد نصیبی سے اگر ان صحابہ کی مقدس جماعت کی بجائے اُس زمانہ میں ہم اور آپ جیسے مجتہدین اسلام اور شائقین اکثریت جماعتِ مسلمین ہوتے تو العیاذ باللہ صدیق اکبر اور اُن کے مقدس رفقاء (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بھی "لا تکفروا اهل القبلة" کا جملہ سننا کہ "مکفر مولوی" ہی کا لقب دیتے اور نصیبِ اعداء پھر اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو آج عیسائیت، یہودیت اور ہندو دھرم کی ہے۔ کہ خدا کا منکر بھی عیسائی اور ہندو کہلانے کا مستحق ہے اور ایک خدا کو تین بنا کر بنوالا اور اُس کے ساتھ کروڑوں شریک ماننے والا بھی اسی طرح کا عیسائی اور ہندو ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور کرشن و رام کو خدا



کے تب بھی عیسائی کا عیسائی اور ہندو کا ہندو ہی رہتا ہے۔ اور اگر ان کو خدا کا بیٹا مانتا ہو تب بھی عیسائیت اور ہندو دھرم کا پرستار ہی شمار ہوتا ہے اور اگر صاف انکار کر دے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری کرشن کے وجود کو ہی تسلیم نہ کرتا ہو۔ تب بھی پکا عیسائی اور خالص ہندو ہی شمار ہوتا ہے۔ غرض جو شخص عیسائی معاشرت یا ہندو معاشرت کا عادی ہے اور اُس کو مانتا ہے تو پھر خواہ اُس کے کچھ ہی عقائد کیوں نہ ہوں وہ عیسائی کا عیسائی اور ہندو کا ہندو ہی رہتا ہے اگر کہ اُن کی نگاہ میں مذہب کی حقیقت صرف "سوسائٹی" کے ہتھیار اور تعارف کا نام ہے نہ کہ خدا کے بتائے ہوئے خاص الہامی احکامات و اصول کا نام ہی حال آج غریب اسلام کا بھی ہوتا اور حقیقی اور اصلی مذہب کا نام و نشان بھی نظر نہ آتا۔ پس ایسی حالت میں اگر وہ علماءِ حق کہ جن کا شیوہ "کبھی تکفیرِ مسلمین" نہیں رہا صرف مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت اور انکی ہر دو مقلد جماعتوں کو اسوجہ سے اسلامی برادری سے "خارج" سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کے ساڑھے تیرہ سو سال کے مسئلہ عقیدہ اور نصِ قرآنی کے صاف اور صریح عقیدہ "ختم نبوت" کا انکار کرتے یا انکار کرنے والے کو اپنا امام اور مقتدا مانتے ہیں۔ اور اس طرح ضروریاتِ دین اور مسلماتِ اسلام میں رخنہ اندازی کے باعث ہوتے ہیں تو اس میں ان علماءِ حق کا کیا قصور ہے اور برخورد غلط دعوتِ محبتِ اسلام کے جوش میں ان حامیانِ ملتِ بیضار پر "مکفر مولوی" کے آواز سے کہنے کس طرح جائز و درست ہیں کیا وہ اس آیت سے بالکل بے خبر ہیں۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا

جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں



نَشْهَدَا اَنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ  
 وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّكَ لَرَسُوْلُهُ  
 وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ  
 لَكَاٰذِبُوْنَ -  
 کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ خدا کے  
 رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس  
 کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق  
 اپنی گواہی میں یقیناً کاذب ہیں۔

## تکفیر اہل قبلہ

ممکن ہے کہ تم یہ سوال کرو کہ پھر حدیث من صلیٰ صلواتنا واستقبل قبلتنا  
 واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ (الحدیث) کی  
 کیا مراد ہے۔ سواد اول تو صدیق اکبر اور تمام صحابہ کے متفقہ فیصلے اور اس کے صحیح نتائج  
 کے بعد یہ سوال ہی بعد از وقت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جس زبان وحی ترجمان سے  
 یہ پاک جملے نکلے ہیں صدیق اکبر اور صحابہ کی مقدس جماعت نے ان کو خود اپنے

سلسلہ بخاری کی اس حدیث کی شرح میں فتح اباری، یعنی خیر البجاری، کرمانی جیسی مشہور و مستند شروح میں  
 بیان کیا گیا ہے کہ جب تک کسی شخص کے اعمال ظاہری سے کوئی امر احکام الہی کے خلاف معلوم نہ ہوتا ہوا ہو  
 مسلمان ہی سمجھنا چاہئے۔ اور اگر ان تمام اعمال ظاہری کے باوجود اس کے دوسرے اعمال یا عقائد جو  
 اعمال سے بھی زیادہ قابل توجہ ہیں، اصول اسلام کے منافی ہیں تو وہ اس حدیث کا مصداق نہیں بن سکتا۔  
 حافظ ابن حجر زما نے اس توفیق ان امور الناس محمولۃ علی الظاہر فمن اظہر مشاعر الدین اُجرت علیہ حکام  
 اہلہ عالمہ نظر میں منہ خلاف ذلک۔ ترجمہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات ظاہری حالت  
 ہی معمول ہونگے لیکن شخصوں کے شمار کو ظاہر کرے اس پر اہل اسلام کی احکام جاری ہونگے جب تک اس شخص سے اس کے خلاف



گوشِ حق نبوت سے سنا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ ان الفاظِ مبارک کا مفہوم کیا ہے، یہ کس موقع کے لئے ادا ہوئے ہیں، اور خطابت کا روئے سخن کس جانب ہے، یہ سب پر جلتے اور سمجھنے کے بعد بھی اُن کا تسلیم اور اسودھنی اور ان دونوں کی جماعت کو مرتد قرار دینا اور منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنا، اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مسئلہ عقائد اور ضروریاتِ دین کے انکار یا اُن کی باطل تاویل کے بعد کسی شخص کو مسلمان کہلانے کا حق نہیں رہتا۔ اور وہ غیر مسلم جماعتوں سے بھی بدتر مرتدین کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ اسلامی قانون بہت سے حالات میں ایک کافر و مشرک کو پناہ دیتا، اور اُس سے دنیوی حیات و معاملات میں اشتراکِ عمل جائز رکھتا ہے، لیکن مرتد کے لئے ان میں سے کسی ایک امر کا بھی روادار نہیں ہے تاہم اگر مسئلہ کی مزید وضاحت مطلوب ہے تو معلوم رہے کہ قرآنِ عزیز اور حدیثِ پاک کے کلماتِ طیبات کو سطحی نظر سے دیکھنا، اور اُن پر فوراً کسی مسئلہ کی بنیاد قائم کر لینا اگر مقصد سے دور اور قرآن و حدیث کی صحیح روشنی سے جدا کر دیا کرتا ہے۔ اور بعد

تاثر یا میرسد دیوار کج

اس طریقِ کار سے سیکڑوں خطرناک غلطیاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔

حدیثِ رسول! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوت و جلوت کے کلام اور خطابت کا نام ہے اس لئے آپ کے ارشاداتِ عالیہ کے مفہوم کی تعیین کے لئے صرف لغت کا کافی نہیں ہے بلکہ اصولِ خطابت کے مطابق اُس کے سمجھنے میں سیاق و سباق

اسے اصطلاحِ محدثین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر (یعنی آپ کی موجودگی میں

کسی کے عمل و قول پر آپ کا سکوت یا اس کی تصویب) کا نام حدیث ہے ۱۲



محل گفتگو، اور ماحول کی کیفیات، کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ اور یہ بات کچھ آپ ہی کے کلام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دنیا کی تمام خطابت اسی اصول پر مبنی ہے۔

بسا اوقات خطابت و تکلم میں ایک بات کہی جاتی ہے اور الفاظ میں کسی قسم کی کوئی تخصیص و تفسید نہیں ہوتی مگر پھر بھی مخاطبین کیفیتِ کلام، طرزِ تکلم، اور خارجی حالات سے اس کلام کو کسی خاص حالت، خاص وقت، یا کسی خاص قید کے ساتھ مقید سمجھتے ہیں اور حقیقت میں تکلم کا مقصود بھی وہی ہوتا ہے جو مخاطبین نے اندازہ کیا ہے۔

اسی لئے محدثین، اور فقہاء مجتہدین، کسی حدیث کے لئے یہ حکم کرتے ہیں کہ خاص جگہ یا خاص وقت کے لئے مخصوص ہے اور کسی حدیث کے متعلق فیصلہ دیتے ہیں، کہ یہ عام ہے۔ حالانکہ محض عبارتِ حدیث سے نہ خاص کی خصوصیت کا پتہ چلتا ہے اور نہ عام کی عمومیت کا۔ . . . . . حتیٰ کہ بعض اوقات ایک ہی حدیث کے دو جہوں میں سے ایک کے متعلق خصوصیت کا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اور دوسرے جہ کو عام فرماتے ہیں۔ مثلاً ارشادِ نبوی ہے۔ کہ

مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ      قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔

ظاہر ہے کہ قبلہ کی سمت متعین، اور محسوس ہے۔ کعبہ کوئی عقلی اور خیالی مقام نہیں ہے بلکہ مادی اجزاء کے ساتھ دنیا میں ایک مخصوص جانب میں واقع ہے اور دنیا کے مختلف ممالک کے طول بلد اور عرض بلد کے اعتبار سے قبلہ کی سمت ان ممالک کے لئے جدا جدا ہے یعنی جو شہر اور جو ممالک کعبہ سے جانبِ مغرب میں واقع ہیں ان کے لئے سمتِ قبلہ مشرق کی جانب ہے اور جو کعبہ سے جانبِ مغرب میں واقع ہیں ان کے لئے قبلہ کی سمت شمال کی جانب ہے۔



تو اب اگر حدیث کو صرف عربی ڈکٹری سے ہی حل کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تمام روئے زمین کے لئے سمتِ قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے جو یقیناً صحیح نہیں ہے اور حدیث العیاذ باللہ بالکل بے معنی اور بے مطلب رہ جاتی ہے۔ اس لئے محدثین نے اس حدیث کو اہل عراق اور اسی سمت کے ساکنین کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جن کے اعتبار سے یہ جملہ صحیح المراد ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ارشادِ عالی خاص مخاطبین سے متعلق ہے اور بیان کر وہ مقامات میں سے کسی مقام کے تذکرہ میں فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح (حدیث)

لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها استنبا کے وقت قبلہ کو رخ کر کے یا پشت کو  
ولکن شراً قوا او غرّاً بوا۔  
یہ بیٹھا کرو بلکہ شرق کی جانب یا غرب کی جانب  
کے متعلق کیا کوئی شخص جرات کر سکتا ہے کہ مقامی کیفیت اور ماحول کے حالات سے قطع نظر صرف لغتِ عربی سے اس کے مفہوم کو ادا کر دے۔ اس لئے کہ مالک ایسی سمت پر واقع ہیں کہ ان سے سمتِ قبلہ مشرق یا غرب میں ہے تو ایسی صورت میں شراً قوا اور غرّاً بوا پر عمل کرنے سے پہلے جملہ کے صریح خلاف لازم آئے اور ایسی حالت میں ان کو یا استقبالِ قبلہ کرنا پڑے گا یا استدبار۔ اور اگر یہ پہلے جملہ پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے جملہ پر عمل ناممکن ہے۔

اسی لئے محدثین اور فقہاء مجتہدین نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پہلا جملہ تمام عالم کے مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ ضروری ہے کہ کوئی مسلمان پیشاب و پاخانہ کی حالت میں قبلہ کو رخ کرے نہ پشت۔ لیکن دوسرے جملہ یعنی "شراً قوا او غرّاً بوا" سے صرف اہل عرب ہی مخاطب ہیں۔



اسی طرح مسئلہ زیر بحث کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص اگر اپنی زندگی میں صرف ان اعمال سے بچا ناجاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی سی نماز ادا کرتا ہے مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہے اور مسلمانوں کے قبلہ ہی کو اپنا قبلہ سمجھتا ہے تو ایسے شخص کو غیر مسلم سمجھنا یا اس کو کافر کہنا کسی طرح درست نہیں ہے تا آنکہ اس سے ایسے افعال و اعمال سرزد ہوں جو اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہوں اور اس کا عقیدہ صراحتہ اسلام کے عقائد کے برعکس ہو۔

تم غور کرو اس واقعہ کی طرف کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ جہاد میں مصروف ہیں۔ حضرت زید کے سامنے ایک کافر آجاتا ہے یہ اس کو دیکھ کر تلوار اٹھاتے ہیں کہ قتل کر دیں وہ شخص کلمہ توحید پڑھ کر ظاہر کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ مگر حضرت زید یہ کہہ کر کہ میں جانتا ہوں کہ تو اس وقت کلمہ پڑھ کر اپنی جان بچانا چاہتا ہے۔ اس کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ یہ واقعہ جب دربار رسالت میں پیش ہوتا ہے تو آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے تمنا جاتا ہے اور بار بار فرماتے ہیں "هَلَّا شَقَقْتُ قَلْبَهُ" تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا حتیٰ کہ آپ کے اس شدید غصہ پر حضرت زید یہ تمنا کرتے ہیں کہ اے کاشکہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ اور یہ کام مجھے سرزد نہ ہوتا۔

اور سوچو اس واقعہ کو کہ سید توحید کا اقرار کرتا ہے رسالتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(حاشیہ صفحہ ۹۴) عہ کیونکہ جو جماعت صحابہ دربارِ قدسی میں موجود تھی ان میں بشیرِ حقیقہ اہل مدینہ

کا تھا تو آپ نے ضروری سمجھا کہ صراحت کے ساتھ اس عام حکم کے امتثال ان کے لئے بھی عملی صورت

بیان کر دی جائے۔ اس لئے آپ نے تشریح فرمادی اور غرضاً ارشاد فرمایا:







مسئلہ عقائد اور اصولی مسئلہ مکمل متناقض ہو جاتا ہے جس کو کسی طرح بھی عقل  
 تسلیم نہیں کر سکتی تو آپ تمہیں نصیحت کرو کہ جو شخص قرآن عزیز کی مسات اور بیخ  
 ناکل محمد آبا احد من رجاکم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے  
 و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین  
 (آخری نبی) ہیں۔

کے عقائد اپنے مزخومہ اور خود ساختہ عقائد کی ترویج کرتا ہے اور اس آیت کے سلم  
 عقیدہ کے خلاف باطل تاویلات کی پٹاؤں میں اپنے نئے مذہب کی اشاعت کرتا ہے  
 تو آپ کی غیرتِ اسلامی کس طرح اس کی اجازت دیتی ہے کہ ایسے کسی ایک شخص یا  
 اُس کی پیروی و جماعت کو اسلام کی سند دیکر بقیہ مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بنیں اور  
 حقیقی اسلام کی بجگنی کی امداد و اعانت کا سبب ہوں؟  
 اور محبتِ اسلام کا یہ کیا جذبہ ہے کہ قرآن عزیز اور اُس کے احکام کی تکذیب  
 اور تاویل باطل کے باوجود بھی ہم اُس کو مسلمان ہی سمجھیں۔ اور اس کے ہاتھوں  
 اسلام کی تخریب ہونے دیں؟

بیشک "تکفیرِ مسلمین" ایک بدترین گناہ ہے اور ایسے افراد یقیناً قابلِ ملامت  
 ہیں جو فزعی اختلافات کی بنا پر اس قبیح فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔  
 لیکن اس سے بھی زیادہ قابلِ نفرت و ملامت یہ طرزِ عمل ہے کہ اسلام کے  
 عقائدِ مسلمہ کی بجگنی اور توہین کرنے والوں، اسلامی شعائر کی مذاق بنائیوالوں،  
 اور قرآن عزیز کی نصوص باہرہ میں درانداز ہونے والوں، کو مسلمان ہی سمجھا جائے  
 اور اُن کے ساتھ رسولِ اکرم اور صدیقِ اکبر کے اتباع میں "ملاحدہ" اور "زنادقہ"



کا سامنا نہ رکھنے والوں کو "مکفر مولوی" کا خطاب دیا جائے۔ اور اس طرح حقیقی اسلام کی تباہی و بربادی میں منافقین کی اعانت کی جائے۔

## قتل مرتد

بات سے بات پیدا ہو جاتی ہے۔ صفحاتِ گذشتہ میں تم سے یہ بھی کہا گیا کہ اسلام ایک مشرک و کافر کو شرک و کفر کی حالت میں بھی پناہ دیتا، اور ان کے ساتھ معاملہ میں اشتراکِ عمل روار کرتا ہے لیکن "مرد" کے لئے بجز توبہ یا قتل دوسری کوئی راہ نہیں ہے۔ اسلام اس کے وجود کو بحالتِ ارتداد ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتا اور اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون حرام قرار دیتا ہے۔

ہماری روشن خیالی پر شاید یہ نہایت شاق گذرے۔ اور کبھی کبھی کراہۃ فی الدین کا پیغام اس امر کے خلاف معلوم ہو اور کبھی عقل یہ راہنمائی کرے کہ اگر قبولِ اسلام کے لئے جبر و اکراہ جائز نہیں ہے تو "خروج از اسلام" کی صورت میں کس لئے جبر و اکراہ روار کھا جا سکتا ہے۔

لیکن اگر تم کو روایاتِ اسلامی اور آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کے مطالب سمجھنے کی خدائے برتر سے کچھ بھی توفیق ارزانی ہوئی ہے تو پھر تم کو اس اشکال کے حل کرنے میں زیادہ کج و کاوش کی نوبت نہ آئے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ مذہب ایک اجتماعی نظام کا نام ہے جو معرفتِ کردگار "علم الہیات" اور تہذیبِ نفوس "علم الاخلاق" کے اصول پر مبنی ہے۔ تمام قرآنِ عزیز کو پڑھ جاؤ، احادیث کے تمام اوامر و نواہی کو دیکھو، ہر ایک آیت اور ہر ایک حدیث اسی اجتماعیت کی شاہدِ عادل ہے۔ اعتقادات و ایمانیات میں اعمال



وسیلہ کے اختیار و اجتناب میں، تم جس آیت قرآنی یا حدیث نبوی کو دیکھو گے اس اصول سے خالی نہ پاؤ گے۔

مثلاً اعتقادات میں ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى  
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا  
لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ  
بِهِ شَيْئًا۔

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہدیجئے اے اہل کتاب  
آؤ اسی کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان  
برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت  
نہ کریں اور نہ کسی شے کو اس کا سہم و شریک ٹھہرائیں

وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَلَّا تَعْبُدُوا  
إِلَّا إِيَّاهُ۔

اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے  
علاوہ ہرگز کسی کی عبادت نہ کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
انْفُلِكُمْ فِي الْبَحْرِ تَلْتَبَّحُوا  
مِنْ فَضْلِهِ۔

وگو تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہارے لئے  
جہاز چلاتا ہے اس لئے کہ تم اس کے فضل (رزق)  
کو تلاش کرو۔

یاشد عبادات میں فرمایا گیا ہے:-

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ  
إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور  
تجہ ہی سے مدد کے خواہاں ہیں

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ  
وَأذْكُرُوا مَعَ الرَّكْعَيْنِ۔

نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں  
کے ساتھ رکوع کرو۔

وَأَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔

رات تک روزے کو پورا کرو۔

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

اد خرچ کرو اللہ کی راہ میں۔



اور معاملات میں ارشاد ہوتا ہے:-

وَالْقَائِمَةُ أَمْرًا لِهَمْدِ

اور عیبوں کو ان کا مال دو۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو

أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

لَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ عُزُورًا لِمَا نَكُرُ

اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ بناؤ۔

وَأَذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءُ

اور اس وقت کو یاد کرو جو تم ایک دوسرے

فَأَلْفَ بَيْنٍ وَقُلُوا بِكُرْ

کے دشمن تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے

وَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ

دلوں میں محبت پیدا کر دی پس تم اس کی

إِخْوَانًا

نعت (اسلام) کی وجہ سے سب بھائی بھائی ہو گئے

اسی طرح احادیث صحیحہ میں غور فرمائے ارشاد ہوتا ہے۔

عَنْ النَّعْمَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نعمان بن بشیر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحِمِهِمْ

نے ارشاد فرمایا تو مسلمانوں کو باہمی محبت اور

وَتَعَادُلِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مِثْلَ

رداداری اور باہمی امانت و نصرت میں ایک

الْجَسَدِ إِذَا شَتَّى

جسم کی طرح پائے گا۔ جیسا کہ جسم کے ایک عضو

عَضْوٌ تَدَاعَى لَهُ

میں زخم آجانے سے تمام جسم بے خوابی اور بخار

سَأْتُرْحَبِدَاهُ

میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

الْمُسْلِمِ كَالْبَنِيَانِ لِيَشُدُّ

مسلمان باہم یکدگر مثل بنیاد کے ہیں کہ ایک

بَعْضُهُ بَعْضًا

کا استحکام دوسرے کے ساتھ دل بستہ ہے

يَدًا اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ

خدا کی نصرت جماعت کے ساتھ ہے۔



سُرَّاسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْإِيمَانِ  
التَّوَدُّدِ إِلَى النَّاسِ وَمَا اسْتَفْتَى  
مُسْتَبَدًّا بِرَأْيِهِ وَمَا هَلَكَ أَحَدٌ  
مِنْ مَشُورَةٍ فَإِذَا ارَادَ اللَّهُ  
بَعْدَ هَلَكَةٍ كَانِ أَوْلَى مَا يَهْلِكُهُ  
رَأْيُهُ -

ایمان کے بعد عقل کی بنیاد لوگوں کے ساتھ  
محبت و رواداری پر ہے۔ اور جو دوسروں کے  
بے پرواہ ہو کر مستبدانہ رائے رکھتا ہے  
سو معلوم رہے کہ آج تک کوئی مشورہ کی  
بدولت ہلاک نہیں ہوا۔ اور خدا جب کسی بندے  
کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے  
اُس کی رائے کا استبداد ہی اُس کو ہلاک  
کرتا ہے۔

ان آیات و احادیث کو دیکھو اور سوچو کہ قرآنِ عزیز اور احادیثِ شریف  
نے اعتقادات، عبادات، اور معاملات میں اجتماعی نظام کی اہمیت کس علو و شان  
کے ساتھ ظاہر فرمائی ہے۔ عربی گرامر اور اُس کے بلیغانہ اسلوب بیان کے  
اعتبار سے جمع کے صیغوں کا ہر جگہ استعمال۔ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ  
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام مسلمانوں کی جماعتی زندگی کا نام ہے۔

تو اس طویل داستان کا حاصل یہ ہے کہ اسلام ایک ”نظامِ الٰہی“ ہے جس کا  
وجود مسلمانوں کے وحدۃ اجتماعی پر موقوف ہے اور جس قدر اس اجتماعیت میں  
فرق آتا ہے۔ حیانتِ اسلامی تنزل کی راہ اختیار کرتی ہے اور جس قدر اس میں  
ترقی ہوتی ہے اسلام کا وقار بیش از بیش ہوتا ہے۔ تو ایسی حالت میں جو شخص  
بھی اس اجتماعیت اور کھیتی کو برباد کرنے پر آمادہ ہو جائے اگر اُس کو اس راہ  
کا سنگِ گراں سمجھ کر فنا کر دیا جائے، اور اس طرح مذہب کی اس وحدۃ کی حفاظت



کر کے اس کو فتنہ سے بچا لیا جائے۔ تو وہ کسی طرح بھی قابلِ نکتہ چینی نہیں ہے بلکہ لائقِ صد ہزار آفریں ہے۔

اس کو اور زیادہ صاف الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ایک شخص جو مسلمان ہے اور وحدۃِ اسلامیہ کا ایک رکن سمجھا جاتا ہے وہ جب ”ارتداد“ پر آمادہ ہو جائے تو دراصل وہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور مذہبی اجتماعیت میں فتنہ کا ایک ایسا دروازہ کھولتا ہے کہ اگر ابتدا میں اس کا اندازہ نہ کیا جائے تو مسلمانوں کی اسلامی زندگی سخت خطرہ میں پڑ جائے۔ اور اعدائے اسلام کو تباہی اسلام کے لئے ایک زریں موقعہ ملتا ہے آجائے اسلئے کہ ان کے لئے شبِ دروز کا یہ مشغلہ نچائے کہ اول اسلام میں داخل ہو جائیں اور پھر چند روز کے بعد یہ اعلان کر دیا کریں کہ ہم نے اسلام کو ایک غلط مذہب پایا لہذا ہم اس کو اب ترک کرتے ہیں۔ اور اس طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ ریب و شک کا بیج بو کر ان کی مذہبی زندگی کو تباہ کرتے رہیں۔

لہذا وہ جبر و اکراہ جو اپنی حیاتِ اجتماعی کی حفاظت اور بقا پر نظام کی خاطر اختیار کیا جائے مذہبِ اخلاق، اور سیاست کسی اعتبار سے بھی مذموم نہیں، بلکہ ازیں ضروری ہے۔

سو یہ جبر و اکراہ اگرچہ بظاہر مذہب کے بارہ میں ”جبر و اکراہ“ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس شخص کے ”ترکِ مذہب“ پر جبر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ اسلامی برادری میں رہنے ہوئے اپنے اس عمل سے نظامِ اجتماعی میں رخنہ انداز ہوتا اور فتنہ پیدا کرتا ہے۔

پس اگر ایک شخص ”العیاذ باللہ“ مرتد ہوتے ہی دارالاسلام سے دارالحرب کی



چلا گیا، یا اُس نے دارالحرب ہی میں جا کر اسلام کو خیر باد کہا تو شریعتِ اسلامیہ خلیفہٴ اسلام کو یہ حکم نہیں کرتی کہ وہ اُس شخص کو دارالحرب سے حاصل کر کے اُس کو مرتد ہونے کی سزا دے۔

لہذا اس انکشافِ حقیقت کے بعد اب یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مرتد کی سزا تو یہ قتل اُس کو دوبارہ اسلام پر مجبور کرنے کے لئے ہے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کے تحفظ اور اسلام کے نظامِ اجتماعی کی حفاظت کی خاطر اُس کے ساتھ یہ طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے جو ہر طرح عقلِ سلیم کے مطابق ہے

مذہب کے اس حکم سے جدا ہو کر تھوڑی دیر کے لئے تم دنیا کی موجودہ حکومتوں کے نظام پر غور کرو تو تم کو حقیقت بخوبی منکشف ہو جائے گی۔

دیکھو ایک جاپانی یا ترکی کچھ عرصہ کے لئے انگریزی حکومت میں قیام پذیر ہوتا ہے اور وہ اپنے مخصوص حقوق کی بنا پر برٹش رعایا نہیں کہلاتا بلکہ جاپان یا ترکی کی رعایا ہی سمجھا جاتا ہے مگر اس حکومت کے علاقہ میں قیام پذیر کے بعد اُس کے تمام قوانین کی اسی طرح پابندی کرتا ہے اور ان کو تسلیم کرتا ہے جس طرح انگریزی حکومت کی رعایا کرتی ہے۔

اور ایک شخص انگریزی رعایا ہونے کے باوجود اس کے قوانین تسلیم نہیں کرتا اور انگریزوں کے خلاف بغاوت کرتا ہے اور علی الاعلان اپنی بغاوت دسرکشی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ تو اب برٹش حکومت اُس جاپانی یا ترکی شخص کے ساتھ ہر وہ من ساوک کرتی اور اسکی جان و مال اور آبرو کی حفاظت اسی طرح کرتی ہے جس طرح اپنی رعایا کے اشخاص و افراد کی۔



لیکن اُس دوسرے کیلئے باوجود اپنی قوم کے ایک فرد ہونیکے بھی بغاوت اور ملکی امن و امان میں مخل ہونے کی وجہ سے سخت سے سخت نرا میں تجویز کرتی ہے۔ کبھی قید و بند میں ڈالتی ہے۔ کبھی پھانسی کی نرا دیتی ہے اور کبھی جلا وطنی کا حکم صادر کرتی ہے۔ اور اُس کے یہ دونوں عمل بقار نظام حکومت کے اعتبار سے فطرت اور نیچر کے عین مطابق سمجھے جاتے ہیں۔

بالکل اسی طرح ایک مشرک و کافر جو اسلامی حکومت کی آغوش میں آگیا اور اس نے اپنی مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ حکومت کے قوانین کو اپنے ذمہ عائد کر لیا ہے تو وہ یقیناً اس کا مستحق ہے۔ کہ اُس کی جان و مال اور اُس کی آبرو اسی طرح محفوظ ہو جس طرح کہ مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو۔ اور شریعت اسلامیہ کا قانون اُس کی ہر قسم کی حفاظت و صیانت کا اسی طرح ذمہ دار ہو۔

اور ایک اسلام کا باغی "مرتد" جو مسلمانوں کے اندر ہر نظام اسلامی کو برباد اور اس میں رخنہ پیدا کر رہا ہے یقیناً اسی قابل ہے کہ انکارِ توبہ کے بعد مکتول کر دیا جائے۔ تاکہ دوسرے مفیدین کو عبرت ہو اور وہ تبدیل مذہب کے نام سے مسلمانوں کی جماعت میں قیام کی جرات نہ کریں۔

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

فتنہ قتل سے زیادہ سخت چیز ہے۔

مگر یہ عجیب بات ہے کہ دنیوی امن و امان، اور حفاظتِ نظام کی خاطر تو ہمارا یہ طرزِ عمل، تدبیرِ حسنِ سیاست اور زیرکی، پر مبنی سمجھا جاتا ہے، اور ایسی حکومت پانڈار اور امن کی ذمہ دار سمجھی جاتی ہے، مگر جب یہی طریق کار مذہبی نظام میں استعمال ہوتا ہے تو ہماری روشن خیالی اور وسعتِ قلبی اُس کو تنگ نظری اور ظلم کے بھیانک خطابات سے موسوم کرنے لگتی ہے۔ یہ کیوں؟ غور کرو تو معاملہ صاف ہے دنیوی نظام امن اور



تنظیم جماعت چونکہ ہمارے سکون و اطمینان کے لئے ہمہ وقت از بس ضروری ہے اور ہم اُس کا نقصان و فائدہ اس مادی دنیا میں ہر وقت آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس لئے ہمارے قلوب میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اسی لئے اس کے تباہ کرنے والوں اور اس میں رخنہ انداز ہونے والوں کو دنیا سے نسبت و نابود کر دینا انصاف کے خلاف نہیں سمجھتے بلکہ اشد ضروری جانتے ہیں۔ مگر اس کے برعکس مذہب کو ایک تفریح اور دنیا کا ایک غیر ضروری مسئلہ یقین کرتے ہیں۔ اُس کے متعلق صرف خوشگوار پہلو بھی قابلِ قبول سمجھا جاتا ہے یعنی اس میں مطلق العنانی تا واجبِ جرات و بیباکی، بجا تخریب، سب مباح بلکہ روشن خیالی کے اعتبار سے مستحسن سمجھی جاتی ہے اور اس کا تلخ و ناگوار پہلو یعنی اس کے تسلیم کے لئے قیود و شرائط اور اُس کے انکار پر زبرد و توجیح تنگ خیالی، تنگ دلی، کم ظرفی اور جبر واکراہ کے مختلف عنوانوں کے ساتھ موسوم کی جاتی ہے۔

ہیں تفاوت رہ از کجاست تا کجبا

## تبلیغ و جہاد

روبن یوحنا۔ حاکم ایلہ سے جو معاہدہ آپ نے بتوک سے واپسی پر کیا ہے، اُس نے تبلیغ و جہاد کی اصل حقیقت سے بھی نقاب اٹھا دیا اور ہر دو احکام کے امتیازاتِ خصوصی کو نجوبی واضح کر دیا۔ جس سے عیسائی مشنریوں کے بالخصوص اور دیگر غیر مسلم متعصبین کے بالعموم اس غلط اور گمراہ کن پردہ پیگنڈہ کا ”کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا“ بہتر اور مکمل جواب حاصل ہو جاتا ہے۔ بد قسمتی سے متعصبین کی کوتاہی سے نیز اس کی بھلائی و بُرائی کا انجام ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔



اور دشمنوں کی معاندانہ نشر و اشاعت نے ایسے دو اہم فرائض کو جو اپنی اپنی ضرورتاً کے اعتبار سے دو جدا جدا امور ہیں خلطِ مبحث کر کے اس طرح پیش کیا کہ ناواقف کی نگاہ میں تبلیغ و جہاد ایک ہی حقیقت کی دو صورتیں اور ایک ہی مضمون کے دو عنوان نظر آنے لگے اور ناواقف نگاہ تبلیغِ اسلام میں شمشیرِ آبدار کی چمک دیکھنے لگی۔ اگرچہ اس فرسودہ اور لغو اعتراض کے محققانہ جوابات مسلمانوں کے علاوہ خود غیر مسلم مصنفین و محققین کے قلم سے کافی سے زیادہ دیئے جا چکے ہیں۔ اور اب اس بحث کا کوئی گوشہ بھی ایسا باقی نہیں ہے جو تشنہ دلیل ہو لیکن مختصر مگر شافی بحث اس مقام پر بھی اس لئے مناسب معلوم ہوتی ہے کہ موضوعِ کتاب کا یہ بھی ایک اہم جز ہے اور اگر کتاب اس بحث سے خالی رہتی ہے تو میرے خیال میں اس کا حق پورا نہیں ہوتا۔

جہاد

حقیقتِ حال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس سالہ دورِ نبوت میں سے مکہ معظمہ کی زندگی پاک کا وہ تیرہ سالہ دور ہے کہ جس میں دشمنانِ دین اور اعدائے ملت نے کہ جن میں بیگانے بھی ہیں اور بیگانے بھی، آپ کو تبلیغِ اسلام اور اعلانِ حق سے باز رکھنے اور اس میں رکاوٹیں پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فرسوزگذاشت نہیں کیا اور ایذا رسانی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہ چھوڑا جس کی مشق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نہ کی گئی ہو۔ با اینہم وحی الہی نے انتقام کی اجازت نہ دی اور آپ کی اور آپ کے صحابہ کرام کی تمام زندگی محض تبلیغِ اسلام اور اعلانِ حق میں ہی گذرتی رہی اور اس مقدس جماعت نے اعداءِ اسلام کی فتنہ پروری اور ایذا رسانی کے خلاف معمولی سا بھی اقدام نہ کیا۔ آپ کی تعلیم



توحید الہی، مذمتِ شرک، صلہ رحمی، حسن سلوک، عفت، عصمت، اور ہر قسم کے مکالم  
اخلاق کی تعلیم تھی اور دشمنانِ دین کے ظلم و عدوان کا جواب تو کیا کبھی بد دعا کا کلمہ بھی  
ان کے لئے زبانِ مبارک سے نہیں فرماتے تھے۔ اور کیسے فرماتے جبکہ قریش مکہ کے  
سخت سے سخت مظالم کے باوجود خدائے برتر کا اپنے محبوب کے لئے یہ حکم تھا۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ لَوْلَا الْعَزِيمُ

مِنَ الرَّسُولِ وَلَا

تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ

آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اسی طرح صبر کرو  
جس طرح عظیم المرتبہ پیغمبروں نے صبر کیا ہے اور  
ان اعداءِ اسلام کے بارہ میں جلدی نہ کرو۔

تم نصیحت کئے جاؤ اس لئے کہ تم نامح بنا کر بھی  
کئے ہو تم ان پر مسلط نہیں کئے گئے۔

فَذَكِّرْنَا نَا أَنْتَ مَذَكِّرْتُمْ

عَلَيْهِمْ مُمْصِطِرِينَ

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ

بِحَمْدِ رَبِّكَ

تم صبر کرو ان باتوں پر جو وہ (مشرکین) کہتے ہیں  
اور اپنے رب کی حمد بیان کرتے رہو۔

جو کچھ وہ کہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور تم ان پر  
حیر کرے والے نہیں ہو پس تم قرآن کے ذریعہ  
نصیحت کرتے رہو۔ اُس شخص کو جو وعید ڈرتا رہے

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

بِجَبَّارٍ فَذَكَرْ بِالْقُرْآنِ مِنَ نَجَاةٍ

وَعِيدًا

یہ اور اسی قسم کی بے شمار آیات ہیں جن میں آپ کو یہی نصیحت کی گئی ہے کہ  
آپ صبر آزاخاموشی کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کرتے رہیں۔ اور ان کی بہبودیوں  
کا کوئی جواب نہ دیں۔ اور اسی پر آپ کا اور آپ کے صحابہ کا عمل رہا۔ لیکن اس عظیم  
الظہیر صبر آزا زندگی کے باوجود قریش مکہ کے ظلم و ستم میں ڈرہ برابر فرق نہ آیا۔ حتیٰ کہ  
وحی الہی نے آپ کو اور مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جانے کا حکم سنا دیا۔



اگرچہ ناقابل برداشت ظلم و ستم سے عاجز ہو کر اس سے پہلے بھی بعض مسلمان  
حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ مگر اب جبکہ مکہ میں اسلامی زندگی انتہائی خطرہ میں آگئی  
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور مسلمانوں کے استیصال کا معاملہ بھی دارالندو  
میں طے پا گیا۔ تو ہجرت مکہ کا حکم ضروری فرائض میں داخل ہو گیا۔ آخر کار ضعیف اور مجبور  
مسلمانوں کے علاوہ تمام مسلمان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ اور مکہ والوں  
کے لئے میدان خالی ہو گیا۔

اب چاہئے تو یہ تھا کہ قریش اور معاندین اسلام کا جوش سرد پڑ جاتا اور مکہ میں  
من مانی زندگی بسر کرتے اور مسلمانوں سے جو کہ ان سے منزلوں دور ہو گئے تھے کسی  
قسم کا تعرض نہ کرتے۔ اور نیزہ و تلوار کی آزمائش کی بجائے تعلیم اسلام کے خلاف دلائل  
و براہین کی قوت سے کام لیتے مگر انہوں نے یہ نہ کیا اور مقتضائے طبیعت نے انکو  
چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور یہاں بیٹھے بیٹھے بھی مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف مخالفانہ  
اور معاندانہ سازشیں جاری رکھیں اور نبرد آزمائی شروع کر دی۔

تو اب اس طویل صبر آزمائی تکالیف و مصائب و وطن سے بے وطنی اور مختلف  
سازشوں اور قتل کے مشوروں سے درگزر کے باوجود بھی جب معاندین مکہ کی فتنہ  
سامانی میں پیش قدمیوں کا اضافہ ہی ہوتا رہا اور قریش عقب کی طرح مقتضائے طبیعت  
نہ ہر ہی اگلتی رہی تب غیرت الہی بھی جوش میں آئی اور اس نے وحی کے ذریعہ حفاظت  
خود اختیار کی اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے "جہاد" کا یہ پہلا حکم سنایا۔

اِذْنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ  
بِأَنفُسِهِمْ

اب ان لوگوں کو بھی جنگ کی اجازت دی جاتی  
ہے جن کے ساتھ جنگ کی گئی اس لئے کہ وہ







فَإِنِ اتَّهَمُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
وَمَا تَلَوْا هُمْ حَتَّىٰ لَا  
تَكُونُ فِتْنَةً وَيَكُودِ  
الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ اتَّهَمُوا  
فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى  
الظَّالِمِينَ ۝

وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی جنگ کرو۔ کافر  
کی سزا یہی ہے۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو اس سے  
دالا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور ان سے جنگ  
کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ کا امتیصال ہو جائے۔  
اور دین صرف خدا کے لئے ہی رہ جائے۔  
اگر وہ باز آجائیں تو پھر تمہاری طرف سے  
تعدی نہ ہونی چاہئے۔ مگر ظالموں کے ساتھ

اور وحی الہی نے جن قیود و شرائط کے ساتھ "جہاد" کی اجازت  
مرحمت فرمائی تھی خدا نے پرتر کے برگزیدہ رسول کی پاک زندگی کے مطابق  
کرنے سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے اس حکم سے سر جو تجاوز نہ کیا  
اس مقدس فریضہ "جہاد" کو صرف قریش مکہ ہی تک محدود رکھا۔

چنانچہ سر یہ حمزہ بن عبدالمطلب سر یہ عبیدہ بن الحارث غزوہ وڈان  
غزوہ بواط کے تاریخی واقعات اور مسلمانوں کے ساتھ قریش کا معاندانہ رویہ  
اس کی زندہ شہادت ہیں۔ مگر قریش کی معاندانہ سرگرمیاں اسی حد تک محدود  
نہ رہیں اور ان کے مشتعل جذبات نے ان کو ایسا برا فروختہ کر دیا کہ ان  
مسلمان کے امتیصال اور ان کی بچکنی کے لئے ان کی نگاہیں اپنی جامعہ سے  
ہٹ کر اطراف و جوانب پر مرکوز ہونے لگیں۔ انھوں نے سوچا کہ مسلمان  
ایسی شے نہیں ہے کہ جس کو ختم کر دینا آسان کام ہو۔ ہماری تہنات  
ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی اور ان کی قوتِ عمل ہماری ہمتوں کو لپٹ



کئے دیتی ہے۔ تو اب ایک دوسری چال چلی اور مذہب اور آباؤ اجداد کی ریت و رسم کے نام پر اطرافِ مکہ کے دوسرے مشرکین کو ابھارنا شروع کیا اور قدیم رواج کے قیام و بقا کے لئے ان کی رگِ حمیت کو ہانگنیٹہ کیا اور عصیتِ جاہلیتہ کو درمیان لا کر ان کو بھی مسلمانوں کا حریف بنانے کی دعوت دی اور ابوہل، ابولہب، ابوسفیان، اور عتبہ جیسے سربراہ اور وہ و نام آور قریظوں نے اپنے نقیب بھیج کر تمام قبائل میں جنگ کی آگ لگا دی۔

جب مشرکین کے اتحاد و سنگٹھن نے یہ صورت اختیار کر لی تو اب وحیِ الہی نے بھی مسلمانوں کو ان کے مقابلہ کی اجازت دیکر پہلی اجازت میں اس طرح وسعت دیدی۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا  
يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً۔

اور تم بھی تمام مشرکین سے جنگ کرو جیسا کہ وہ  
سب لکر (اور سنگٹھن بنا کر) تم سے جنگ کرتے ہیں۔

اور آخر کار غزوہ بدر کا وہ مشہور تاریخی واقعہ پیش آیا جس نے مشرکین مکہ کے کبر و نخوت کو زلت و رسوائی سے بل دیا اور مسلمانوں کی حیاتِ ملی میں نئے باب کا اضافہ کر دیا۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قرآنِ عزیز کی اس آیت کا مفہوم  
فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَاقْتُلُوا كُلَّ مَرْصَدٍ۔

پس مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور ان کے  
گھات میں بیٹھو ہر جگہ۔

یہی ہے کہ آپ کے زمانہ میں عرب کے تمام مشرکین نے جب مسلمانوں کے خلاف ان کو مٹانے کے لئے اتفاق و اتحاد کر لیا۔ اور ان کے تمام گردہ قبائل



اور خاندان مسلمانوں کے مقابلہ میں پیش قدمی کر کے نبرد آزما ہو گئے تو مسلمانوں کو بھی یہ حق ہے کہ وہ بغیر لحاظ قریشی اور غیر قریشی کے تمام مشرکین سے جنگ کریں اور سرزمین عرب کے کسی مشرک کو اپنا حلیف نہ سمجھیں اور اس وقت تک ان کا مقابلہ کرتے رہیں کہ ان کا وجود اور ان کی مفدا نہ زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور ہرگز ہرگز اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ دنیا کے تمام غیر مسلم خواہ وہ معاہدہ ہوں یا ذمی، حلیف ہوں یا غیر جانبدار ان پر جہاں دسترس ہو قتل کر ڈالو اور ان کے قتل کے لئے گھات میں لگے رہو۔ حاشا و کلا۔ اسلام ایسے احکام سے بریٰ اللہمہ ہے اور ایسا کرنے والوں کو عذاب اور نظام امن کو تباہ و برباد کر نیوالا سمجھا ہے۔

آیت کریمہ کے یہ غلط معنی بھی انہی مخالفین و معاندین کی طرف سے ایجاد ہیں جو اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کے مذہب کو ظالمانہ و جاہلانہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔

یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ  
بِأَنۡوَاهِهِمۡ وَاللَّهُ مُتِمِّتُ نُوْرِهِ  
وَلُوْكَرِهَ الْكَافِرُوْنَ -

(مشرکین) ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی  
پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو  
پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی ہو

تاریخ شاہد ہے کہ جنگ و پیکار کے ان واقعات میں مسلمانوں نے اپنے حریف سے مدافعتاً جدوجہد کے علاوہ کسی دوسری قوم سے ایک لمحہ کے لئے بھی غیر مصالحانہ رویہ نہیں اختیار کیا بلکہ اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوہد مدینہ سے ان کو اہل کتاب سمجھ کر یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں



کے ساتھ رواداری اور غیر جانبداری کا معاملہ رکھیں گے اور مشرکین کے ہونا نہیں گے اور مسلمان بھی ان کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے اور ان کے حلیف بنکر رہیں گے۔

لیکن ایک طرف تو مسلمانوں کی صداقت و حقانیت اور ان کے عقائد و اعمال کی سادگی بچھ اس طرح روز بروز مخالفین اسلام کے قلوب میں گھر کرتی جاتی تھی کہ وہ جو درجہ جو آغوش اسلام میں آ رہے تھے۔ اور دوسری جانب مشرکین کے مقابلہ میں ان کی مادی قوت میں بھی اضافہ ہو رہا تھا پس یہود کی چشم حوڈ اس کو برداشت نہ کر سکی اور اہل کتاب ہونے کے باوجود مسلمانوں کو شکست دینے اور ان کے استیصال میں مشرکین کے ساتھ شریک جنگ ہو گئے۔ اور باوجود مسلمانوں سے معاہدہ کر لینے کے مشرکین کی خفیہ و علانیہ حمایت کرنے لگے۔

اب معاہدہ کی خلاف ورزی، عہد شکنی، مشرکین کے ساتھ خفیہ سازشوں، اور ان کی علانیہ حمایتوں کے بعد وحی الہی نے بھی یہ حکم سنایا کہ بد عہدی خدا کو ناپسند ہے اور بد عہد و مفید کی بد عہدی و مفیدہ پردازی کے خلاف جدوجہد ہی امن و عاقبت کی راہ کھولتی ہے اور ان کی پیہم در اندازوں کے بعد ان سے درگزر و حقیقت امن پسند طہائع کی زندگی کو خطرہ میں ڈال کر نظام امن کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ لہذا ارشادِ قرآنی ہے۔

إِنَّمَا اتَّخَفْتُمْ مِنَ الْقَوْمِ فَخِيفَتْ بِكُمْ قُنُوتُهُمْ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ بِذُنُوبِكُمْ  
اور اگر تم کسی قوم سے خیانت کا خون کرتے ہو تو تم ان کو  
اطلاع دیدو کہ اب ہمارا معاہدہ ساقط ہو گیا۔ ہمارے  
کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

الْمُخَافِينَ



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے محلوں اور قرب و جوار کے قلعوں میں تشریف لیا کر ان کی خلاف ورزی پر ملامت کی اور ان سے ترک معاہدہ کا ذکر فرمایا۔ یہود اب بھی صاف دل نہ ہوئے اور منافقانہ رنگ میں اپنی خلاف ورزی اور عہد شکنی پر تاسف کا اظہار کر کے عذر خواہ ہوئے اور آئندہ کے لئے وعدہ کیا کہ پھر اس کا اعادہ نہ ہوگا۔ مگر حسد کی آگ فرو ہونے والی شے نہیں ہے دوبارہ بھڑکی اور اس قدر تیز ہوئی کہ اس کے شرارے غزوہ اُحزاب کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ آخر مجبور ہو کر غزوہ خیبر کی نوبت آئی اور بنو نضیر اور بنو قریظہ دونوں معتمد جماعتوں کو اپنے کردار کی پاداش میں وہ روئے بد دیکھنا نصیب ہوا۔ جو عموماً بد باطن حساد کو دیکھنا پڑتا ہے۔ یعنی بنو نضیر کو جلا وطنی اور بنو قریظہ کو ہلاکت کی سزا ملی۔

اب نصارے ہی کی ایک ایسی جماعت باقی تھی جو بظاہر مسلمانوں سے ابھی تک دست بگریباں نہ تھی اور اگر مشرکین کے معرکوں میں نظر بھی آتی تو بہت معمولی تعداد میں اور وہ بھی خفیہ طریق پر۔ تاہم مشرکین۔ منافقین اور یہود کی ان معرکہ آرائیوں کے نتائج اور مسلمانوں کی روز افزوں ترقی کے اسباب ان کے پیش نظر تھے اس لئے اگرچہ ابھی تک میدان میں نبرد آزما نہ ہوئے تھے مگر آتش زیر پا رہتے اور شعلہ ہائے غضب ان کے دلوں اور جسموں کو کباب کے دیتے تھے۔ آخر نہ رہا گیا اور اب انہوں نے بھی بال و پر نکالے اور کبھی مشرکین کے ساتھ اور کبھی مستقل جماعت بنا کر مسلمانوں کو ہل من مبارز کا چیلنج دینے لگے حتیٰ کہ حارث غسانی شاہ دمشق نے نورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



کے سفیر سے یہ کہہ دیا کہ دیکھ میں تیری موجودگی ہی میں حکم دیتا ہوں کہ گھوڑوں کی نعلبندی کی جائے تاکہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے لشکر تیار ہو سکے۔ اور تو خود چشم دید واقعہ کو مسلمانوں اور ان کے رسول کے سامنے بیان کر دے۔ اور گھوڑا رہی عرصہ گزرا تھا کہ اس کی کوششوں سے قیصر روم کے علم کے نیچے کئی لاکھ نصاب کا اجتماع صلیبی جنگ کے لئے جمع ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ ہونے لگی۔

اب وحی آئی نے پھر مسلمانوں کی مدد کی اور مشرکین کی طرح تمام اہل کتاب رہو و نصارے کیساتھ بھی انکو جہادِ عام کی اجازت مل گئی اور حکم دیدیا گیا کہ۔

تَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ  
بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ  
دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ  
أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ  
عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔

تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت پر اور نہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی باتوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کتاب دے گئے ہیں حتیٰ کہ وہ پستی کے ساتھ خود ہی خریدنے پر آمادہ ہو جاویں۔

بہر حال جہاد کے ان تمام احکام کو اگر ہم ایک سلسلہ میں منسلک کرنا چاہیں جو قرآنِ عزیز کی سورہ انفال اور سورہ توبہ میں خصوصاً اور دیگر سورتوں میں عموماً پائے جاتے ہیں تو ان کی ترتیب اس طرح بیان کی جاسکتی ہے۔

۱۔ احب ہجرت مدینہ کے بعد بھی قریش مکہ مسلمانوں کی ایذا رسانی سے باز



نہ رہے اور ان کے ہمتیصال کے لئے جنگ و جدل کی سرکہ آرائی شروع کر دی  
تو آج پہلے دن مسلمانوں کو بھی خدا کی طرف سے صرٹ قریش کے ساتھ مقابلہ کی اجازت  
عطا ہوئی۔

(۳) لیکن جب قریش کے براہِ نیتہ کرنے سے اطراف و جوانب کے مشرکین بھی ان کے  
حلیف بن کر مسلمانوں کی بھگنی پر آمادہ ہو گئے اور پُر امن توحید کے شیدائیوں کے  
مقابلہ میں ان کی عصیبتِ جاہلیہ بھی جوش میں آگئی تو وحی الہی نے بھی تمام مشرکین  
سے جنگ کی اجازت دیدی اور اسی خدا فیصلہ کو زبانِ وحی ترجمان نے اپنے  
حکیمانہ جملوں میں اس طرح ادا فرمایا۔

أَمْرٌ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ  
حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
فَإِذَا قَالُوا هَذَا عَصِمُوا مِنِّي  
دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا  
بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى  
اللَّهِ - (الحديث)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں (مشرکین) سے  
اُس وقت تک جنگ کروں کہ وہ خدا کی توحید کے  
قائل ہو جائیں پس اگر وہ توحید الہی کے قائل  
ہو جائیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو محفوظ  
کر لیا مگر یہ کہ کسی حق کی پاداش میں وہ ماخذ  
ہوں اور معاملہ ان کا خدا کے سپرد ہے۔

یعنی اب ان مشرکین کی ظالمانہ و جاہلانہ پالیسی کا یہی جواب ہے کہ یا وہ  
خود اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں اور یا ہمیشہ کے لئے عرب کی زمین  
ان کے ان مفسدانہ اعمال سے پاک ہو جائے اور مسلمانوں کو خدا سے غرور  
کی عبادت اور فرمانبرداری میں امن و اطمینان نصیب ہو۔

(۳) اور جب یہ مدینہ نے بھی باوجود دو مرتبہ معاہدہ صلح کے مشرکین سے سازباز



کر کے ان کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں نبرد آزمائی شروع کر دی اور خفیہ و علانیہ اُن کی تباہی کے لئے کارروائیاں کرنے لگے تو مجبوراً مسلمانوں کو بھی اجازت دی گئی کہ وہ اہل کتاب کے اس فتنہ پروردگر کوہ کا جواب دیں اور ترکی بہ ترکی اُن کا مقابلہ کریں۔

(۴) اور جب یہود کی تقلید میں مسلمانوں کی روحانی و مادی روز افزوں ترقی نصارے کو بھی بے چین کرنے لگی اور مدینہ میں مسلمانوں کی مطمئن زندگی اُن کی آنکھوں میں بھی خار کی طرح کھٹکنے لگی تو اُنھوں نے بھی صلیبی جنگ کا اعلان عام کر دیا اور بتوک کے میدان میں کئی لاکھ کے جم غفیر کے ساتھ مسلمانوں کو ہل من مبارزہ کا چیلنج دینے لگے تو اب خدا کا فرمان ناطق ہوا کہ عام اہل کتاب سے تم بھی مقاومت کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ مگر مشرکین عرب کے مقابلہ میں اُن کے ساتھ یہ مراعات رکھی کہ اگر وہ اپنے کردار پر پشیمان ہو کر جز یہ دیں اور اس طرح آمادہ صلح ہوں تو تم کو ضرور صلح کر لینی چاہئے۔ کیونکہ اصل مقصد رفع فتنہ اور فساد کا سد باب ہے اور وہ اُس سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اب تم ہی انصاف کرو کہ اس میں مسلمانوں کا کیا قصور ہے اور اُن کی خطا کیا ہے؟ عقل، مصلحت، اخلاق اور انصاف پروری، سب کا یہی فیصلہ ہے کہ ان حالات میں مسلمانوں نے جو کچھ اپنے جماعتی نظام اور حفاظتِ خود اختیاری کیلئے بلاشبہ اُن کو ہی کرنا چاہئے تھا اور اسی طرح اُسندہ اعلیٰ کیلئے جہاد کا یہی فیصلہ تقیاً ہے۔ ایشاعتِ اسلام اور تبلیغِ دین، کا اس سے کیا واسطہ اور کیا تعلق! جہاد ایک دوسری حقیقت ہے جس کے دعائی و اسبابِ تبلیغ جیسے اہم مقصد سے قطعاً



جدا اور بالکل علیحدہ ہیں۔

## تبلیغِ اسلام

درحقیقت ”تبلیغِ اسلام“ کی حقیقی روح اور اُس کی حیاتِ سرمدی کا نصب العین ہے کہ اسی پر اسلام کی عمارت استوار اور اسی پر اس کی بنیاد قائم ہے۔ نبی و رسول کی بعثت اسی مقدس غرض کے لئے ہوتی، اور اسی مقصدِ وحید کی خاطر وجود میں آتی ہے۔ فلاحِ دارین اور نجاتِ کونین، ہدایتِ سرمدی اور نجاتِ ابدی صرف اسی ایک برگزیدہ مطلوب سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآنِ عزیز جو ایک مکمل قانونِ الہی اور آخری پیغامِ ربانی ہے اس مقصد کی تکمیل اور اس نصب العین کی تکمیل کے لئے مستقل احکام سناتا اور داعیِ حق و تبلیغِ اسلام کے لئے ان معجزانہ انداز میں تبلیغِ اسلام کا طریق کار بتاتا ہے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو دعوت دے  
اپنے رب کی طرف دانائی اور اچھی اچھی نصیحتوں کے  
ساتھ اور ان سے بحث و مباحثہ کرو اچھے  
طریق کے ساتھ۔

أُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ  
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ  
وَجَادِ لِمَنْ يَلْتَمِسُ  
الْحَسَنَ

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اے نبی! اللہ کے رسولوں کی دعوت دے اور تم ان کے دوست  
اور پیروں کی تو میں نہ کرتا جو اللہ کے سوا ہیں  
کہیں ایسا نہ کہ وہ عداوت میں نا بھی سے خدا کو  
گالیاں دینے لگیں۔

لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن  
دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا  
بِخَيْرٍ عِلْمٍ۔



یعنی جب اسلام کی تبلیغ و دعوت کا مقصد وحید انجام دیا جائے تو ان اصول کی پابندی از بس ضروری ہے ورنہ ان کی خلاف ورزی اس مقدس کام کے لئے سخت رکاوٹوں کا باعث ثابت ہوگی۔ اس مقدس فریضہ میں پہلی منزل یہ ہے کہ حکمت اور دانائی یعنی دلائلِ ساطعہ اور براہینِ قاطعہ کے ساتھ مخالف کو سمجھا جائے اور اُس کو ہر طرح اطمینان دلایا جائے۔ اور اگر یہ حربہ بھی موثر نہ ہو تو پھر دوسری منزل یہ ہے کہ عمدہ نصائح اور پیش بہا و خوش آئند و عظیم و پسند کے ذریعہ اس کے دل کو تسکین اور تسلی دو اور اُس کو اس طرح مانوس کرو کہ حق کی صداقت اور سچائی اُس کے تہ قلب میں اتر جائے۔ اور اگر ان دونوں منزلوں پر بھی مقصد حاصل نہ ہو تو پھر اس کو موقعہ دو کہ وہ اپنے دلائل و براہین کو پیش کرے اور ہر قسم کے مجادلہ و مناظرہ سے اپنے دل کے شکوک و شبہات کو تمہارے سامنے ظاہر کرے اور تم غیظ و غضب و غم و غصہ کی بجائے اس سے تبادلاً خیالات کیلئے آمادہ ہو جاؤ اور نہایت خوش اسلوبی اور وسعتِ قلبی سے اُس کے ساتھ بحث و مباحثہ کر کے اس کو قبولِ حق پر آمادہ کرو اور اس کو جذب کرنے کی کما حقہ کوشش کرو۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اس تمام خطابت و تکلم اور بحث و نظر میں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے معبودانِ باطل کی اس طرح توہین و تذلیل اور ان کے متعلق اس قسم کے طعن و تشنیع کرو کہ وہ صند میں آکر خدائے قدوس کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے لگیں اور اُس کا وبال تمہارے سر آجائے اور وہ بھی قبولِ حق سے باز رہے۔

پھر دیکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ان عملی مشاغل کو اور



جاچھو آپ کی زندگی کے اُن کارناموں کو جو تبلیغِ اسلام کے لئے اپنی مقدس اصول کے ماتحت ظاہر ہوئے تو تم کو نظر آئے گا کہ مکہ معظمہ کی ساری زندگی پاک میں گھر گھر اور قبیلہ قبیلہ گھوم کر توحید کا اعلان فرما رہے ہیں۔ کبھی عکاظ کے بازار میں نعرہ حق لگا رہے ہیں تو کبھی ذوالہجرت اور ذوالحجہ میں تبلیغ حق فرما رہے ہیں، کبھی کبھ کی دیوار کے نیچے صداقتِ اسلام کا سبق دے رہے ہیں، تو کبھی صفا کی چوٹی پر پیغامِ الہی سنارہے ہیں۔ کبھی مکہ میں ہیں تو کبھی طائف میں۔ غرض تیرہ سال اسی طرح خدائے قدوس کے پیغام کو لوگوں کے سامنے پیش فرماتے اور جواب میں ہر قسم کی تکالیف و مصائب جھیلے رہتے ہیں۔

مدینہ کی زندگی شروع ہوئی تو اسی پیغامِ حق کا کبھی مسجدِ نبوی کے سامنے صفحہ پر اعلان فرماتے ہیں اور کبھی یہود کے محلہ میں جا کر حق کی اس آواز کو پہنچاتے ہیں۔ کبھی نبیِ قرینہ میں ہیں تو کبھی نبیِ نصیر میں، اور کبھی منافقین کو اخلاص کی دعوت دے رہے ہیں تو کبھی اہل کتاب کو اُن کی سابقہ کتابوں سے اپنی صداقت پر ملزم بنا رہے ہیں۔

مشرکین و اہل کتاب کے مختلف قبائل و وفودِ قریب کی آبادیوں اور دور و دراز کے شہروں سے آتے ہیں۔ اور ہر قسم کے مباحث و تبادلہ خیالات کے بعد یا زچ ہو کر واپس جاتے ہیں اور یا خود مسلمان ہو کر اور وطن واپس جا کر اپنی قوم اور اپنی بستی کو اسلام کے نور سے مشرف کرتے رہتے ہیں یہودِ مدینہ کے وفود اور نصارے بخران کے وفود کے مباحثہ و مکالمہ کا کس کو حال معلوم نہیں؟

عبداللہ بن سلام، وہب بن منبہ، عدی بن حاتم، اصمہ بن ابجر جیسے یہود



و نصارے کے قبولِ اسلام کا حال کون نہیں جانتا؟ سیکڑوں و نوڈ کی آمد  
سلاطینِ عالم تبلیغِ اسلام کی دعوتِ تبلیغِ اسلام ہی کے ماتحت تھی نہ کہ جنگ  
و پیکار اور نیزہ و تلوار کے زیرِ اثر۔

## اسلام اور رہبانیت

بیشک اگر ایک طرف تبلیغِ اسلام اپنی صد ہزار خوبیوں کے ساتھ جاری  
تھی تو دوسری جانب اسلام اس فتنہ و فساد کے دفع کرنے اور اُس کے قلع قمع  
کرنے کا بھی حکم دیتا تھا۔ جو بلا وجہ اور بغیر سبب مسلمانوں کے خلاف سازشیں  
کرنے اور مسلمانوں کے وجود ہی کو دنیا سے مٹا دینے کے لئے پکایا جا رہا تھا۔ اور  
جس کی بدولت مسلمانوں کی مطنن زندگی دینی و دنیوی اعتبار سے سخت خطرہ  
میں پڑی ہوئی تھی۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ اپنی اجتماعی زندگی کے تحفظ کی پرواہ  
نہ کرو اور اپنے خلاف ہر قسم کے فتنہ جو یا نہ و مفسدانہ طرزِ عمل کو ہمیشہ برداشت  
کرتے رہو یہاں تک کہ تمہارا نام بھی صنوفِ ہستی سے مٹ جائے۔

اسلام ایک نیچرل مذہب ہے اور اُس کی فطرتِ فطرتِ الہی اور نیچرل  
قانونِ قدرت کے موافق ہے۔ بیشک وہ جو گیانہ اصول پر عمل پیرا ہونے کا  
مدعی نہیں ہے اور نہ وہ رہبانیت کی اس تعلیم کو پسند کرتا ہے کہ کسی غار میں  
یا پہاڑ کی چوٹی پر تمام زندگی یا زندگی کا بیشتر حصہ انسانوں کی خدمت سے  
خدا ہو کر گزارا دوا اور خدائے برتر کے اس کارخانہِ عالم کے نظم و نسق کو یونہی کسی  
صحیح نظام اور امن پسند دستور و آئین کے بغیر چھوڑ دو۔

و اصل یہ عالم ہست و بود و مملکت عناصر کا مجموعہ ہے اس میں اشرار بھی آباد ہیں اور



اختیار بھی، دنیا میں چور و زور بھی لیتے ہیں اور خدا رسیدہ وقتی و پرہیزگار بھی، یہاں نہ صرف اس روحانیت ہی سے کام چل سکتا ہے کہ ”اگر تمہارے ایک رخسار پر کوئی طمانچہ مارے تو تم دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے کر دو“ یا اہٹنا کی وہ پوجا کرو کہ رہزن و قزاق بھی سزا سے آزاد اور پاداشِ عمل سے بیباک ہو جائیں اور اس طرح موہوم روحانیت کے انتظار میں تمام نظامِ عالم درہم و برہم ہو کر رہ جائیں اور نہ وہ ظلم و تعدی، بیجا نخوت و خود پسندی، ہوسِ ملک گیری اور جاہلانہ حکومت ہی کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے کوئی ایک شے بھی نظامِ عالم اور اس کی اخلاقی و تمدنی فلاح کو برقرار نہیں رکھ سکتی بلکہ اُس کو پامال کرنے میں اپنی آپ ہی نظیر ہے، اور اخوت و مساوات کے رشتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر قوموں اور ملکوں کو تاراج کر دیا کرتی ہے۔

بلکہ اسلام کی راہ وہ معتدل اور نیچرل راہ ہے جو درستی نظام و آئین اور حصولِ طمانیت و عافیت کے لئے سب سے زیادہ بہتر کفیل ہے۔ وہ یہ کہ کسی غلط کاری کی غلط کاری، کسی موذی کی ایذا اور کسی ظالم کا ظلم اور بد کاری کی بد کاری ابی حد تک قابلِ عفو و درگزر ہے کہ اُس کا اثر نکوئی و درست کاری کے لئے سید راہ ثابت ہو اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ کی یہ مثل اُس پر صادق نہ آتی ہو۔

نکوئی بابتوں کو جانست کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

عفو و درگزر کا بھی ایک درجہ ہے۔ اور بُرائی کا بدلہ بُرائی بھی ایک درجہ ہے۔

اور دونوں اپنے اپنے موقع پر مفید اور کارآمد ہیں۔ ذاتی نقصان خواہ جانی ہو یا مالی، برداشت کر لینا اور بدخواہ و بداندیش کے عملِ بد کی پاداش نہ دینا عفو و



درگذر کی عمدہ مثال ہے۔ لیکن مسندِ عدالت پر ٹھیکر مجرم کو سزا نہ دینا اور جماعتی حقوق کی پامالی کی پرواہ کئے بغیر روحانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ چوراہے اور رہزن کو معاف کر دینا نظامِ عالم کی تباہی اور مظلوم کی حق نارسائی کا بدترین اور مذموم پہلو ہے جو ہر طرح قابلِ نفرت و ملامت ہے۔

پس اسلام کے اس حکم "جہاد" کا پہلو یہی ہے کہ یہ صرف اُن لوگوں کے مقابلہ میں قابلِ عمل ہے جو بلاوجہ مسلمانوں کے اجتماعی نظام کو تباہ کرنے اور اُن کی مطمئن مذہبی و دنیوی حیات کو پُرخطر بنانے میں ہمہ تن سعی رہتے ہیں اور جن کی زندگی کا نصب العین صرف قومِ مسلم اور اُس کی قوت کا استیصال ہی بن چکا ہے اور جو ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کی اس سچی پرستار جماعت کو صفحہ ہستی پر قائم رہنا گوارا نہیں کرتے۔

قرآنِ عزیز کے وہ تمام احکام جو اس سلسلہ میں ارشاد ہوئے ہیں ان ہی حقائق پر مبنی ہیں اور مختلف حالات کوائف کی بنا پر و فاعلی اور عجمی و قسموں پر منقسم ہیں۔

نیز کس کے ساتھ جہاد ضروری ہے اور کس کے ساتھ نہیں ہے قرآنِ عزیز کی اس آیت کریمہ نے اس کا بھی فیصلہ کر کے اعدادِ اسلام کی افراط و تفریط کا بالکل ہی قلع قمع کر دیا ہے۔

لاَ يَنْهَاكُمْ اللهُ مَعِنَ الَّذِينَ يَن  
لَمْ يَقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ  
وَلَمْ يُخْرِجُواكُم مِّن دِيَارِكُمْ

جن لوگوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تم کو گھر سے بے گھر نہیں کیا اور تم ان کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے



أَنْ شَبَرُوا وَهُمْ وَتَقْسَطُوا  
إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ  
إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ  
قَاتَلُواكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُواكُمْ  
مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى  
إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تُولَّوْهُمُ: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ  
فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ -

نہیں روکتا اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں  
کو دوست رکھتا ہے اور جن لوگوں نے  
ہمارے ساتھ دین کے معاملہ میں جنگ کی  
ہے اور تم کو گھر سے بے گھر کیا ہے اور ہمارے  
نکا دلینے میں کامیاب ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ  
ان کے ساتھ دوستی کرنے کو منع کرتا ہے  
اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہی ظالم ہیں

اور جنگ و پیکار کے بعد اگر دشمن اپنے کئے پر منفعل ہو جائے۔ اور آمادہ  
صلح و آشتی ہو تو پھر اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے۔  
دوسری جگہ اس کے متعلق ارشادِ مبارک ہے۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنِبْ لَهَا  
وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ  
الْعَلِيمُ. وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ  
يَجِدَ عَوْكَ فَإِنْ حَسِبَكَ اللَّهُ  
هُوَ الَّذِي آيِدُكَ بِنَصْرِهِ  
وَ يَأْتِي مَنِينَ -

اور اگر وہ (دشمن) صلح کے لئے باز و جھکاویں  
تو تو بھی صلح کے لئے باز و جھکاویں اور اللہ پر  
بھروسہ رکھ اس لئے کہ وہی سمیع و علیم ہے۔  
اور اگر وہ تجھے دھوکا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں  
تو یقیناً تجھ کو اللہ کافی ہے وہی اللہ جس نے  
اپنی نعرہ سے جبری اور مومنین کی تائید کی۔

اور تبلیغِ اسلام کا پروگرام اس سے بالکل جدا اور مستقل اصول پر قائم ہے  
جس کی حقیقی اساس یہ ہے کہ اس مقدس فریضہ کو نیزہ و تلوار سے دور کا بھی  
علاقہ نہیں ہے یہ میدان تو عفو و رحم کی تلوارِ اخوت و مہمِ رومی کے نیزوں اور



رحیمانہ خصائل اور کریمانہ اخلاق سے جیتا جاتا ہے۔ اور اس کا اسوہ حسنہ اور سکی زندہ مثال خود رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے وہ حالات و واقعات ہیں جن کی شہادت اپنوں نے نہیں بلکہ دشمنوں کے زبان و قلم نے دی ہے اور جس سے تاریخِ ماضی کے اوراق دلائلِ دبراہن کی روشنی میں ..... آج تک حیاتِ تازہ کا لطف دے رہے ہیں۔ ثوابِ سیرۃ رسول اور ازلی وابدی خدا کے کلام معجز نظام کے احکامِ صریح کے بعد بھی کوئی کور باطن متعصب اسلام کی تبلیغ کو شمشیر کے زور درکارین منت بتائے تو اس کے لئے اس سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ

گر نہ بنید بروز شہرہ چشم  
خستہ آفتاب را چہ گناہ

## اسلام اور اس کے اصولِ جنگ

پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ اسلام نے جہاد کی جس زندگی کو پیش کیا ہے وہ اپنے اصول و شرائط کے اعتبار سے خود اس کی شہادت ہے کہ جہاد کا یہ حکم دوسروں پر ناحق ظلم کرنے اور ان کو محکوم بنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ان ہی حقائق پر مبنی ہے جنکا ذکر سطورِ سابقہ میں ہو چکا ہے اور جن کی مثال ان مذاہب کی مذہبی جنگوں میں بھی مفقود ہیں جو اپنا اور عدم تشدد کے مدعی اور ایک طمانچہ کھانے پر دوسرا رخسار پیش کر دینے کے علمبردار ہیں۔

اسلام سے قبل صلیبی جنگوں، رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی مذہبی آویزشوں، مزدک اور قدیم درشتیوں کی باہمی ہولناکیوں اور برہمنیت



و بدہ ازم کی ہندی سرکہ آرائیوں کو اگر دیکھو گے اور ان کی تاریخ کو پڑھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ قتل و قتال کے نہ کوئی اصول تھے اور نہ اسپر کو پابندیاں۔ نہ بچوں پر رحم نہ عورتوں کی ناموس کا خیال، بوڑھوں اور مرلہ کا امتیاز نہ خدا پرستوں اور مذہبی راہبوں کا۔ سب ایک ہی تلوار کے گھاٹ دیے جاتے تھے۔ اور بیکے ساتھ یکساں عمل ہوتا تھا۔

لیکن اسلام آیا تو اس نے اور ہزاروں رحمتوں اور اصلاحی قوانین ساتھ اس ناگوار اور درشت پہلو میں بھی رحمت و اصلاح کو ہاتھ سے نہ دیا۔ زبانِ وحی ترجمان سے حکم دیا گیا کہ مسلمانو! جب تم دشمن سے برسرِ پیکار ان ہدایات پر عمل کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھو۔

(۱) بچوں کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

(۲) عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔

(۳) بوڑھوں سے کوئی تعرص نہ کیا جائے۔

(۴) معذور اور مریضوں پر کسی قسم کا تشدد نہ کیا جائے۔

(۵) راہبوں، زاہدوں اور خانقاہ نشینوں پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔

الایہ کہ خود ان میں سے کوئی نیرو آزما یا جنگ کا صلاح کار ہو۔

(۶) مذہبی عبادت گاہوں سے کوئی تعرص نہ کیا جائے۔

اسلام سے پہلے یہ بھی دستور تھا کہ اگر کسی حکومت سے معاہدہ کرنے کے

بعد ترک معاہدہ کا ارادہ ہوتا تو اس کو اطلاع دیے بغیر اس پر اچانکی

حملہ کر دینا کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ فنونِ حربیہ میں سے ایک فن شمار ہوتا تھا۔



میں اسلام نے اس طرزِ عمل کو غدر سے تعبیر کیا اور غدار کی سخت سزا تجویز کی  
 حکم دیا کہ اگر کسی معاہدہ حکومت کا روپہ ہمارے نزدیک قابلِ اطمینان نہیں ہے  
 ہمارا فرض ہے کہ اول اُس کو مطلع کرو کہ اب ہمارے اور ہمارے درمیان  
 معاہدہ ختم ہوتا ہے اور پھر اُس کے بعد اُس کے ساتھ مبارزہ طلبی کر سکتے ہو۔  
 قبل از اسلام فاتح قوم مفتوح علاقہ پر جس بیدردی اور برہمگی سے مذہب کے  
 نام پر ظلم و ستم اور قتل عام کرتی تھی اُس کی بیسیوں مثالیں تاریخ میں پاؤ گے۔  
 اندلس کی صلیبی جنگ، شام اور بیت المقدس کی صلیبی جنگ کے واقعات کون نہیں  
 جانتا۔ مگر اسلام نے اپنے پیروں کو ایسا کرنے سے نہایت سختی سے روکا اور فرمایا۔

## جہاد سے قبل قبولِ اسلام یا خیرہ کی تلقین

ممکن ہے کہ تم یہ شبہ کرو کہ اسلامی جہاد کی تعلیم میں یہ حکم ہے کہ :-  
 وہ کہ جب تم کسی قوم سے جنگ کا ارادہ کرو تو پہلے اُس کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ  
 قبول کرے تو جنگ سے باز آ جاؤ اور اگر انکار کرے تو پھر اس کو خیرہ قبول کر لینے  
 کو کہو اگر وہ قبول کرے تب بھی جنگ سے رُک جاؤ اور اگر انکار کرے تو پھر تلوار  
 ہمارے اور اُس کے درمیان بہتر فیصلہ کرنے والی ہے ۔

اس حکم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کا مدار جہاد اور تلوار ہی کی قوت کے

پہل پر ہے۔

سوا کہ تم خود ہی معاملہ کی حقیقت پر توجہ کرو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام  
 اپنے معاند و مخالف کے ساتھ معرکہ جنگ میں بھی ان احتیاطی تدابیر کا حکم دیتا ہے



جن سے خونریزی کی نوبت نہ آئے اور معاملہ یا حسن و جوہ ختم ہو جائے۔ اور اس جنگ بھی جنگ سے پہلو تھی کرنا چاہتا ہے جس جگہ اصولِ اخلاق و اصولِ نیچر بھی بغیر پس و پیش تلوار اٹھانے کی اجازت دیتے ہیں۔

اس لئے کہ جب مخالف کی مخالفت اور معاند کی معاندانہ و مفداتہ سرگرمیاں اس حد تک پہنچ جائیں کہ وہ پرامن اور خاموش حریف کو برابر دعوتِ جنگ ہی دیتا رہے اور اس کی عافیت تنگ کرنے کی تگ و دو میں ہی اس کی زندگی بسر ہوتے لگے تو پھر حریف کا اس کے مقابلہ میں معرکہ آرا ہونا ایک فطری امر ہے۔

اسی طرح مسلمان بھی اگر مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین کے اقدامِ جنگ و جدل کے مقابلہ میں فوراً ہی نیزہ و تلوار لے کر اپنے ان حریفوں کے مقابل آجاتے اور بغیر پس و پیش حریفانہ پیکار شروع کر دیتے تو کسی طرح بھی یہ امر قابلِ اعتراض نہ سمجھا جاتا۔

مگر اسلام نے ان کو اس وقت بھی فوراً معرکہ جنگ سے باز رکھا اور اس اصول کی جانب توجہ دلائی کہ اگرچہ "فتنہ و فساد و قتل سے بھی زیادہ سخت چیز ہے اور دفعِ فتنہ کی خاطر قتل جیسی بدترین اور قبیح شے کو بھی اختیار کرنا از بس ضروری ہے۔ تاہم انسانی جان کی صیانت و حفاظت کے لئے جس حد تک موقع ملے اس سے نہ دینا چاہئے۔

پس مسلمان کا یہ فرض ہے کہ جب اپنے حریف کے سامنے نبرد آزما ہو تو مستقمانہ جذبات کو ضبط کر کے اول اس کو یہ ترغیب دے کہ جنگ و جدل بہت بڑی چیز ہے اس قبیح حرکت سے باز آ اور اسلام جیسے صلح و آشتی کے داعی ہو۔



قبول کر لے تاکہ اُس کے قلب میں مسلمانوں کے خلاف جو جذبات برا نگینتہ ہیں وہ سر دھڑ جائیں اور حق و باطل کا امتیاز کرنے کی اُس کو توفیق حاصل ہو۔

اور اگر حریف طاقت اس کو بھی منظور نہ کرے تو اُس کو ترغیب دیے کہ وہ خبرہ (ٹیکس کی مخصوص رقم) دے کر مسلمانوں کی پناہ میں آجائے اور مسلم حکومت اُسکی جان و مال اور عزت کی اُسی طرح محافظ ہو جائے جس طرح کہ مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو کی محافظ ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے معرکہ آرائی کا یہ قصہ ختم ہو جائے اور دونوں جماعتیں آزادی کے ساتھ اپنے اپنے مذہب کی پابندی اور راحت و آرام سے زندگی بسر کریں۔

لیکن ان ہردو امور کی ترغیب کے بعد بھی حریف کا جذبہ جنگ و جدل مشتعل ہی رہے اور وہ کسی طرح مسلمانوں کو اطمینان اور چین سے بیٹھنے ہی نہ دے تو اب اُن کے لئے بھی اس کے سوا اور کیا چارہ کار ہے کہ وہ یہی تلوار ہاتھ میں لیں اور خدا کے بھروسہ پر اعداءِ اسلام کی فتنہ جوئی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیں

اب تم ہی انصاف کرو کہ جہاد کا یہ حکم "تبلیغِ اسلام" کے لئے حیلہ و بہانہ ہے یا جہاد کے جائز اور ضروری وقت میں بھی حزم و احتیاط کی انتہائی جدوجہد۔ حقیقت میں یہ حکم میدانِ جنگ میں صلح و آسٹشی کا وہ بے نظیر حربہ ہے جو قابلِ تقلید ہے نہ کہ لائقِ انگشت نمائی اسلئے کہ اس قانون سے مشتمل جذبات کو غور و فکر کا موقع ملتا ہے اور یہ وحشیانہ حرکات کے دفع کے لئے بہترین نسخہ ہے۔ پس جہاد کے وقت یہ حکم دراصل جنگ و جدل سے پہلو ہتی کا ایک آلہ ہے نہ کہ



تبلیغِ اسلام کا ذریعہ۔ اور اس کی مزید تائید پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس  
 اسوۂ حسنہ سے ہوتی ہے۔ کہ جب کبھی آپ یا آپ کے محلہ کی مقدس جماعت کسی  
 قوم، خاندان یا جماعت کے پاس تبلیغِ اسلام کے لئے تشریف لجاتے یا جو و نو  
 (ڈیپوٹیشن) تحقیقِ مذہب کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو ان کے ساتھ  
 صداقتِ اسلام کے متعلق ہر قسم کی گفتگو اور مباحثہ و مناظرہ پیش آتا مگر تاریخ و  
 ریز کے اوراق اس کے شاہد ہیں کہ کسی ایک موقع پر بھی آپ نے یا آپ کے صحابہ  
 نے تخریف و تمہید یا جزیہ و جنگ کا تذکرہ تک نہیں فرمایا بلکہ بسا اوقات مخاطبین  
 کی درشت کلامی، نازیبا حرکات، اور تضحیک و تکذیب کا جواب خندہ پیشانی اور  
 کلماتِ خیر ہی سے مرحمت فرمایا ہے اور نرم خوئی، وسعتِ قلبی کے ساتھ ان کے  
 قلوب میں صداقتِ اسلام کا سکہ بٹھانے کی کوشش فرمائی ہے۔

بلکہ بعض اوقات تو خود مخاطبین نے دلائلِ حقہ اور براہینِ صادقہ سے نوح  
 ہو کر جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی اور مجبور کیا کہ آپ اس عرضداشت کو منظور  
 فرمائیں۔ جیسا کہ مباہلہ سے عاجز ہو کر نجران کے وفد نے آپ سے جزیہ قبول  
 کرنے کی درخواست پیش کی اور منظوری کے بعد شاداں و فرعاں و وطن کو واپس لے گئے  
 جزیہ

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

رؤ بہ بن یوحنا کے واقعہ میں جزیہ کا ذکر بھی آچکا ہے اور محبتِ جہاد میں

بھی متعدد بار اس کا تذکرہ ہوتا رہا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی



وضاحت کے لئے بھی کچھ سپردِ قلم کیا جائے۔

گذشتہ بحث میں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کا یہ (جزیکہ) حکم جنگ و جدل اور قتل و قتال سے بچنے کی ایک احتیاطی تدبیر ہے جس کا فائدہ مخالف اور حریف کو مساویانہ پہنچتا ہے بلکہ اکثر اوقات میں صرف حریف ہی کی تحفیظ جان کا باعث ہو جاتا ہے۔

لیکن مزید وضاحت کے لئے مسئلہ کی حقیقت اس طرح سمجھئے کہ ایک حریف طاقت اسلام دشمنی اور اپنی قوت کے زعم میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہوتی ہے اور چاہتی ہے کہ اُن کو فنا کر دے اور صفحہ ہستی سے حریف غلطی کی طرح مٹا دے مگر خوبیِ تقدیر کہ مسلم طاقت کا پتہ بخاری ہو جاتا ہے اور حریف کی پیشقدمی کے باوجود دفاعی قوت غالب آجاتی ہے تب حریف طاقت مسلم حکومت سے عاجزاً استدعا کرتی ہے کہ وہ اپنے غلبہ سے فائدہ اٹھا کر ہم کو تباہ و برباد نہ کرے اور جنگ و پیکار کو قائم رکھ کر ہمارے استیصال کے درپے نہ ہو بلکہ جنگ سے باز آجائے اور ہماری مغلوبیت اور اپنے غلبہ کے پیش نظر ایک سالانہ مقررہ ٹیکس (خزیرہ) لے کر ہم کو اماں ویدے اور ہماری حکومت و ہماری قوم کی آزادی بحال رہنے دے۔

اُس وقت پوچھو آج کل کی مدعیانِ تہذیب قوموں اور حکومتوں سے اور دریافت کرو دیگر مذاہب کے گذشتہ اور موجودہ تاریخ سے کہ وہ اس حریف کے بارہ میں کیا فیصلہ صادر کرتی ہیں۔ یہی کہ قابو میں آئے ہوئے دشمن کو پناہ نہ دو اور اُس کی معاندانہ سرگرمیوں کے انتقام میں ہمیشہ کے لئے اُسے



فنا کے گھاٹ اُتار دو۔ تاکہ دشمن کی دشمنی اور معاندت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے۔

مگر خلیفہ اسلام فوراً اُس کو اماں دیتا ہے اور اسلامی احکام کے مطابق اُس سے جنگ و جدل موقوف کر دیتا ہے۔ وہ اپنی طاقت اور غلبہ کی نخوت میں نہ اُس کو صغہ ہستی سے مٹاتا ہے اور نہ معلم اور اُستادِ تہذیب بنکر اُس حکومت پر قابض ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس حکومت کے زیر اثر آبادیوں پر معمولی ٹیکس (خزیرہ) سالانہ مقرر کر دیتا ہے۔ اور پھر اُس پر فرض ہو جاتا ہے کہ اُن سے رفاہ عامہ کا ٹیکس لے اور نہ فوجی اخراجات کا ٹیکس اور نہ فوج میں اُن کو زبردستی بھرتی کرنے کا اسکو حق ہے۔ غرض حالات عامہ و خاصہ میں مسلمانوں پر جس قسم کے بھی بار عائد ہوتے ہیں، یہ اُن سب سے بری ہیں۔ لیکن آج ہی سے اُن کے جان و مال اور اُن کی عزت و ناموس کی حفاظت خلیفہ اسلام پر اسی طرح فرض اور ضروری ہے جس طرح مسلمانوں کی جان و مال اور اُن کی ناموس و عزت کی حفاظت۔

اب تم ہی انصاف کرو کہ ایسے معمولی ٹیکس پر دنیا کی کونسی قوم اور عالم کا کونسا مذہب، تاریخ و مفتوح کے درمیان مساویانہ حقوق عطا کرنے کا مدعی ہے اور خلافتِ حق کی اس علیٰ زندگی کی نظیر جو اس سلسلہ میں اسلام کی تاریخ پیش کرتی ہے کس قوم اور کس مذہب کی تاریخ میں موجود ہے؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ اگر تم سچے ہو تو اس کے مقابلہ میں، اپنی دلیل پیش کرو

وَ اٰخِرُ حَوَاقِلِ الْحَمْدِ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ



# بلاغ مُبْدِین

یعنی

مکاتیب شید المریدین صلی اللہ علیہ وسلم

میں لانا، حفظ الچیز سیو ہا؛

مجاہد کی ڈمی

اردو بازار © لاہور پبلشر